MAUR101CCT

لسانیات

ایم۔اے۔اردو

(پہلا سمسٹر)

پہلا پرچہ

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

حیدرآباد۔500032،تلنگانہ، بھارت

©Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad

Course : M. A. Urdu

ISBN: 978-93-95203-40-1

Edition: 2022

ناشر : رجسٹرار، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

اشاعت : 2022

تعداد : 5000

قیمت : 310/-

ترتیب وتزئین : ڈاکٹر محمد نہال افروز، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

سرورق : ڈاکٹر محمد اکمل خان، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

مطبع : اریہنت آفسیٹ، نئی دہلی

لسانیات

Lisaniyaat

For M.A. 1st Semester

Paper 1st

Editor

Prof. Nikhath Jahan

Professor (Urdu), DDE, MANUU

On behalf of the Registrar, Published by:

Directorate of Distance Education

Maulana Azad National Urdu University

Gachibowli, Hyderabad-500032 (TS), Bharat

Director: dir.dde@manuu.edu.in **Publication:** ddepublication@manuu.edu.in

Phone: 040-23008314 **Website:** manuu.edu.in

مجلسِ ادارت

پروفیسر نکہت جہاں
(پروفیسر اردو)
نظامت فاصلاتی تعلیم، مانو

پروفیسر محمد نسیم الدین فریس
سابق صدر، شعبۂ اردو
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

ڈاکٹر سید محمود کاظمی
صدر، شعبۂ ترجمہ
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

ڈاکٹر ارشاد احمد
اسسٹنٹ پروفیسر (اردو)
نظامت فاصلاتی تعلیم، مانو

ڈاکٹر محمد نہال افروز
گیسٹ فیکلٹی/اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچول)
نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

ڈاکٹر محمد اکمل خان
گیسٹ فیکلٹی/اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچول)
نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

کورس کوآرڈی نیٹر

پروفیسر نکہت جہاں، نظامتِ فاصلاتی تعلیم، مانو، حیدر آباد

مصنفین	اکائی نمبر
ڈاکٹر نعمان طاہر، شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ	اکائی 1,2,3,4,9,10,11,12,13
ڈاکٹر مہوش محسن، وومینس کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ	اکائی 5, 6, 7, 8
ڈاکٹر محمد فرحان خان، شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ	اکائی 14, 15
ڈاکٹر محمد شارب، پی جی ڈیپارٹمنٹ آف لینگویج اینڈ لٹریچر، فقیر موہن یونیورسٹی، اڑیسہ	اکائی 16

فہرست

پیغام	وائس چانسلر	06
پیغام	ڈائرکٹر	07
کورس کا تعارف	کورس کوآرڈی نیٹر	08
بلاک I		
اکائی 1۔	لسانیات کی تعریف، اہمیت و اِفادیت	10
اکائی 2 ۔	صوتیات	28
اکائی 3۔	فونیمیات	48
اکائی 4۔	مارفیمیات	63
بلاک II		
اکائی 5۔	نحویات	80
اکائی 6۔	معنیات	97
اکائی 7۔	اسلوبیات	111
اکائی 8۔	سماجی لسانیات	127
بلاک III		
اکائی 9۔	عصبی لسانیات	142
اکائی 10۔	تاریخی لسانیات	153
اکائی 11۔	دولسانیت	169
اکائی 12۔	زبان کی تدریس کا لسانیاتی طریق کار	178
بلاک IV		
اکائی 13۔	زبان کی تعریف اور اس کے آغاز کے مختلف نظریات	199
اکائی 14۔	ہند آریائی زبانوں کا عہدواری ارتقا	219
اکائی 15۔	اردو کی ابتدا کے مختلف نظریات	235
اکائی 16۔	سیاسی، تاریخی اور تہذیبی پس منظر میں اردو۔ہندی کا لسانی رشتہ	254
نمونہ امتحانی پرچہ		**272**

پیغام

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی 1998 میں وطنِ عزیز کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت قائم کی گئی۔اس کے چار نکاتی مینڈیٹس یہ ہیں۔ (1) اردو زبان کی ترویج و ترقی (2) اردو میڈیم میں پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کی فراہمی (3) روایتی اور فاصلاتی تدریس سے تعلیم کی فراہمی اور (4) تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ۔ یہ وہ بنیادی نکات ہیں جو اِس مرکزی یونیورسٹی کو دیگر مرکزی جامعات سے منفرد اور ممتاز بناتے ہیں۔قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری اور علاقائی زبانوں میں تعلیم کی فراہمی پر کافی زور دیا گیا ہے۔

اُردو کے ذریعے علوم کو فروغ دینے کا واحد مقصد و منشا اُردو داں طبقے تک عصری علوم کو پہنچانا ہے۔ایک طویل عرصے سے اُردو کا دامن علمی مواد سے لگ بھگ خالی رہا ہے۔کسی بھی کتب خانے یا کتب فروش کی الماریوں کا سرسری جائزہ اس بات کی تصدیق کردیتا ہے کہ اُردو زبان سمٹ کر چند ''ادبی'' اصناف تک محدود رہ گئی ہے۔یہی کیفیت اکثر رسائل و اخبارات میں دیکھنے کو ملتی ہے۔اُردو قاری اور اُردو سماج دورِ حاضر کے اہم ترین علمی موضوعات سے نابلد ہیں۔ چاہے یہ خود ان کی صحت و بقا سے متعلق ہوں یا معاشی اور تجارتی نظام سے، یا مشینی آلات ہوں یا ان کے گرد و پیش ماحول کے مسائل ہوں، عوامی سطح پر اِن شعبہ جات سے متعلق اردو میں مواد کی عدم دستیابی نے عصری علوم کے تئیں ایک عدم دلچسپی کی فضا پیدا کردی ہے۔ یہی وہ چیلنجز ہیں جن سے اُردو یونیورسٹی کو نبرد آزما ہونا ہے۔نصابی مواد کی صورت حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔اِسکولی سطح پر اُردو کتب کی عدم دستیابی کے چرچے ہر تعلیمی سال کے شروع میں زیرِ بحث آتے ہیں۔ چوں کہ اُردو یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم اُردو ہے اور اس میں عصری علوم کے تقریباً سبھی اہم شعبہ جات کے کورسز موجود ہیں لہٰذا اِن تمام علوم کے لیے نصابی کتابوں کی تیاری اِس یونیورسٹی کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

مجھے اِس بات کی بے حد خوشی ہے کہ یونیورسٹی کے ذمہ داران بشمول اساتذہ کرام کی انتھک محنت اور ماہرینِ علم کے بھرپور تعاون کی بنا پر کتب کی اشاعت کا سلسلہ بڑے پیمانے پر شروع ہوچکا ہے۔ایک ایسے وقت میں جب کہ ہماری یونیورسٹی اپنی تاسیس کی پچیسویں سالگرہ منارہی ہے مجھے اس بات کا انکشاف کرتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ یونیورسٹی کا نظامت فاصلاتی تعلیم از سرِنو اپنی کارکردگی کے نئے سنگ میل کی طرف رواں دواں ہے اور نظامت فاصلاتی تعلیم کی جانب سے کتابوں کی اشاعت اور ترویج میں بھی تیزی پیدا ہوئی ہے۔ نیز ملک کے کونے کونے میں موجود تشنگانِ علم فاصلاتی تعلیم کے مختلف پروگراموں سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔گرچہ گزشتہ دو برسوں کے دوران کووڈ کی تباہ کن صورت حال کے باعث انتظامی امور اور ترسیل و ابلاغ کے مراحل بھی کافی دشوار کن رہے تاہم یونیورسٹی نے اپنی حتی المقدور کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نظامت فاصلاتی تعلیم کے پروگراموں کو کامیابی کے ساتھ روبہ عمل کیا ہے۔ میں یونیورسٹی سے وابستہ تمام طلبا کو یونیورسٹی سے جڑنے کے لیے صمیم قلب کے ساتھ مبارک باد پیش کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کرتا ہوں کہ ان کی علمی تشنگی کو پورا کرنے کے لیے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا تعلیمی مشن ہر لمحہ ان کے لیے راستے ہموار کرے گا۔

پروفیسر سید عین الحسن
وائس چانسلر

پیغام

فاصلاتی طریقۂ تعلیم پوری دنیا میں ایک انتہائی کارگر اور مفید طریقۂ تعلیم کی حیثیت سے تسلیم کیا جا چکا ہے اور اس طریقۂ تعلیم سے بڑی تعداد میں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی نے بھی اپنے قیام کے ابتدائی دنوں ہی سے اردو آبادی کی تعلیمی صورت حال کو محسوس کرتے ہوئے اِس طرزِ تعلیم کو اختیار کیا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا آغاز 1998 میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم اور ٹرانسلیشن ڈویژن سے ہوا اور اس کے بعد 2004 میں باقاعدہ روایتی طرزِ تعلیم کا آغاز ہوا اور بعد ازاں متعدد روایتی تدریس کے شعبہ جات قائم کیے گئے۔ نو قائم کردہ شعبہ جات اور ٹرانسلیشن ڈویژن میں تقرریاں عمل میں آئیں۔ اس وقت کے اربابِ مجاز کے بھرپور تعاون سے مناسب تعداد میں خود مطالعاتی مواد تحریر و ترجمے کے ذریعے تیار کرائے گئے۔

گزشتہ کئی برسوں سے یو جی سی۔ ڈی ای بی UGC-DEB اس بات پر زور دیتا رہا ہے کہ فاصلاتی نظامِ تعلیم کے نصابات اور نظامات کو روایتی نظامِ تعلیم کے نصابات اور نظامات سے کماحقہ ہم آہنگ کر کے نظامتِ فاصلاتی تعلیم کے طلبا کے معیار کو بلند کیا جائے۔ چوں کہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی فاصلاتی اور روایتی طرزِ تعلیم کی جامعہ ہے، لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لیے یو جی سی۔ ڈی ای بی کے رہنمایانہ اصولوں کے مطابق نظامتِ فاصلاتی تعلیم اور روایتی نظامِ تعلیم کے نصابات کو ہم آہنگ اور معیار بلند کر کے خود اکتسابی مواد SLM از سرِ نو بالترتیب یو جی اور پی جی طلبا کے لیے چھ بلاک چوبیس اکائیوں اور چار بلاک سولہ اکائیوں پر مشتمل نئے طرز کی ساخت پر تیار کرائے جا رہے ہیں۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ کورسز پر مشتمل جملہ پندرہ کورسز چلا رہا ہے۔ بہت جلد تکنیکی ہنر پر مبنی کورسز بھی شروع کیے جائیں گے۔ متعلمین کی سہولت کے لیے 9 علاقائی مراکز بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر اور 6 ذیلی علاقائی مراکز حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح، وارانسی اور امراوتی کا ایک بہت بڑا نیٹ ورک تیار کیا ہے۔ ان مراکز کے تحت سرِ دست 144 متعلم امدادی مراکز (Learner Support Centres) نیز 20 پروگرام سنٹرس (Programme Centres) کام کر رہے ہیں، جو طلبا کو تعلیمی اور انتظامی مدد فراہم کرتے ہیں۔ نظامت فاصلاتی تعلیم نے اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا استعمال شروع کر دیا ہے، نیز اپنے تمام پروگراموں میں داخلے صرف آن لائن طریقے ہی سے دے رہا ہے۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم کی ویب سائٹ پر متعلمین کو خود اکتسابی مواد کی سافٹ کاپیاں بھی فراہم کی جا رہی ہیں، نیز جلد ہی آڈیو۔ ویڈیو ریکارڈنگ کا لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ متعلمین کے درمیان رابطے کے لیے ایس ایم ایس (SMS) کی سہولت فراہم کی جا رہی ہے، جس کے ذریعے متعلمین کو پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس کے رجسٹریشن، مفوضات، کونسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔

امید ہے کہ ملک کی تعلیمی اور معاشی حیثیت سے پچھڑی اردو آبادی کو مرکزی دھارے میں لانے میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم کا بھی نمایاں رول ہوگا۔

پروفیسر محمد رضاء اللہ خان
ڈائرکٹر، نظامت فاصلاتی تعلیم

کورس کا تعارف

زبان انسانی خیالات وجذبات کے اظہار کا موثر وسیلہ اور معاشرتی عمل ہے۔اس کے ذریعے انسان اپنا مافی الضمیر واضح کرتا ہے اور یہی انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔زندگی کی دلکشی اور رنگینی زبان کی بدولت ہے۔ ہندوستانی زبانوں کی فہرست میں اردو کا نمایاں اور تاریخی مقام ہے۔اگرچہ اردو ہندوستان میں پیدا ہوئی تاہم اس کی وسعت اور بین الاقوامی حیثیت کا اندازہ اس بات سے ہو جاتا ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں اسے بولا اور سمجھا جا رہا ہے اور کئی یونیورسٹیوں میں باقاعدہ اسے پڑھایا جا رہا ہے۔ عالمی سطح پر اردو گیارہویں نمبر پر بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔اردو کا پیرایہ اظہار خوش گوار نزاکت کا آئینہ دار ہے۔اردو کا لہجہ دل آویز اور شیرینی کا شاہ کار ہے۔یہ زبان ان چند زبانوں میں سے ایک ہے ،جو اپنے اندر تمام انسانی آوازوں کی بہ خوبی ادائیگی کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی بھی زبان کو روزمرہ کے کام تک ہی محدود رکھنا کافی نہیں ہوتا۔ بول چال کے علاوہ اس کا لکھنا، پڑھنا اور اس میں موجود ادب سے واقف ہونا بھی از حد ضروری ہے۔تخلیقی اعتبار سے ادب کی مختلف نوعیتیں ہیں، جہاں ادب شخصیت کو سنوارنے اور نکھارنے کا فریضہ انجام دیتا ہے وہیں اپنے قاری کو مسرت سے بصیرت تک پہنچانے کا سامان بھی مہیا کرتا ہے اور سب سے اہم درس وتدریس کی دنیا میں طلبا کی تربیت اور معلومات کی ترسیل کا بھی اہم وسیلہ ہے۔اسی مقصد کے تحت مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے فاصلاتی تعلیم کے طلبا کی تعلیمی ضرورت کو پورا نے کے لیے نصابی کتابوں کی تخلیق کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (UGC) کی ہدایت کے تحت یونیورسٹی کے روایتی اور فاصلاتی تعلیم کے لیے ایک ہی نصاب لازمی قرار دیا گیا ہے تاکہ نہ صرف ان دونوں نظام تعلیم کے طلبا کا تعلیمی معیار یکساں ہو بلکہ حصول تعلیم کے لیے فراہم کی جانے والی مختلف سہولیات کے اس دور میں طلبہ کے لیے دوران تعلیم ایک نظام تعلیم سے دوسرے نظامِ تعلیم کی طرف منتقلی بھی قابل عمل ہو۔

یو جی سی کے ہدایت پر عمل کرتے ہوئے نظامت فاصلاتی تعلیم ،مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے تمام مضامین میں نصابی کتابوں کی تخلیق واشاعت کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ان کتابوں کی تیاری میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ یہ اکتسابی مواد نہ صرف معیاری اور ہمہ گیر ہو بلکہ مضمون کے تمام اہم موضوعات کی نمائندگی بھی کرتا ہو اور مسابقتی امتحانات کی تیاری کے لیے معاون و مددگار بھی ہو سکے۔

ایم۔اے اردو کا یہ کورس چار سمسٹرز پر محیط ہے۔ ہر سمسٹر میں چار، چار پرچے ہیں۔سب ہی پرچوں میں چار بلاک ہیں،جنھیں سولہ اکائیوں میں تقسیم کیا گیا ہے،جن کے تحت موضوع سے متعلق تمام ضروری معلومات آپ تک پہنچانے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ ہر سمسٹر میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے طلبا کو چاروں پرچوں کے امتحانات دینے کے علاوہ تفویضات کی تکمیل بھی لازمی طور پر کرنا ہے،تبھی وہ اس کورس میں کامیاب قرار دیے جائیں گے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہم ایم۔اے اردو کے پہلے سمسٹر کے پہلے پرچے کی یہ کتاب پیش کر رہے ہیں، جس کا عنوان ''لسانیات'' ہے۔طلبہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ فراہم کردہ نصابی کتابوں کے علاوہ جہاں تک ممکن ہو سکے تجویز کردہ کتابوں اور مشاورتی جماعتوں سے بھی بھرپور استفادہ کریں گے۔

پروفیسر نکہت جہاں
کورس کوآرڈی نیٹر

لسانیات

بلاک 1

اکائی 1: لسانیات: تعریف، اہمیت اور افادیت

اکائی کے اجزا

1.0 تمہید

1.1 مقاصد

1.2 لسانیات کیا ہے؟

1.2.1 زبان کی تعریف

1.2.2 لسانیات کی رو سے زبان کی تعریف

1.2.3 اشاروں کی زبان

1.2.4 شعوری آواز

1.3 لسانیات کی تعریف

1.3.1 لسانیات کی اہمیت وافادیت

1.3.2 لسانیات کی شاخیں

1.4 اکتسابی نتائج

1.5 کلیدی الفاظ

1.6 نمونہ امتحانی سوالات

1.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

1.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

1.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

1.7 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1.0 تمہید

لسانیات عربی زبان کے لفظ 'لسان' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی زبان کے ہیں۔ زبان کا باقاعدہ اور سائنسی مطالعہ لسانیات کہلاتا ہے۔ لسانیات وہ علم ہے جس کے ذریعے زبانوں کی تخلیق اور ترقی کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ چونکہ لسانیات کا اصل موضوع زبان کا مطالعہ ہے لہٰذا اس شعبۂ علم

میں زبان کی موجودہ صورت حال، زبانوں میں مسلسل ہونے والی تبدیلی اور دنیا کی مختلف زبانوں کی ایک دوسرے سے مطابقت کے بارے میں بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم کیا جاتا ہے کہ دنیا کے دیگر علوم وفنون، آثار قدیمہ اور دنیا کے جغرافیائی حالات سے زبان کا کیا تعلق ہے۔ الغرض لسانیات ایک ایسا ہمہ گیر علم ہے جس کا دائرہ بے حد وسیع اور کشادہ ہے۔ چونکہ یہ پہلی اکائی (Unit) ہے اس لیے اس میں سب سے پہلے ماہرین کے اقوال واقتباسات کی روشنی میں لسانیات سے واقف ہوسکیں گے۔ اس اکائی (Unit) کا مقصد لسانیات کی تعریف اور اس کی اہمیت و افادیت سے آپ کو واقف کرانا ہے۔

1.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

☆ لسانیات کی تعریف کو سمجھ سکیں۔

☆ زبان کی مختلف صورتوں کی وضاحت کر سکیں۔

☆ لسانیات کی اہمیت وافادیت کو واضح کر سکیں۔

☆ لسانیات کی مختلف شاخوں پر روشنی ڈال سکیں۔

☆ لسانیات کو سائنس کہنے کی وجوہات بیان کر سکیں۔

1.2 لسانیات کیا ہے؟

1.2.1 زبان کی تعریف:

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا، بلکہ اسے کائنات کے ان اسرار ورموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج کو پہنچا سکتے ہیں۔

زبان کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیل صدیقی نے کہا ہے کہ ''زبان زندگی کے لیے ناگزیر تو نہیں لیکن انسان سے اس کی وابستگی کچھ اتنی زیادہ ہو چکی ہے کہ اس کے بغیر انسان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔''

1.2.2 لسانیات کی رو سے زبان کی تعریف:

زبان خود اختیاری اور روایتی صوتی علامتوں کا وہ نظام ہے جسے انسان معاشرے میں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے استعمال کرتا ہے۔ گویا زبان آوازوں کا ایسا مجموعہ ہے جس میں قواعد کی ترتیب ہوتی ہے۔ یعنی الفاظ جملوں میں قواعد کے اصول کے تحت ترتیب دیے جاتے ہیں۔ لسانیات کی ایک دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ لسانیات میں اشاروں اور تحریر کے مقابلے میں زبانی کلمات کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ:

☆ انسانی تہذیب وتمدن کے ارتقا میں زبان کا بولنا پہلے اور تحریر کا استعمال بعد میں شروع ہوا۔

☆ بچہ بولنا پہلے شروع کرتا ہے اور لکھنا بعد میں سیکھتا ہے۔

☆ بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو صرف زبانی گفتگو میں ہی ممکن ہوسکتی ہیں، تحریری شکل میں ان کا اظہار نہیں کیا جاسکتا۔

چونکہ اردو میں زبان کے سائنسی مطالعے کا آغاز دوسری یوروپی زبانوں کے مقابلے میں کچھ تاخیر سے ہوا شاید اسی لیے ڈاکٹر سید محی الدین

قادری زور سے قبل زبان کی تعریف اس کی ہیئت، تشکیل وغیرہ کی طرف عالموں کی توجہ کم رہی اور اگر کسی نے اس کی طرف توجہ کی بھی تو اس کی تعریف پوری طرح سے واضح نہیں تھی۔ مثلاً محمد حسین آزاد کے الفاظ میں زبان کی تعریف کو دیکھیں:

''زبان وہ اظہار کا وسیلہ ہے جو متواتر آوازوں کے سلسلے میں ظاہر ہوتا ہے۔ جنہیں تقریر یا سلسلہ الفاظ یا بیان یا عبارت کہتے ہیں۔ اسی مضمون کو ایک شاعرانہ لطیفے میں ادا کرتا ہوں کہ زبان ہوائی سواریاں ہیں جن میں ہمارے خیالات سوار ہو کر دل سے نکلتے ہیں اور کانوں کے راستے اوروں کے دماغوں میں پہنچتے ہیں۔ اس سے رنگین تر مضمون یہ ہے کہ جس طرح تصویر اور تحریر قلم کی دست کاری ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے اسی طرح سے تقریر ہمارے خیالات کی زبانی تصویر ہے جو آواز کے قلم میں ہوا پر کھنچی ہے۔ وہ صورت حال، کام، مقام اور ساری حالت کو کانوں سے دکھاتی ہے۔ ولادت زبان کی بنیاد تم نے دیکھ لی؟ پہلے کچھ اشارے تھے پھر کچھ آوازیں، پھر باہمی اتفاق سے کچھ الفاظ آپس کے سمجھنے سمجھانے کے لیے مقرر ہو گئے۔ پس جب آفرینش بڑھی اور آبادی پھیلی تب واجب ہے کہ وہی الفاظ کام میں لائیں کہ سب کی سمجھ میں آئیں اور عام فہمی کے سبب سے انہیں سب سے پہلے کام میں لائیں''۔

چونکہ اردو میں زبان کے سائنٹفک طرز مطالعہ کا آغاز سید محی الدین قادری زور سے ہوتا ہے، جنہوں نے زبان اور اس کے اصوات کا مطالعہ براہ راست لندن میں رہ کر کیا۔ ڈاکٹر زور نے اپنی شاہکار تصنیف ''ہندوستانی لسانیات'' مطبوعہ 1932ء میں زبان کی مائیت، تشکیل اور ارتقا پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے زبان کی تعریف کچھ اس طرح سے کی ہے:

''زبان خیالات کا ذریعہ ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ لفظوں اور فقروں کے توسط سے انسانوں کے ذہنی مفہوم و دلائل اور ان کے عام خیالات کی ترجمانی کرے۔ اس ترجمانی میں وہ حرکات جسمانی بھی شامل ہیں جو کسی مفہوم کے سمجھانے کے لیے خاص خاص زبان بولنے والوں کے درمیان مشترک ہوتی ہیں۔ پس زبان کی واضح تعریف ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے کہ زبان انسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی ان تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے جن میں زیادہ تر قوت گویائی شامل ہے۔ جن کو ایک دوسرا انسان سمجھ سکتا ہے اور جس وقت چاہے اپنے ارادہ سے اسے دہرا سکتا ہے''۔

مگر ڈاکٹر خلیل صدیقی زور صاحب کی مذکورہ تعریف کو بھی جامع تصور نہیں کرتے ان کے مطابق یہ تعریف واضح اور جامع نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس سے زبان کی آلاتی، نطقی اور اختیاری حیثیتوں کی طرف اشارے تو ملتے ہیں لیکن علامتی حیثیت پر روشنی نہیں پڑتی ہے۔ عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں میں قوت گویائی کی شمولیت سے صوتی علامت یا نطقی علامت کا مفہوم تو کھینچ تان کے نکالا ہی جاتا ہے۔

1.2.3 اشاروں کی زبان:

اگر کوئی شخص اشاروں سے اپنی بات دوسروں تک پہنچاتا ہے یا اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے تو وہ بھی اپنے مخصوص معنی میں زبان ہی ہے اور یہ اشارے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ دیکھنا(Vision) سننا(Hearing) چھونا(Touch)۔ اب اگر کوئی شخص ہاتھ سے کچھ اشارہ کرے تو وہ دیکھنے(Vision) کی فہرست میں آئے گا اور اگر کوئی شخص کچھ سن کر کچھ حرکت کرے تو وہ سننے(Hearing) کی فہرست میں شامل ہوگا۔ اور اگر کوئی کسی چیز کو چھو کر اس کے بارے میں اپنی رائے دے تو وہ چھونے (Touch) کی فہرست میں شامل ہوگا۔ اسی طرح سے جتنے بھی اشارے والی علامات ہوتی ہیں وہ سب کے سب اشاروں کی زبان کے الفاظ ہوتے ہیں اور یہ زبان کی وہ شکل ہوتی ہے جس کو کہ انسان اپنی بات کو بہت اچھے ڈھنگ سے دوسروں تک پہنچانے کے لیے بخوبی استعمال کرتا ہے۔

1.2.4 شعوری آواز:

یہ وہ آواز ہے جس کو ماہرین زبان نے انسان کے خیالات کی ترسیل اور جذبات کے اظہار کا سب سے موثر ذریعہ بتایا ہے اور زبان کی اس شکل کو ہی لسانیات کا اصل موضوع قرار دیا ہے۔ پروفیسر عبدالقادر سروری نے زبان کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

> ’’زبان لسانیات کی اصطلاح میں وہ ملفوظ آوازیں ہیں جو انسان اپنے منہ سے ارادتاً قصداً ادا کرتا ہے، اوران کے ذریعہ سے وہ اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان آوازوں کو جب ہم حروف کی مدد سے قلم بند کردیتے ہیں تو ایسی قلم بند کی ہوئی تحریروں کو بھی زبان کا نام دیا جاتا ہے، لیکن جہاں تک علم زبان یا لسانیات کا تعلق ہے اس کا موضوع تحریر نہیں بلکہ انسانوں کی بول چال ہے۔‘‘

مذکورہ بالا تعریف کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زبان آوازوں کے ایسے مجموعے کا نام ہے جو کسی مخصوص سماجی گروہ کے لوگ باہمی اظہار خیال کے لیے ارادی طور پر نکالتے ہیں اوران آوازوں کے معنی متعین کر لیے گئے ہیں تا کہ کہنے والے اور سننے والے کے یہاں ایک آواز سے یکساں ذہنی تاثر پیدا ہو۔ اس معنی خیز آواز کو ’لفظ‘ کہتے ہیں اور یہ الفاظ ان ہی ذہنی تصاویر کی ملفوظی علامتیں ہیں جنہیں بولنے والا سننے والے کے ذہن تک پہنچانا چاہتا ہے۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ کہنے والا ایک میکانیکی (Mechanical) اور جسمانی عمل کے ذریعے جس میں زبان، تالو، حلق، دانت اور پھیپھڑے حصہ لیتے ہیں، سننے والے کے ذہن میں ایک شعوری کیفیت پیدا کرتا ہے، جو دماغ پر اثر پذیر ہوتی ہے اور معنی خیز خیالات پیدا ہوتے ہیں جن کا اظہار آواز کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ یہی معنی خیز آواز ’’زبان‘‘ ہے۔

خلاصہ یہ کہ زبان قوت گویائی اور سماعت کی مدد سے جذبات کے اظہار اور خیالات کی ترسیل وابلاغ کا ذریعہ ہے۔ زبان تکلمی اور سمعی آوازوں کا ایسا مربوط نظام ہے جس کے تحت کسی مخصوص سماج یا انسانی گروہ میں روایتی طور پر باہمی ترسیل وابلاغ کے لیے ان آوازوں کے مجموعہ (لفظ) کے مسلم معنی معین کر لیے گئے ہوں تا کہ اس سماج یا گروہ میں وہ مخصوص آوازیں اور الفاظ مشترکہ طور پر بامعنی اور قابل فہم ہوں۔

1.3 لسانیات کی تعریف

زبان انسانی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر انسان کا تصور ممکن نہیں۔ دنیا میں بہت ساری زبانیں بولی جاتی ہیں۔ تقریباً پانچ ہزار(5000) زبانیں دنیا میں بولی اور سمجھی جاتی ہیں ساتھ ہی تحریری اور تقریری شکل میں استعمال کی جاتی ہیں۔ مگر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ زبان بولنا اور فصاحت

کے ساتھ بولنا ایک فن ہے اور زبان کے اصول جاننا اور اس میں ایک نظام قائم کرنا علم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر بولنے والا زبان کے اصول سے واقف نہیں ہوتا، اور شاید یہ سب کے لیے ضروری بھی نہیں ہے۔

ابتدا میں ماہرین زبان نے ایک ہی زبان کو بنیاد مان کر زبان دانی کے اصول قائم کیے، ایک ہی زبان کے مطالعے سے جو نتائج نکلتے انہیں کی مدد سے انسانی زبان کے بعض مشترک اصول اور قوانین بھی قیاس کر لیے جاتے۔ تقریباً تین صدیوں سے دنیا میں خاص طور پر یوروپ میں کوشش جاری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کسی ایک زبان کا دوسری زبان سے کہاں تک تعلق ہے اگر تعلق ہے تو کس قسم کا؟ ان تعلقات کو معلوم کرنے کے بعد دنیا کی تمام زبانوں کو کتنے مختلف گروہوں یا خاندانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں؟ اس طریقے کے ذیل میں نئی اور پرانی سب ہی زبانیں زیر تحقیق آئیں اور آ رہی ہیں، ظاہر ہے کہ ان ہمہ گیر معلومات کی بنا پر علم کی ایک شاخ قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی جس کی بنیاد قیاس آرائی نہیں بلکہ جدید تحقیق ہو جو زیادہ بھروسے کے قابل ہو، اسی شعبہ علم کو ''علم زبان'' یا ''لسانیات'' کا نام دیا گیا، چونکہ علم زبان ایک طویل نام ہے لہٰذا ماہرین نے ''لسانیات'' کو ترجیح دیا ہے۔

ڈاکٹر گیان چند جین لسانیات کی مختصر تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں:

''زبان کے باقاعدہ مطالعہ کو لسانیات کہتے ہیں۔''

بہ الفاظ دیگر:

''زبان کے سائنسی طریقہ مطالعہ کو لسانیات کہتے ہیں۔'' یا

"The systamatic study of the nature,structure and variation of language."

چونکہ زبان کے سائنسی طریقہ مطالعہ کو لسانیات کہا جاتا ہے، لہٰذا پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سائنس کیا ہے؟

سائنس ایک منظّم طریقۂ کار کے تحت حقائق کی چھان بین اور تحقیق ہے، سائنسی مطالعہ میں مسائل و علل کی حکمی اصولوں پر جانچ پرکھ کی جاتی ہے۔ سائنس میں کوئی بات بغیر حکمی شواہد اور دلائل کے قابل قبول اور قابل اعتماد نہیں ہو سکتی۔ سائنس ہمیں حقائق سے آگاہ کرتی ہے اور تجزیہ، مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر معلومات فراہم کرتی ہے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ سائنس کی بنیاد علم پر قائم ہے نہ کہ فن پر، اور کسی علم کو سائنس کا درجہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب مطالعہ تین بنیادی قاعدوں صراحت، معروضیت اور تنظیم یا باقاعدگی سے عبارت ہو۔

صراحت (Explicitness) - سائنسی مطالعے میں مسائل کا بیان اور اس کی زبان بالکل واضح ہوتی ہے، یہاں تحقیق کے مختلف مراحل کو صراحت کے ساتھ رقم کیا جاتا ہے۔

معروضیت (Objectivity) - سائنس میں معروضیت ایک اہم طریقہ کار ہے جہاں سائنس داں کو واقعیت پسند ہونا چاہئے۔ مطالعہ میں اس کے ذاتی خیالات اور جذبات کو کوئی دخل نہ ہو، اس کے لیے علم کی وسعت اور ترقی ہی اہم ہوں۔

تنظیم یا باقاعدگی (Systamaticness) - سائنس ایک منظّم علم ہے، جہاں مطالعے کے لئے مخصوص قاعدوں اور اصولوں کو سامنے رکھنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ بنیادی باتوں سے شروع کرتے ہوئے بڑی سے مزید بڑی اکائی کا سفر طے کیا جاتا ہے۔

پروفیسر اقتدار حسین خاں سائنسی مطالعے کی مذکورہ خصوصیات کے علاوہ سائنسی مطالعے کے ذیل میں مشاہدہ، مفروضات، تصدیق اور آزادی کو بھی مطالعے کے لیے اہم قرار دیتے ہیں:

> **''مشاہدہ (Observation)**'' سائنس کے اصول اور نتائج مطالعہ کی بنیاد پر قائم کیے جاتے ہیں۔ مطالعہ کے لئے مشاہدہ ہی واحد ذریعہ ہے۔ جن باتوں کو ہم واقعتاً دیکھ سکیں یا ریکارڈ کر سکیں ان ہی کو مطالعہ کی بنیاد بنایا جاتا ہے۔ لسانیات میں ہم صرف ان کلمات یا آوازوں کا مطالعہ کرتے ہیں جن کو واقعی سنا جائے۔ زبان جیسے کی بولی جاتی ہے نہ کہ جیسا کہ بولنا چاہیے ....**''مفروضات (Hypothesis)**'' سائنس میں ایک سائنس داں چند عارضی مفروضات قائم کر کے اپنے مطالعہ کو آگے بڑھاتا ہے۔ انہیں مفروضات کی اگلے قدم میں تصدیق کی جاتی ہے۔ ان عارضی مفروضات کی تصدیق یا تو باقاعدہ تجربہ گاہ میں کی جاتی ہے اور آخری شکل دی جاتی ہے یا پھر ان مفروضات کو رد کر دیا جاتا ہے............خالص سائنس کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ [یہ] دوسری کسی بھی سائنس پر منحصر نہیں ہوتی، کسی اور سائنس کے ماتحت نہیں ہوتی، وہ آزاد ہوتی ہے، اس کی یہ **''آزادی (Autonomy)**'' ہی اس کو خالص سائنس بناتی ہے۔''

(''لسانیات کے بنیادی اصول''؛ اقتدار حسین خان؛ ناشر۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1985، ص۔ 15-14)

سائنسی مطالعے کی تین اہم خصوصیات صراحت (Explicitness)، معروضیت (Objectivity) اور تنظیم یا باقاعدگی (Systamaticness) کو لسانی مطالعہ میں بھی بروئے کار لایا جاتا ہے۔ ماہرین لسانیات لسانیاتی مطالعہ کی ہر سطح پر معروضی اندازِ فکر سے کام لیتے ہیں اور حقائق کا پتا لگانے کے لئے تجزیاتی (Analytical) طریق کار اختیار کرتے ہیں۔ ماہرین لسانیات زبان کے مطالعہ اور تحقیق میں نظم و ترتیب اور باقاعدگی کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے ہوئے نتائج کی پیش کش میں حد درجہ قطعی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ لسانیات میں بھی زبان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، ماہر لسانیات نتائج کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ غرض یہ کہ لسانیات بھی سائنس ہے جہاں تجربہ، مشاہدہ، مفروضات اور تحقیق کی بنا پر نتائج کی تصدیق کی جاتی ہے۔ ماہرِ لسانیات پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ لسانیاتی مطالعے کی سائنسی قدروں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اس میں کوئی شک نہیں کہ سائنسی مطالعہ کی طرح لسانیاتی مطالعہ کی بنیاد بھی معروضیت، قطعیت، نظم اور باقاعدگی کے اصولوں پر رکھی گئی ہے اور سائنس کی طرح یہ مطالعہ بھی مشاہداتی، تجرباتی اور تجزیاتی طریق کار پر مبنی ہے، انہیں اصولوں نے لسانیات کو سائنسی نقطہ نظر دیا ہے اور انہیں نظریات کی وجہ سے یہ علم آج 'زبان کی سائنس' اور 'لسانیاتی سائنس' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔''

(''لسانی تناظر''، مرزا خلیل احمد بیگ، باہری پبلی کیشنز، دہلی، 1997، ص 23)

مذکورہ بیانات اور دلائل کی روشنی میں اعتماد کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ لسانیات وہ سائنسی علم ہے جس کا موضوع زبان کا مطالعہ ہے۔ لسانیات زبان کا باقاعدہ اور منظم مطالعہ ہے، بہ الفاظ محی الدین قادری زور:

''لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے زبان کی ماہیئت، تشکیل، ارتقا، زندگی اور وفات کے متعلق آگاہی حاصل ہوتی ہے۔''

(''ہندوستانی لسانیات''، محی الدین قادری زور، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 2011، ص17)

زبان کی پیدائش، اس کے ارتقا اور متواتر ہونے والی تبدیلیوں، الفاظ کی ساخت، اصوات کے مطالعے کو''لسانیات'' کہتے ہیں، جس کے ذریعے کسی زبان کی ماہیئت، تشکیل، ارتقا، زندگی اور وفات کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہے۔ زبان کا تجزیہ، زبان کی تاریخ، زبان کے باہمی نقاط ارتباط، ان کی معنوی ساخت، اس کی اصوات کا مطالعہ، تقسیم و گروہ بندی، اس کے قواعد اور الفاظ کے ماخذ و معنی کے متعلق چھان بین لسانیات کا دائرہ کار ہے۔ اردو میں لسانیاتی تحقیق کے دو خاص پہلو ہوتے ہیں تاریخی و تقابلی اور توضیحی۔ پہلے کا تعلق زبان کی ابتدا کے ضمن میں تحقیق اور مختلف نظریات اور خاندان السنہ سے ہے اور دوسرا صوتیات، دخیل آوازوں، حروف تہجی، صوتی تغیر و تبدل، املا، صحت الفاظ، رسم الخط وغیرہ سے متعلق ہے۔

گویا لسانیات وہ علم ہے جس کے ذریعہ زبانوں کی تخلیق اور ترقی کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ زبان کی پیدائش، ارتقا، اس کی ساخت اور فطرت کا تفصیلی و سائنسی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ چونکہ لسانیات کا اصل موضوع زبان کا مطالعہ ہے لہٰذا اس شعبۂ علم میں زبان کی موجودہ صورتحال، زبانوں میں متواتر ہونے والی تبدیلیوں اور دنیا کی مختلف زبانوں کی ایک دوسرے سے مطابقت کے بارے میں بھی مطالعہ کیا جاتا ہے، ساتھ ہی یہ بھی معلوم کیا جاتا ہے کہ دنیا کے دیگر علوم و فنون، آثار قدیمہ اور دنیا کی جغرافیائی حالات سے زبان کا کیا تعلق ہے۔ غرض یہ کہ لسانیات ایک ہمہ گیر علم ہے جس کا دائرہ بے حد وسیع ہے، جو انسانی علم کی ہر شاخ سے غذا حاصل کرتی ہے اور اس کے معاوضے میں ہر علم کو قوت پہنچاتی ہے۔

1.3.1 لسانیات کی اہمیت و افادیت:

چونکہ لسانیات کا موضوع زبان اور مسائلِ زبان ہے، اس شعبۂ علم میں جدید سائنسی طرز سے زبان کی تاریخ، توضیح اور تشریح بیان کی جاتی ہے، مختلف زبانوں کا تقابلی مطالعہ کر کے ان زبانوں اور متعلقہ تہذیب میں رشتۂ انسلاک تلاش کیا جاتا ہے۔ لسانیات کا مطالعہ زبان کی ساخت، بناوٹ، مختلف زبانوں کے باہمی رشتے، اختلافات اور زبان کے علاوہ انسانی تہذیب کی تاریخ اور ارتقاء کے متعلق جانکاری فراہم کرتا ہے۔ لسانیات قدیم سے قدیم تر زبانوں کا خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ مطالعہ کرتی ہے جس کے ذریعہ مختلف قوموں کی تہذیب اور ان کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے، ماہرِ لسانیات زبان اور بولی کے علاقے کا تعین کرتا ہے، کسی ملک یا قوم کی زبان کا لسانیاتی جائزہ لیتا ہے اور زبان کے علاقے، دائرے، بولنے اور سمجھنے والوں کی صحیح تعداد اور زبان کے مختلف مسائل کی وضاحت کرتا ہے، جس کی مدد سے زبان کو معیاری بھی بنایا جاسکتا ہے اور اس کے فروغ کے لیے لائحہ عمل بھی تیار کیا جاسکتا ہے۔ قومی سطح پر لسانی مسائل مثلاً معیاری زبان، سرکاری زبان، قومی زبان، علاقائی زبان، وغیرہ کا تعین کرنے میں لسانی نقطۂ نظر ضروری ہوتا ہے۔

زبان جو ملک اور قوم میں اختلاف پیدا کرتی رہی ہے اور تقسیم کی وجہ بھی بنتی آئی ہے، زبان کے اس جھگڑے کو ماہرینِ لسانیات نے ختم کرنے کا کام کیا، پہلی بار جب دو زبانوں کا تقابلی مطالعہ کیا گیا تو ہندوستان کی زبان کا رشتہ یوروپ کی زبانوں سے نکل آیا، زبانوں کی نسلی گروہ بندی نے انسانی تہذیب کی تاریخ کو نیا موڑ عطا کیا، لسانیات نے مزید ترقی کی تو بظاہر ایک جیسے نظر آنے والے انسانوں کے نسلی اختلافات بھی واضح کر دیے، گویا لسانیات کے علم نے انسانی تہذیب کی تاریخ کو واضح سمت عطا کی۔ مثلاً'' آریہ نسل کے باشندوں کا اصلی وطن کیا تھا یہ قدیم ترین ہند آریائی

زبانوں کے بعض الفاظ سے معلوم ہوسکا ہے۔ ماقبل تاریخ دور میں آریہ کس طرح مختلف گروہوں میں مختلف مقامات پر آباد ہوئے، پھر وہاں سے ان کی کون کون سی شاخیں پھوٹیں، یہ سب آریائی زبانوں کے باہمی تعلق اوران کے شجرے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ یونانی سے لاطینی کا نکلنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آریہ پہلے یونان میں بسے اور وہاں سے ان کی ایک ٹکڑی اٹلی گئی۔ انگریزی کا جرمن خاندان سے ہونا اور فرانسیسی سے نسبتاً دور ہونا ظاہر کرتا ہے کہ انگریز قوم لاطینی گروہ سے پہلے جدا ہوئی اور جرمن سے اس کے بعد۔ یوروپ کے خانہ بدوش قبائل کی ہندوستانی آمیز زبان اس بات کا اشارہ ہے کہ یہ لوگ کسی زمانے میں ہندوستان سے یوروپ گئے۔ کشمیری زبان کی باقی ہندآریائی زبانوں سے علیحدگی صاف بتاتی ہے کہ کشمیر میں آریوں کا کوئی دوسرا گروہ آباد ہوا جو بقیہ ہندوپاک کے باشندوں سے الگ تھلگ اس براعظم میں وارد ہوا۔ گویا اس علم کے توسط سے ایک لسانی برادری کے ذیلی گروہوں کے نقل مکانی کا زمانہ معلوم ہوسکتا ہے۔

زبان بدلتی ہوئی انسانی زندگی، ماحول اور قدروں کے ساتھ بدلتی اور ترقی کرتی رہتی ہے، زبان کی تبدیلی اور اس کا تغیر پذیر ہونا زبان کے زندہ رہنے کی علامت ہے، ماہرین لسانیات زبانوں کی ترقی اور تغیر وتبدل کے عمل کا مطالعہ کرتے ہیں، بدلتی ہوئی اقدار کے ساتھ لفظوں کے اخراج اور اندراج کا کام لسانیات کا ہی مرہون منت ہے۔ ایک مخصوص عہد میں زبان میں کتنی تبدیلی آئی، زبان کے ذخیرۂ الفاظ کا جائزہ لے کر دخیل الفاظ اور دوقرابت دار زبانوں میں الفاظ کے اختلاف اور انسلاک کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

زبان کی پیدائش اور ارتقا کی مدلل تاریخ کا تعین ماہرینِ لسانیات نے ہی کیا ہے، ہم اردو کو ہی لیں اردوزبان کی پیدائش کے مختلف نظریے اردو کے کئی بڑے ماہرین زبان وادب نے دیے مگر سائنسی نقطۂ نظر سے مدلل نظریہ پروفیسر مسعود حسین خاں کا سامنے آیا، جس کے بعد تمام باتیں محض قیاس آرائی ہی رہ گئیں اور مسعود حسین خاں کا نظریہ سب سے زیادہ اعتبار حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

قدیم ادب کی فرہنگ کی تفہیم میں لسانیات ہی معاون ہوتی ہے، لسانیات کی مدد سے قدیم اور کلاسیکی ادب کے الفاظ کو سمجھنا آسان ہوتا ہے۔ کلاسیکی ادب کے لفظوں کا استعمال، اس کا تلفظ، معنی اور مفہوم کی دشواری کو لسانیات ہی حل کرتی ہے۔ بعض اوقات قدیم ادب کی رسم تحریر بھی ماہرینِ لسانیات کے طفیل ہی واضح ہوتی ہے، ادبی مخطوطات کا زمانہ متعین کرنے، انہیں پڑھنے اور سمجھنے میں لسانیات سے مدد ملتی ہے، ماہرِ لسانیات مختلف لسانی علوم تاریخی اور توضیحی لسانیات کی مدد سے عہد قدیم میں مستعمل حروف، الفاظ کی ساخت، طرز تحریر، تلفظ اور معنی کا جائزہ لے کر لفظ کا اصل مفہوم متعین کرتے ہیں، جس سے قدیم ادب کو پڑھنا اور سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔

آج کے اس ترقی یافتہ عہد میں جہاں دنیا سمٹ گئی ہے، فاصلے کم ہو گئے ہیں، ایک ملک کا دوسرے ملک سے تجارتی وثقافتی میل جول بڑھا ہے تو زبانوں کو بھی عالمگیریت حاصل ہوئی ہے، اپنی مادری زبان کے علاوہ دوسری زبانوں کے سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت میں بھی اضافہ ہوا ہے، لسانیات ہماری اس ضرورت کو پوری کرنے میں بے حد معاون ہے اور دوسری زبانوں کے سیکھنے اور سکھانے کے عمل کو آسان اور سہل بناتی ہے۔ اگر لغت کی تدوین اور قواعد کی ترتیب لسانی اصولوں کے تحت کی جاتی ہے تو غیر زبان کی فہم آسان ہوجاتی ہے۔ کسی زبان کے مروجہ قواعد عموماً صرف اہل زبان کے ہی پڑھنے کے لیے ہوتے ہیں، جس سے وہ اپنی زبان کو معیاری بنا سکتے ہیں، مگر دوسری زبان والوں کے لیے صرف قواعد کے ذریعے زبان کا سیکھنا بہت مشکل ہوتا ہے، اگر مروجہ قواعد پڑھا کر کسی کو زبان سکھائی جائے تو یہ کم سے کم دوسال کا عمل ہوگا جو آج کے اس دور میں مشکل عمل ہے، تب لسانیات کی مدد سے صوتیات اور صرف ونحو کے ذریعہ زبان سیکھنے کے عمل کی مدت تین سے چھ ماہ ہوجاتی ہے۔

الفاظ آوازوں کے مجموعے ہیں جنہیں رسم الخط کا لباس دے کر کاغذ پر ٹانک دیا جاتا ہے، کسی زبان کی آوازوں یعنی مصوتوں اور مصمتوں کو دریافت کرنا صوتیات کا کام ہے اس لیے رسم الخط ماہر صوتیات کی نگرانی میں ہی تیار ہوسکتا ہے۔کسی زبان کے موجودہ رسم الخط میں جو خامیاں ہیں ان کی گرفت اور تدارک صوتیات ہی کرسکتی ہے۔صوتیات کا ایک اور مفید کام یہ ہے کہ جن زبانوں کے پاس اپنا رسم الخط نہیں ہے ان کی آوازوں کا تجزیہ کر کے انہیں ایک رسم الخط دے، اگر کسی دوسری زبان کا رسم خط دیا جائے تو اس میں حسب ضرورت ترمیم واضافہ کرے۔جن زبانوں میں تحریر کا رواج نہیں ہے ماہرین صوتیات اس زبان کو سیکھ کر آوازوں کی صحیح تفریق کر کے رسم الخط تیار کرتے ہیں، جس سے زبان کا اصل وجود عمل میں آتا ہے اور اس کا اپنا ادب قلم بند ہوتا ہے۔دنیا میں کئی ایسے دور دراز کے قبائلی علاقے ہیں جہاں ترقی یافتہ انسانوں کی رسائی تو ہوگئی مگر ان کی بولی سے عدم واقفیت اس علاقے اور قبیلے کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے، گویا جو زبانیں یا بولیاں صرف تقریری حالت میں ہیں صوتیات انہیں رسم الخط دے کر زبان کا روپ عطا کرتی ہے۔اس کے علاوہ اگر کبھی کبھار ترقی یافتہ زبانوں کے اقتباسات اور الفاظ کو دوسری زبان کے الفاظ میں لکھنا پڑتا ہے تو صوتیات ہی اس کی مخصوص آوازوں کی ادائیگی کی ضمانت لیتی ہے۔ماہرِ صوتیات دنیا کی زبانوں کا ایک دوسرے سے آسان رشتہ قائم کرنے کے لیے نازک تر مصوتے کو گرفت میں لا کر اس کی ترجمانی کرتے ہیں اور زبان کے تلفظ کو غیر زبان داں کے لیے صحیح کرتے ہیں۔بیشتر زبانوں کے موجودہ رسم الخط اپنی زبان کی آوازوں کو بھی سو فی صد ادا نہیں کر پاتے چہ جائیکہ دوسری زبانوں کی آوازوں کو۔صحت کے اعلی معیار کو پیش نظر رکھ کر ماہرینِ لسانیات کے ذریعہ بین الاقوامی صوتیاتی رسم الخط ایجاد کیا گیا جس میں حسب ضرورت ترمیم واضافہ سے ہر زبان صحیح صحیح تلفظ کے مطابق ضبط تحریر میں لائی جاسکتی ہے، جو لسانیات کا ایک بڑا اہم کام ہے۔

لسانیات اور لسانی مطالعے نے دنیا بھر میں بولی جانے والی زبانوں کے مسائل کا بہتر سے بہتر حل تلاش کیا ہے، دنیا کی زبانیں تمام جغرافیائی حدود پار کر کے نئی بستیاں آباد کر رہی ہیں، زبان کی فطرت اس کی ساخت کا سائنسی مطالعہ غیر مادری زبان کو سیکھنے اور سمجھنے میں مددگار رہتا ہی ہے دوسرے شعبوں مثلاً بشریات، سماجیات، نفسیات اور فلسفہ وغیرہ جن میں زبان کا مطالعہ بھی ایک مضمون کی شکل میں کیا جاتا ہے لسانیات کا مطالعہ ان شعبوں کے لیے بھی مددگار رہتا ہے۔اس کے علاوہ زبان کے مطالعے کی افادیت اور اہمیت کا اطلاق مختلف علوم پر بھی ہو رہا ہے، لسانی مطالعے کی افادیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج دنیا کے وہ علوم وفنون بھی لسانی مطالعے سے فیض حاصل کر رہے ہیں جن کا زبان کے مطالعہ سے براہ راست کوئی واسطہ نہیں۔بشریات، عمرانیات، نفسیات اور فلسفہ کے علاوہ، طب، طبعیات، ریاضیات وغیرہ جیسے سائنسی علوم سے لسانیات کا ایک ایسا رشتہ قائم ہوا ہے جہاں دونوں علوم ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔

1.3.2 لسانیات کی شاخیں:

1۔ توضیحی لسانیات یا تجزیاتی لسانیات(Descriptive Linguistics)

زبان کے توضیحی و تجزیاتی وتشریحی مطالعہ کا علم ہے۔اس میں کسی ایک معینہ ومقررہ وقت اور جگہ کی زبان کا مطالعہ کر کے اس کے صوتیاتی، صرفی، نحوی اور معنیاتی نظام یا ساخت کو دریافت کرتے ہیں۔توضیحی لسانیات زبان کے ارتقا کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک زبان کی مخصوص منزل اور مخصوص عہد کے اعتبار سے تجزیہ کرتی ہے۔توضیحی لسانیات کا موضوع کسی ایک عہد میں بولی جانے والی کسی ایک زبان یا زبانوں کی توضیح ہے۔توضیحی لسانیات زبان کے ماضی کا تجزیہ نہیں کرتی نہ ہی زبان کی قدیم صورت یعنی ماضی میں زبان کے الفاظ اور اس کی آواز کا تجزیہ نہیں کرتی۔چونکہ زبان

آوازوں ،لفظوں ،جملوں اور معنوں کا منظّم مجموعہ ہےاور زبان کا یہ نظام اس کی ساخت سے عبارت ہے،اور زبان کی ساخت ہی توضیحی لسانیات کا اصل موضوع ہےاس لیےاسے ساختی لسانیات(Linguistic Structural) بھی کہتے ہیں۔ چونکہ ہر زبان اپنی ساخت کے اعتبار سے دنیا کی دوسری زبانوں سے مختلف ہوتی ہے جس کی بنیاد پر دنیا کی زبانیں یا بولیاں اپنی شناخت قائم کرتی ہیں۔زبان کے ساختیاتی مطالعہ کے اعتبار سے توضیحی لسانیات کی درج ذیل شاخیں ہوتی ہیں:

(i) صوتیات(Phonetics) صوتیات لفظ صوت سے نکلا ہےاور صوت کے معنی آواز کے ہوتے ہیں اس لئے صوتیات کا تعلق آواز سے ہے۔صوتیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جس کے تحت زبان میں تلفّظی آوازوں کی توجیہہ اوران کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

(ii) تجزصوتیات یا فونیمیات (Phonemics) تجزصوتیات یا فونیمیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں کسی زبان کے فونیم کی تحقیق اوراس کا تعین کیا جاتا ہےاوران کی ذیلی اقسام اور ذیلی فونیم کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس شعبۂ علم کی بنیادصوتی اکائی ہےاور کسی زبان کے صوتی نظام کی سب سے چھوٹی اکائی صوتیہ یا فونیم (Phonemes) کہلاتی ہے۔

(iii) صَرف یا تشکیلیات یا مارفیمیات(Morphology) لسانیات کا ایک اہم شعبہ ہے جو الفاظ کی ساخت کا مطالعہ کرتا ہے، اس میں لفظوں کی تشکیل سے بحث کی جاتی ہے،اس لئے اس علم کو''تشکیلیات'' بھی کہا جاتا ہے۔

(iv) نحو(Syntax) لسانیات کا ایک مستقل اوراہم شعبہ جس میں جملے کی ساخت کوموضوعِ مطالعہ بنایا جاتا ہے یا جملے(دو یا دو سے زیادہ الفاظ) کا لسانیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

(v) معنیات(Semantics) معنیات کا تعلق لفظ کے معنی سے ہے،اس میں معنی کا مطالعہ یا ان طریقوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن سے لفظ کا معنی ومطلب کا سمجھنا مقصود ہو۔معنی کے تعلق سے یہ کہ معنی کیا ہے؟معنی کی اہمیت؟ الفاظ اور معنی کا تعلق،صوت اور معنی کا تعلق،صورتحال اور سیاق کا لفظ کا معنی متعین کرنے میں کردار، سیاق وسباق اور زمانے کے اعتبار سے معنوی تغیرات وغیرہ کا سائنسی طرز سے مطالعہ معنیات کا دائرہ کار ہے۔

2۔ تاریخی لسانیات(Historical Linguistics)

اس میں زبان کا تاریخی مطالعہ کیا جاتا ہے۔زبان کا ماخذ،ارتقااور تشکیل اس کا موضوع ہے۔اس میں زبان کی زندگی اور وفات پر بھی بحث کی جاتی ہے۔تاریخی لسانیات زبان کے ماضی کا مطالعہ کرتی ہے، ماضی میں زبان کی قواعد،اس کی اصوات صرف ونحو، سابقے ولاحقے وغیرہ کی ماضی کی صورت اورساخت کا تجزیہ کرتی ہے۔تاریخی لسانیات زبان کی ترقی وتنزلی کا سلسلہ وارتاریخی مطالعہ کرتے ہوئے اس کے اسباب وعوامل کا سائنسی تجزیہ بھی کرتی ہے۔بہ الفاظ پروفیسر گیان چند جین''کسی زبان کے تاریخی ارتقا کا مطالعہ تاریخی لسانیات کہلاتا ہے''۔

3۔ تقابلی لسانیات(Comparative Linguistics)

تقابلی لسانیات میں تاریخی اعتبار سے باہمی رشتہ رکھنے والی زبانوں کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے،اصل زبان کوتلاش کر کے نکالا جاتا ہے جس سے مختلف زبانیں الگ ہوکر وجود میں آئیں۔یہ لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والی دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا مطالعہ وموازنہ کر کے ان کی آپس میں مشابہت اور اختلافات معلوم کئے جاتے ہیں۔غور طلب ہے کہ تقابلی لسانیات ایک ہی خاندان کی مختلف

زبانوں یا ایک زبان کی مختلف بولیوں کا احاطہ کرتی ہے، مگر جب بالکل مختلف خاندان کی زبانوں کا تقابلی مطالعے کی ضرورت محسوس ہوئی تو ماہرین نے کئی بالکل مختلف خاندان کی زبانوں کے مطالعے کو''**نوعیات (Typology)**'' کے ذیل میں شامل کیا ہے، نوعیاتی مطالعے میں چونکہ مختلف خاندان کی زبانوں کا مطالعہ مقصود ہوتا ہے اس لیے ان میں کسی قسم کے رشتے کی تلاش نہیں کی جاتی بلکہ صرف ونحو کو لے کر مشترک یا متضاد خصوصیات کی بنا پر گروہ قائم کئے جاتے ہیں، انہیں ''نوعیاتی گروہ بندی'' کہتے ہیں۔

4۔ اطلاقی لسانیات(Applied Linguistics)

رفتہ رفتہ لسانیات بحیثیت علم ترقی کرتی گئی اور لسانیات کے مطالعے کی وسعت اور افادیت کا اطلاق زبان کے استعمال کے دوسرے شعبوں پر بھی کیا جانے لگا لہٰذا لسانیات کے جدید شعبہ اطلاقی لسانیات کا وجود عمل میں آیا۔ اطلاقی لسانیات کو توضیحی (تجزیاتی) لسانیات اور عام لسانیات کا عملی پہلو بھی کہا جاتا ہے۔ اطلاقی لسانیات کے ذیل میں بیرونی زبانوں کا سیکھنا اور سکھانا، ترجمہ، لغت نویسی اور اسلوبیات کے علاوہ کسی زبان یا بولی کا علاقائی جائزہ لینا، کسی زبان کا کوڈ تیار کرنا، کسی زبان کے خفیہ کوڈ کو دریافت کرنا، رسم الخط میں اصلاح کی تجاویز، زبان کی ٹائپنگ کے لیے حروف کی ترتیب، کمپیوٹر میں زبان کے استعمال کو فروغ دینا، ترجمہ کی مشین بنانا وغیرہ بھی اطلاقی لسانیات کے دائرۂ عمل میں آتے ہیں۔ ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ نے اپنی کتاب ''لسانی تناظر'' میں موجودہ دور میں اطلاقی لسانیات کی وسعت اور ضرورت کو زیر نظر رکھتے ہوئے چار ایسے شعبوں (تدریس زبان، اسلوبیات، لغت نویسی اور ترجمہ) کی نشاندہی کی ہے جہاں لسانیات کے اطلاق کے امکانات زیادہ روشن ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) تدریس وتحصیل زبان(Language Teaching & Learning):- غیر مادری یا بیرونی زبان کی تدریس کے عمل میں جو دشواریاں درپیش آتی ہیں اس کے حل کے لیے لسانیات کی مدد لی جاتی ہے، زبانوں کی تدریس کو بہتر اور آسان بنانے کے لئے لسانی معمل خانے (Language Laboratories) قائم کی جارہے ہیں۔ گویا کہ تدریس غیر ملکی زبان کی ہو یا مادری زبان کی اس کا موضوع زبان ہی ہوتا ہے جس کا باقاعدہ مطالعہ لسانیات کی مدد سے ہی کیا جاتا ہے۔

(ب) اسلوبیات(Stylistics):- اسلوبیات کا بنیادی تصور اسلوب (Style) ہے، اور اسلوب کا تعلق ادب سے ہے۔ چونکہ اسلوب کا ایک مفہوم کسی مصنف کے زبان کا انفرادی استعمال بھی ہوتا ہے، اس لئے زبان اور اسلوب کے اس رشتے کا سائنسی مطالعہ اسلوبیات کے دائرہ میں آتا ہے۔

(ج) لغت نویسی(Lexicography) :- لغت نویسی اطلاقی لسانیات کا ہی عمل ہے۔ لغت کسی زبان کا ذخیرۂ الفاظ ہوتی ہے، جو اس زبان کو سمجھنے کا ایک بہترین ذریعہ ہوتا ہے۔ کوئی لفظ کس طرح لکھا جائے، کس طرح بولا جائے، اس لفظ کے موجودہ اور قدیم معنی کیا ہیں، اس کا تعلق کس جز وکلام سے ہے، اس کی تصریفی شکلیں کون کون سی ہیں، اس کا ماخذ کیا ہے، وہ روزمرہ کے طور پر کس طرح مستعمل ہیں، اس کے مشتقات کیا ہیں، نیز اس کے مترادفات اور متضاد الفاظ کون کون سے ہیں، یہ تمام باتیں ایک اچھی لغت میں مل جائیں گی۔

(د) ترجمہ(Translation):- ایک زبان میں کہی ہوئی بات کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا فن ترجمہ کہلاتا ہے۔۔ ہر زبان کی اپنی تہذیب ہوتی ہے اس کے نمائندہ الفاظ ہوتے ہیں جس کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ ترجمہ کے عمل کو معیاری بنانے کے لئے ہر سطح پر لسانیات سے مدد لی جاتی ہے بالخصوص معنیات سے۔ ترجمہ کا استدلال (Theory) اطلاقی لسانیات کی بنیادوں پر ہی قائم کیا گیا ہے۔

5۔ عام لسانیات(General Linguistics)

عام لسانیات میں لسانی مطالعہ کی سبھی شاخیں زیرِ مطالعہ آجاتی ہیں۔اس میں لسانیات کی تمام جہات اور مبادیات کا احاطہ کیا جاتا ہے۔جدید تحقیق اور نئے رجحانات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ پروفیسر گیان چند جین عام لسانیات کو لسانیات کے دوسرے تمام شعبوں کا اجتماع تصور کرتے ہیں۔لسانیات کی مذکورہ شاخوں کے علاوہ لسانیات کی چند اہم شاخیں درج ذیل ہیں:

نشانیات (Semiotics): نشانات کا علم(Science of Signs) نشانیات کہلاتا ہے،ترسیل کے عمل میں مستعمل تمام طرح کے نشانات کا مطالعہ کیا جاتا ہے،اس علم میں نشانات کے استعمال اور دائرۂ عمل سے بحث کی جاتی ہے۔ہماری زندگی اور معاشرے نیز ہمارے گردوپیش کی دنیا میں نشانات کا مکمل نظام پایا جاتا ہے جس کا مطالعہ نشانیات کا اصل مقصد ہے۔انسان کی جسمانی حرکات اور مختلف فنون کے اظہاری طریقے (Expressive Systems) بھی نشانیات کے دائرے میں آتے ہیں۔نشانات کا استعمال صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ حیوانات کے یہاں بھی اس کے استعمال کی واضح شکلیں ملتی ہیں۔چونکہ زبان بھی ایک طرح کا نظامِ نشانات ہے جو بے حد پیچیدہ اور ہمہ گیر ہے۔زبان میں وہ تمام خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں جو اسے دوسرے نظامِ نشانات سے ممیّز کرتی ہیں اور اسے ایک انوکھا اور دلچسپ نظامِ نشانات بناتی ہیں۔یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ نشانات کے تمام ترامکانات کا استعمال ترسیلی مقاصد اور اطلاع رسانی کے لیے کیا جاتا ہے(2)۔لہٰذا لسانی مطالعے میں نشانیات کا مطالعہ بھی فروغ پا رہا ہے۔

علم ارتباط علامات یا علم علامتی زبان(Pragmatics): علم علامتی زبان کا علم نشانیات کی ہی ایک ذیلی شاخ کے طور پر مطالعہ کیا جاتا ہے،اس شعبۂ علم میں معنی ومفہوم کی ادائیگی میں سیاق وسباق(Context) کے رول اور کردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے،خیال اور اظہار کنندہ کے باہمی تعلق سے بحث کی جاتی ہے۔

ساختیات (Structuralism):- لسانیات کی وہ شاخ ہے جس کا موضوع زبان کے مختلف اجزا اور ان کے باہمی رشتے کا مطالعہ ہے،بقول ڈاکٹر عبدالسلام کہ:

> ''مختصر یا طویل جملے کے مختلف اجزاء کے مابین جو رشتے پائے جاتے ہیں،انہی کے مطالعے کا نام ساختیات ہے،جہاں ہر جز کی الگ الگ ساخت ہوتی ہے۔ساختیات کا مطالعہ نحوی سطح پر بھی کیا جا سکتا ہے صرفی سطح پر بھی اور صوتیاتی سطح پر بھی۔اس طرح دیکھا جائے تو ساختیات کا موضوع بہت وسیع ہو جاتا ہے۔''

(عمومی لسانیات:ایک تعارف،عبدالسلام,رائل بک کمپنی،کراچی،1993،ص283)

گویا ساختیات زبان کی ساخت یا زبان کے مکمل نظام کا سائنسی مطالعہ ہے۔

سماجی لسانیات(Socio Linguistics): جس طرح انسانی زندگی کو سماج اور معاشرے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح سماج کا تصور افراد کے آپسی میل جول،لین دین اور ابلاغ وترسیل کے بغیر ممکن نہیں اور انسان اور سماج کے اس رشتے کی تعمیر وتشکیل میں زبان سب سے بڑا کردار ادا کرتی ہے،لہٰذا زبان افراد کے مابین وہ اہم کڑی ہے جس کی مدد سے سماج تشکیل پاتا ہے۔چونکہ لسانیات زبان کے مطالعے کا نام ہے اس لیے سماج

اورلسانیات کے باہمی رشتے کے مطالعے کوسماجی لسانیات کا نام دیا گیا،جس میں زبان کا مطالعہ سماجی سیاق میں کیا جاتا ہے، بلکہ ماہرین نے اسے زبان کی سماجیات بھی کہا ہے۔

نفسیاتی لسانیات(Psycholinguistics): نفسیاتی لسانیات انسان کےان نفسیاتی اوراعصابیاتی عوامل کا مطالعہ ہے جو اسے زبان سیکھنے، سمجھنے اوراستعمال کرنے کے قابل بناتے ہیں، چونکہ نفسیاتی اور میکانکی عمل مل کرانسانی خیالات کوزبان کا روپ ادا کرتے ہیں، اس لیے میکانکی عمل کے ساتھ ساتھ نفسیاتی عمل کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔نفسیاتی لسانیات میں کلی طور پران نفسیاتی پہلوؤں پرغور کیا جاتا ہے جو زبان سیکھنے، سمجھنے اور استعمال کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔لسانی مطالعے کی اس شاخ میں تین مختلف عوامل کا مطالعہ کیا جاتا ہے.....

(1) زبان کا سیکھنا، سمجھنا اور استعمال کرنا (2) زبان کی ابتدائی تشکیل اور

(3) مادری زبان کےعلاوہ دوسری زبان کے سیکھنے کا عمل۔

اعصابی لسانیات (Neurolinguistics): زبان اور اعصابیات کے تعلقات کا مطالعہ اعصابی لسانیات کا موضوع ہے، اعصابی لسانیات اعصابیات کے اس نظامِ عمل(Mechanisms) کا مطالعہ کرتی ہے جو خیالات کی ترسیل میں اہم کردارادا کرتے ہیں۔اعصابی لسانیات عضویاتی طریقۂ کار(Physiological Mechanism) کا مطالعہ کرتی ہے،جس کے ذریعہ دماغ زبان سے متعلق معلومات پرعمل کرتا ہے۔ اعصابی لسانیات فتور گویائی، دماغی تخیل اور تصور، برقی عضویات (Electrophysiology) گویا مکمل اعصابی نظام کا استعمال کرتے ہوئے لسانیات اورنفسیاتی لسانیات کے نظریات کا احاطہ کرتی ہے۔

لسانی فردیات یا فردارتقا لسانیات (Linguistics Ontogeny): آنٹوجینی کا تعلق اجسامیات سے ہے،جس میں پیدائش سے لےکر وفات تک شخص کی بولی کا مطالعہ کیا جاتا ہے،جس کے مختلف مراحل ہوتے ہیں، بچہ پیدا ہوتا ہےتو اس کا رونا ہی اس کی زبان ہوتی ہے، اسی طرح شخصی زندگی کے آغاز سے انجام تک کے تمام امورونکات کا مطالعہ لسانی فردیات کا موضوع ہے۔

ارتقائی لسانیات(Developmental Linguistics):- لسانی فردیات کے مماثل لسانیات کے اس شعبہ میں فرد کی لسانی قوت کے ارتقاء کا مطالعہ کیا جاتا ہے، خاص طور سے بچپن میں زبان کے حصول کے عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس شعبۂ لسانیات میں زبان کے حصول کے مختلف مراحل کا مطالعہ ذولسانیت کے ذیل میں بھی کیا جاتا ہے کہ نئی زبان کے حصول، مادری زبان کو برقرار رکھنے اور پہلی اور دوسری زبانوں میں ایک زبان کا دوسری زبان سے فائدہ یا نقصان کے مختلف مراحل کا تحقیقی مطالعہ بھی اس شعبے کا موضوع ہے۔

نسلی لسانیات یا بشریاتی لسانیات(Ethnolinguistics or Anthropological Lingustics):- بشریاتی لسانیات، لسانیات کی ایک ذیلی شاخ ہے جو کسی علاقے اور نسل کی زبان کا اس کے وسیع سماجی اور ثقافتی تناظر میں مطالعہ کرتی ہے، مخصوص علاقے کے سماجی اور ثقافتی ڈھانچے کے تعین میں زبان کے کردار کا احاطہ کرتی ہے۔

لسانی عتیقیات(Linguistic Palaentology or Paleolinguistics): اس شعبۂ لسانیات میں انسانی تہذیب کی تاریخ کا تعین اور مطالعہ قدیم زبانوں اور بولیوں کی مدد سے کیا جاتا ہے۔قدیم تاریخ کی کھوج کی وہ شاخ جس میں لسانیات کی مدد لی جاتی ہے۔

بولیوں کا علم (Dialectology): اس علم کو بولی جغرافیہ بھی کہا جاتا ہے۔ پروفیسر اقتدار حسین خاں اپنی کتاب لسانیات کے بنیادی

اصول میں لکھتے ہیں:

''ایک زبان میں کسی خاص زمانے میں مختلف جگہوں پر کیوں فرق پیدا ہوتا ہے، اور ایک ہی زبان علاقہ کے ساتھ کیسے تبدیل ہو جاتی ہے، ان باتوں کا مطالعہ اس ذیل میں آتا ہے، اس طرح زبان کی سطح (Horizontal Plane) پر مطالعہ کو بولی کا مطالعہ یا بولی جغرافیہ کہتے ہیں۔''

(''لسانیات کے بنیادی اصول''، اقتدار حسین خاں، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ 1985، ص 17)

ریاضیاتی لسانیات (Mathematical Linguistic):- ریاضی لسانیات دراصل لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں لسانیات کی دوسری مختلف شاخوں میں ریاضی کے اصولوں کے اطلاق کا مطالعہ کرتی ہے اور لسانیات کے علم کو مزید سائنسی روپ عطا کرتی ہے۔ اعدادی لسانیات ،لسانی زمانیات اور کمپیوٹری لسانیات ریاضی لسانیات کے اطلاق کی سامنے کی مثالیں ہیں۔

اعدادی لسانیات (Statistical Linguistics):- اس شعبۂ علم میں زبان کے مختلف عناصر کی لسانی اکائی کے اعداد و شمار جمع کیے جاتے ہیں، اعدادی لسانیات میں مختلف عناصر (مثلاً اصوات، مصوتہ، مصمتہ، صوتیات، تجزصوتیات، صرفیات، نحویات، معنیات وغیرہ) کے شمار سے حاصل نتائج کی بنا پر زبان کی ترقی اور تغیر کا تاریخی سفر معلوم کیا جاتا ہے، زبان کے علاقے اور جغرافیائی حدود کا تعین کیا جا سکتا ہے، ایک ہی علاقے میں دو زبانیں ایک دوسرے کو کس حد تک متاثر کرتی ہے اور ایک دوسرے سے کس طرح کے اثرات قبول کرتی ہیں۔ زبان میں در آمد خامیوں کو دور کر کے معیاری بنانے کا کام کرتی ہے۔ الفاظ اور اس کی اکائی شمار کر کے اہم ترین اور کثیر الاستعمال الفاظ، حروف اور آواز کے شمار سے زبان کے مشینی استعمال کو آسان تر بنایا جاتا ہے، غیر زبان کی تدریس میں ایسے ہی الفاظ اور حروف کی مدد سے زبان کا سیکھنا آسان بنایا جاتا ہے جو تعداد میں کم اور استعمال میں زیادہ ہوتی ہیں۔ گویا اعدادی لسانیات مختلف شعبۂ لسانیات کو غذا فراہم کرتا ہے۔

لسانی زمانیات (Glotto Chronology):- علم کی اس شاخ نے اعدادی لسانیات سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے، بنیادی الفاظ (وہ الفاظ جو تمام انسانوں کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، جن میں ثقافت کی وجہ سے ترمیم نہیں ہوتی ایسے دوسو(۲۰۰) الفاظ طے کئے گئے ہیں) کی فہرست طے کی گئی۔ اس شعبۂ علم میں لسانیات کی دوسری شاخ تقابلی لسانیات سے بھی مدد لی جاتی ہے۔ ریاضی اور اعدادیات کی قواعد سے مدد لے کر الفاظ کی تاریخ مرتب کی جاتی ہے، ایک ہی خاندان یا ایک ہی شاخ کی دو زبانوں کی ترقی کا جائزہ لیا جاتا ہے، عمر کا اندازہ لگایا جاتا ہے، طئے کیا جاتا ہے کہ یہ زبانیں ایک دوسرے کیوں، کب اور کس طرح الگ ہوئیں۔

مشینی یا کمپیوٹری لسانیات (Computationla Linguistic); لسانیات کی اس شاخ کے تحت لسانیاتی معلومات کی کمپیوٹر میں تخزین کی جاتی ہے اور پھر لسانی مطالعہ کے لیے بوقت ضرورت اس الکٹرونی دماغ کو حرکت دی جاتی ہے، اس علم کا اہم موضوع خود کار ترجمہ کا نظام ہے۔ اس طرح کی مشینی لسانیات کے ذریعہ دنیا کی تمام زبانوں کے بیچ ایک قدر مشترک کی کھوج جاری ہے اس کی مکمل اور معیاری تشکیل سے کسی بھی زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ بے حد آسان ہو جائے گا۔ واضح ہو کہ کمپیوٹر کی زبان صرف دو ہندسے (Digits) پر مشتمل ہے صفر اور ایک جنہیں بائینری ڈیجٹ (Binary Digits-0,1) کہا جاتا ہے، ریاضی کے یہ بنیادی دو ہندسے کمپیوٹر کی زبان تیار کرتے ہیں اور کمپیوٹر اور مشین اور لسانیات کے انسلاک سے ایک علیحدہ شعبہ وجود میں آتا ہے جسے کمپیوٹری لسانیات کہا جاتا ہے۔

تبادلی قواعد (Grammatical Conversion): تبادلی قواعد لسانیات کا جدید ترین نظریہ ہے جسے مشہور عالم نوم چامسکی (Noam Chomsky) نے لسانیات میں متعارف کیا، چامسکی نے سب سے پہلے 1957ء میں تبادلی قواعد کا خاکہ پیش کیا اس کے مطابق لسانیاتی

مطالعے میں زبان کا تجزیاتی مطالعہ اور اندرونی اکائیوں کی درجہ بندی کو زیادہ اہم سمجھا گیا اور اسی نظریہ کی وجہ سے مختلف زبانوں کی آپسی فرق کو زیادہ اجاگر کیا گیا نہ کہ ان کی یکسانیات کو۔ تبادلی قواعد کے ذریعہ زبانوں کی ان یکسانیات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

1.4 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ لسانیات عربی لفظ 'لسان' سے مشتق ہے، جس کے معنی زبان کے ہوتے ہیں۔ زبان ہی انسان کو دوسری ذی روح مخلوقات سے ممیّز بھی کرتی ہے۔

☆ زبان ہر انسان کی انفرادی اور اجتماعی ضرورت ہے، زبان کے بغیر نہ کوئی انسان اپنے جذبات کا اظہار کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی کوئی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ غرض کہ زبان انسان کی معاشرتی زندگی کے لئے سب سے اہم اور ضروری شے ہے۔

☆ یوں تو زبان کی مختلف تعریفیں بیان کی جاتی ہیں کوئی زبان کو خدائی عطیہ قرار دیتا ہے تو کوئی زبان کو ارادۃً پیدا کی گئی من مانی صوتی علامات کا ایک آئین مقرر قرار دیتا ہے۔

☆ گرچہ زبان ودیعت الٰہی ہے مگر ایک میکانکی عمل بھی ہے، لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب کہنے والا ایک میکانکی اور جسمانی عمل کے ذریعہ یعنی آوازوں کی مدد سے سننے والے کے ذہن میں ایک شعوری کیفیت پیدا کرتا ہے اور زبان، تالو، حلق، دانت، ہونٹ اور پھیپھڑے (اعضائے نطق) کے مرکب عمل دماغ اثر پذیر ہوتا ہے اور معنی خیز خیالات پیدا ہوتے ہیں جن کا اظہار آواز کے ذریعہ کیا جاتا ہے، یہی معنی خیز آواز ''زبان'' ہے۔

☆ زبان قوتِ گویائی اور سماعت کی مدد سے جذبات کے اظہار اور خیالات کی ترسیل وابلاغ کا ذریعہ ہے۔ زبان تکلمی اور سمعی آوازوں کا ایسا مربوط نظام ہے جس کے تحت کسی مخصوص سماج یا انسانی گروہ میں روایتی طور پر باہمی ترسیل وابلاغ کے لئے ان آوازوں اور آوازوں کے مجموعہ (لفظ) کے مسلم معنی معین کر لئے گئے ہوں تا کہ اس سماج یا گروہ میں وہ مخصوص آوازیں اور الفاظ مشترکہ طور پر بامعنی اور قابلِ فہم ہوں۔

☆ تہذیب وتمدن کی ترقی میں زبانوں کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے، ساتھ ہی زبان ہی وہ شئے ہے جو روزمرہ کی عام زندگی میں آپس کے تعلقات کے لئے قومی زندگی کی تعمیر اور تنظیم پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔

☆ زبان زندگی کے ہر شعبہ پر اس قدر گہرا اثر ڈالتی ہے کہ اس کا مطالعہ انسان کے تاریخی، سیاسی یا سماجی مطالعہ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا ہے۔

☆ زبان انسانی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر انسان کا تصور ممکن نہیں، دنیا میں بہت ساری زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں ساتھ ہی تحریری اور تقریری شکل میں استعمال کی جاتی ہیں۔ مگر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ زبان بولنا اور فصاحت کے ساتھ بولنا ایک فن ہے اور زبان کے اصول جاننا اور اس میں ایک نظام قائم کرنا علم ہے۔

☆ یہی وجہ ہے کہ ہر بولنے والا زبان کے اصول سے واقف نہیں ہوتا، اور شاید یہ سب کے لئے ضروری بھی نہیں ہوتا۔ شروعات میں ماہرین زبان نے ایک ہی زبان کو بنیاد مان کر زبان دانی کے اصول قائم کئے، ایک ہی زبان کے مطالعے سے جو نتائج نکلتے انہیں کی مدد سے انسانی زبان کے بعض مشترک اصول اور قوانین بھی قیاس کر لئے جاتے۔

☆ تقریباً تین صدیوں سے دنیا میں خاص طور پر یوروپ میں کوشش جاری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کسی ایک زبان کا دوسری زبان سے کہاں تک تعلق ہے اگر تعلق ہے تو کس قسم کا؟

☆ ان تعلقات کو معلوم کرنے کے بعد دنیا کی تمام زبانوں کو کتنے مختلف گروہوں یا خاندانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، اس طریقے کے ذیل میں نئی اور پرانی سب ہی زبانیں زیر تحقیق آئیں اور آرہی ہیں۔

☆ ظاہر ہے کہ اس ہمہ گیر معلومات کی بنا پر علم کی ایک شاخ قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی جس کی بنیاد قیاس آرائی نہیں بلکہ جدید تحقیق ہو جو زیادہ بھروسے کے قابل ہو، اسی شعبہ علم کو ''علم زبان'' یا ''لسانیات'' کا نام دیا گیا، چونکہ علم زبان ایک طویل نام ہے لہٰذا ماہرین نے ''لسانیات'' کو ترجیح دیا ہے۔

☆ زبان کی پیدائش، اس کے ارتقا اور متواتر ہونے والی تبدیلیوں، الفاظ کی ساخت، اصوات کے مطالعے کو ''لسانیات'' کہتے ہیں، جس کے ذریعہ کسی زبان کی ماہیئت، تشکیل، ارتقا، زندگی اور وفات کے متعلق جانکاری حاصل ہوتی ہے۔

☆ زبان کا تجزیہ، زبان کی تاریخ، زبان کے باہمی نقاط و ارتباط، ان کی معنوی ساخت، اس کے اصوات کا مطالعہ، تقسیم و گروہ بندی، اس کے قواعد اور الفاظ کے ماخذ و معنی کے متعلق چھان بین لسانیات کا دائرہ کار ہے۔

☆ اردو میں لسانیاتی تحقیق کے دو خاص پہلو ہوتے ہیں تاریخی و تقابلی اور توضیحی۔ پہلے کا تعلق زبان کی ابتدا کے ضمن میں تحقیق اور مختلف نظریے اور خاندان السنہ سے ہے اور دوسرا صوتیات، دخیل آوازیں، حروف تہجی، صوتی تغیر و تبدل، املا صحت الفاظ، رسم الخط وغیرہ سے متعلق ہے۔

☆ المختصر کہ ''زبان کے سائنسی طریقہ مطالعہ کو لسانیات کہتے ہیں۔'' لسانیات وہ علم ہے جس کے ذریعہ زبانوں کی تخلیق اور ترقی کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ زبان کی پیدائش، ارتقا، اس کی ساخت اور فطرت کا تفصیلی و سائنسی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

☆ چونکہ لسانیات کا اصل موضوع زبان کا مطالعہ ہے لہٰذا اس شعبۂ علم میں زبان کی موجودہ صورتحال، زبانوں میں متواتر ہونے والی تبدیلیوں اور دنیا کی مختلف زبانوں کی ایک دوسرے سے مطابقت کے بارے میں بھی مطالعہ کیا جاتا ہے، ساتھ ہی یہ بھی معلوم کیا جاتا ہے کہ دنیا کے دیگر علوم و فنون، آثار قدیمہ اور دنیا کے جغرافیائی حالات سے زبان کا کیا تعلق ہے۔

☆ غرض کہ لسانیات ایک ہمہ گیر علم ہے جس کا دائرہ بے حد وسیع ہے، جو انسانی علم کی ہر شاخ سے غذا حاصل کرتی ہے اور اس کے معاوضے میں ہر علم کو قوت پہنچاتی ہے۔

1.5 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
مشتق	:	اخذ کیا ہوا، نکلا ہوا
نطق	:	بولنے کی قوت
تکلم	:	بولنا، بات کرنا

گویائی	:	گفتگو، بول چال
ودیعت	:	سپردگی
انسلاک	:	وابستگی، منسلک ہونا
تعین	:	معین کرنا، مخصوص کرنا

1.6 نمونہ امتحانی سوالات

1.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ لسانیات کس زبان کا لفظ ہے؟

2۔ لسانیات کا اصل موضوع کیا ہے؟

3۔ انسان اور حیوان میں بنیادی فرق کس بات کا ہے؟

4۔ اردو میں زبان کے سائنٹفک طرز مطالعہ کا آغاز کس نے کیا؟

5۔ پوری دنیا میں تقریباً کتنی زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں؟

6۔ 'لسانیات کے بنیادی اصول' کا مصنف کون ہے؟

7۔ لسانیات کی اس شاخ کا نام بتائیے جس کا موضوع زبان کے مختلف اجزا اور ان کے باہمی رشتے کا مطالعہ کرنا ہے۔

8۔ ایک زبان میں کہی ہوئی بات کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا فن کیا کہلاتا ہے؟

9۔ زبان آوازوں کا ایسا مجموعہ ہے جس میں .... کی ترتیب ہوتی ہے۔

10۔ زبان قوت گویائی اور............ کی مدد سے............ کے اظہار اور خیالات کی ترسیل وابلاغ کا ذریعہ ہے۔

1.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ زبان کی تعریف بیان کریں۔

2۔ لسانیات کسے کہتے ہیں؟

3۔ سائنسی مطالعہ کی خصوصیات بیان کیجیے۔

4۔ لسانیاتی مطالعے کی افادیت واہمیت بیان کیجیے۔

5۔ ''زبان اور علم زبان'' پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

1.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ لسانیات کی عمومی تعریف کرتے ہوئے اس کی اہمیت اور افادیت بیان کیجیے۔

2۔ لسانیات کی رو سے اس کی مختلف تعریفوں کا جائزہ لیجیے۔

3۔ لسانیات کی مختلف شاخوں کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

1.7 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	ہندوستانی لسانیات	پروفیسر محی الدین قادری زور
2۔	لسانی مطالعے	پروفیسر گیان چند جین
3۔	زبان اور علم زبان	پروفیر عبدالقادر سروری
4۔	مولانا محمد حسین آزاد	سخندان فارس
5۔	زبان کیا ہے؟	پروفیسر خلیل صدیقی
6۔	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں

اکائی 2: صوتیات

(Phonetics)

اکائی کے اجزا

2.0 تمہید

2.1 مقاصد

2.2 صوتیات کی شاخیں (Branches of Phonetics)

2.2.1 تلفظی صوتیات (Articulatory Phonetics)

2.2.1.1 ہوائی جوف کا نظام عمل (Airstream Mechanism)

2.2.1.2 صوت ادائیگی عمل (Phonation Process)

2.2.1.3 دہنی انفی عمل (Oro-Nasal Process)

2.2.2 اعضائے تکلم (Speech Organs)

2.2.2.1 تنفّسی نظام (Respiratory system)

2.2.2.2 صوتی نظام (Phonatory system)

2.2.2.3 تلفظی نظام (Articulatory System)

2.3 مصمتے اور مصوتے (Consonants and Vowels)

2.3.1 مصمتے (Consonants)

2.3.1.1 مقام تلفظ (Point of Articulation)

2.3.1.2 طریقہ تلفظ (Manner of Articulation)

2.3.2 مصوتے (Vowels)

2.3.2.1 ہونٹوں کا مقام (Position of the Tongue)

2.3.2.2 زبان کا حصہ (Part of the Tongue)

2.3.2.3 زبان کی اونچائی (Height of the tongue)

2.4 آئی-پی-اے- تحریر (IPA Transcription)

2.4.1 تجزصوتیاتی تحریر (وسیع تحریر) (Phonemic Transcription (Broad)

2.4.2 صوتیاتی تحریر(محدود تحریر)(Phonetic Transcription (Narrow)

2.5 بنیادی یا اساسی مصوتے (Cardinal Vowels)

2.5.1 یک مصوتے (Monophthongs)

2.5.2 دہرے مصوتے (Diphthongs)

2.6 پیچیدہ تلفظ (Complex articulation)

2.6.1 ثانوی تلفظ (Secondary Articulation)

2.6.1.1 لب کاری(Labialization)

2.6.1.2 تالویانا/حنکیت (Palatalization)

2.6.1.3 غشائیت/غشا کاری:

2.6.1.4 حلقومیت (Pharyngealization)

2.6.2 ہم مخرجی(Co-Articulation)

2.6.2.1 متوقع ہم مخرجی (Anticipatory Co-Articulation)

2.6.2.2 تقدمی ہم مخرج (Progressive Co-Articulation)

2.7 فوق قطع (Suprasegmental)

2.7.1 تاکید/زور (Stress)

2.7.2 سر(Pitch)

2.7.3 اتصال(Juncture)

2.7.4 سمعیاتی صوتیات (Acoustic Phonetics)

2.8 صوتی لہریں(Sound Waves)

2.8.1 تعدد، وقفہ اور فراخی(Frequency, Period & Amplitude)

2.8.2 سر اور بلند آوازی (Pitch and Loudness)

2.8.3 بنیادی تعدد اور علم ہم آہنگی (Fundamental Frequency and Harmonics)

2.8.4 شمعیاتی خط/تشکیلیہ (Formant)

2.8.5 "Spectrum" اور "Spectrogram"

2.8.6 Burst ، شور(Noise)،طور(Voice)

2.8.7 Voice Oncet Time (VOT)

2.9 سمعیاتی صوتیات(Auditory Phonetics)
2.10 اکتسابی نتائج
2.11 کلیدی الفاظ
2.12 نمونہ امتحانی سوالات
2.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
2.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
2.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
2.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

2.0 تمہید

صوتیات لفظ صوت سے ماخوذ ہے اور صوت کے معنی آواز کے ہوتے ہیں اسی وجہ سے صوتیات کا تعلق آواز سے ہے۔صوتیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جس کے تحت زبان میں تلفظی آوازوں کا توجیہی اور تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔لسانیات کی اس شاخ میں آوازیں کیسے پیدا ہوتی ہیں، اور ان کی درجہ بندی کس طرح کی جاتی ہے، آوازوں کے مخارج کا مطالعہ اور جسم کے ان اعضا کا مطالعہ کرتے ہیں جن کے ذریعے زبان وجود میں آتی ہے۔اسی لئے اس شعبہ میں تکلمی آوازوں، اعضائے تکلم کی ہیئت اور حرکت کا تفصیلی طور سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔صوتیات کا بنیادی مقصد انسانی آوازوں(Human Voices) کا سائنسی مطالعہ(Scientific Study) کرنا ہے۔صوتیاتی مطالعہ میں ہم کسی خاص زبان کی تلفظی آوازوں کو نہیں بلکہ انسانی آوازوں کا عمومی مطالعہ کرتے ہیں۔اس لیے صوتیاتی مطالعہ میں انسانی آواز سے مراد وہ تمام آوازیں جو الفاظ کی ادئیگی میں معاون اور مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان آوازوں کا تعلق دنیا کی کسی بھی زبان سے ہوسکتا ہے۔لسانیات کی اس شاخ میں، آوازوں کی تشکیل، ادائیگی، ترسیل، ان کی سمعیاتی کیفیات اور صوفی تغیرات وصوتی تبدیلی پر تفصیلی طور سے گفتگو کی جاتی ہے۔

2.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ:

- ☆ صوتیات کے بنیادی تصورات سے متعارف ہوسکیں۔
- ☆ تکلمی صوت کی پیداوار، تفصیلی وضاحت اور درجہ بندی کو سمجھ سکیں۔
- ☆ تکلمی صوت کی قطعاتی اور فوق قطعاتی خصوصیات کے درمیان فرق کو سمجھ سکیں۔
- ☆ لسانی ڈیٹا کو تحریر(Transcibe) کرنے کی تربیت سے واقف ہوسکیں۔

2.2 صوتیات کی شاخیں(Branches of Phonetics)

صوتیات کی مدد سے ہم آوزوں کی ادائیگی (Articulation) اس کی منتقلی (Transmission) اور اس کے احساس (Perception) کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔اسی بنیاد پر صوتیات کی تین شاخوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

الف۔ تلفظی صوتیات (Articulatory Phonetics)

ب۔ سمعیاتی صوتیات (Acoustic Phonetics)

ج۔ سماعی صوتیات (Auditory Phonetics)

2.2.1 تلفظی صوتیات (Articulatory Phonetics)

اس شعبہ علم میں انسانی آوازوں اوران کی تخلیق کے عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن کا تعلق نطق انسانی سے ہے، اس میں انسانی آوازوں (Human voice) کی ادائیگی کے عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔آواز کی ادائیگی ایک میکانکی عمل ہے جو اعضائے تکلم (Organs of Speech) کے ذریعے تکمیل کو پہنچتا ہے۔

تکلمی صوت کی ادئیگی میں تین نظام شامل ہیں۔

1۔ ہوائی جوف کا نظام عمل (Airstream Mechanism)

2۔ صوت ادائیگی کا عمل (Phonation Process)

3۔ دہنی انفی کا عمل (Oro-Nasal Process)

2.2.1.1 ہوائی جوف کا نظام عمل (Airstream Mechanism)

ہوائی جوف کے نظام عمل کا کام صوتی نالی (Vocal Tract) میں ہوا کے بہاؤ کی تخلیق کرنا اور تقریری آوازوں کی پیداوار کے لئے ضروری توانائی فراہم کرنا ہے۔

درج ذیل تکلمی عمل (Speech Production) میں شامل تین ہوائی جوفوں کا نظام عمل کو بیان کیا گیا ہے۔

پھیپھڑوں کا/ریوی ہوائی بہاؤ (Pulmonic Airstream)

ریوی ہوائی جوف میں، آوازیں پھیپھڑوں کی طرف سے شروع ہونے والے ہوا کے بہاؤ کو مختلف رکاوٹوں کے بعد صوتی نالی تک لاتی ہیں۔ یہ دو طرح کی ہوسکتی ہے یعنی ''پھیپھڑوں کا درآمدی تنفس'' (Pulmonic Ingressive) اور '' پھیپھڑوں کا باہری ہوائی بہاؤ'' (Pulmonic Egressive)۔

Pulmonic Egressive میں پھیپھڑوں سے خارج ہونے والی ہوا شامل ہوتی ہے جبکہ Pulmonic Ingressive میں پھیپھڑوں میں سانس لینے والی ہوا شامل ہوتی ہے۔زیادہ تر آوازیں Pulmonic Egressive ہوائی بہاؤ کے نظام عمل کے ذریعہ وجود میں آتی ہیں۔

حلقی ہوائی بہاؤ (Glottalic Airstream)

پھیپھڑوں سے خارج ہونے والی ہوا حلق (Glottis) کے بند ہونے سے گلے (Throat) میں رک جاتی ہے۔حلق کا یہ بند ہونا صوتی نالی میں تھوڑی سی ہوا کو پھنسا دیتا ہے۔اس پھنسی ہوئی ہوا کا استعمال صوتی عمل (Speech Production) میں کیا جاتا ہے۔

اگر بند حلق اوپر کی طرف جا کر ہوا کو باہر کی طرف دھکیلتا ہے، تو اس صورت میں پیدا ہونے والی آواز کو اخراج (Ejectives) کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر Hausa, Amharic زبانیں وغیرہ۔

اگر بند حلق نیچے کی طرف جا کر ہوا کو اندر کی طرف دھکیلتا ہے، تو اس صورت میں پیدا ہونے والی آواز کو درکشید (Implosive) کہتے ہیں۔

عشائی ہوائی بہاؤ (Velaric Airstream)

زبان کا پچھلا حصہ اور زبان کا اگلا حصہ یا ہونٹ، دہنی جوف (Oral Cavity) کو دونوں طرف سے بند کر کے، پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا کو روک لیتے ہیں۔ اور جب یہ رکاوٹ ختم ہوتی تو، ہوا اندر کی طرف داخل ہوتی ہے اس صورت میں پیدا ہونے والی آواز کو چٹکار (Click) کہتے ہیں۔

2.2.1.2 صوت ادائیگی عمل (Phonation Process)

حنجرہ (Larynx) میں صوت تانت (vocal cords) کے عضلات (Muscles) مختلف طریقوں سے برتاؤ کر کے آوازں کو متاثر کرتے ہیں۔ صوتی تانت (vocal cords) میں ہونے والے ان اثرات کو صوت ادائیگی (Phonation) کہتے ہیں اور یہ ساری سرگرمیاں حنجرہ (larynx) میں ہوتی ہیں۔

غیر مسموع (Voiceless)

جب صوتی تانت کے درمیان فاصلہ حائل ہو، اور پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا آزادانہ طور پر بہہ رہی ہو، اس وقت پیدا ہونے والی آوازیں غیر مسموع (Voiceless) کہلاتی ہیں۔ اس قسم کے ہوا کے بہاؤ کو NilPhonation کہا جاتا ہے۔ بہت سے غیر مسموع (Voiceless) تکلم کے لیے Nilphonation کا استعمال کیا جاتا ہے۔

جیسے انگریزی الفاظ feet, seat, میں [f, s] کی آوازیں۔

گونج دار/ مسموع (Voiced)

جب صوتی تانت بالکل بند ہوتی ہے، تب صوتی تہہ (Vocal Fold) کی لرزش کے ذریعے پیدا ہونے والی آوازوں کو گونج دار/ مسموع (Voiced) آواز کہا جاتا ہے۔ صوتی تہہ (Vocal Fold) کا لرزش سائیکل (Vibratory Cycles)، ایک بالغ مرد متکلم میں اوسطاً 120 بار فی سیکنڈ اور ایک بالغ خاتون میں اوسطاً 220 بار فی سیکنڈ بار دہرایا جاتا ہے۔ مثلاً، اگر آپ اپنی انگلیاں اپنے کنٹھ (Throat) کے اوپر رکھیں اور [z] کی آواز نکالیں تو آپ حنجرہ (Larynx) کے اندر صوتی تہہ (Vocal Fold) کی لرزش کو محسوس کر سکتے ہیں۔

پھسپھساہٹ (Whisper)

پھسپھساہٹ کے لیے، حلق (Glottis) کو مرکزی اہمیت حاصل ہوتی ہے جس میں یہ زیادہ سے زیادہ کھلنے کے تقریباً 25 فیصد تک محدود ہو، اور اس کی ادائیگی کے لیے صوتی تہہ غیر مسموع ہونے کی بجائے ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔

خراش دار مسموعیت (Creaky)

یہاں، صوتی تہہ (Vocal Fold) کا پچھلا حصہ بند ہے۔ اس میں کم ذیلی حلقی (Glottal) دباؤ اور کم رفتار والا ہوا کا بہاؤ، اور صوتی تہہ کی لرزش (Vibration) کی تعدد/ تواتر (Frequency) 30-50 ہرٹج کے قریب ہو۔

2.2.1.3 دہنی انفی عمل (Oro-Nasal Process)

تقریری آوازیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب حرکت پذیر ہوا کسی نہ کسی طرح صوتی نالی (Vocal Tract) میں رکاوٹ بن جاتی

ہے۔صوتی نالی(Vocal Tract) تین جڑی ہوئی جوفوں پر مشتمل ہوتی ہے یعنی دہنی جوف(Oral Cavity)،انفی جوف(Nasal Cavity) اورحلقومی جوف (Pharyngeal Cavity)، ہوا کے ساتھ جو کچھ بھی اس جوف میں ہوتا ہے اسے دہنی انفی عمل(Oro-Nasal Process) کہتے ہیں۔

2.2.2 اعضائے تکلم (Speech Organs):

آواز کی پیداوار میں شامل اعضاء کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، تنفّسی نظام (Respiratory system) صوتی نظام (Phonatory system)اور تلفظی نظام (Articulatory system)۔

2.2.2.1 تنفّسی نظام (Respiratory system)

تنفّسی نظام پھیپھڑوں، سینے کے عضلات اور سانس نلی (Trachea) پر مشتمل ہوتا ہے۔جب تنفّسی عضلات کے عمل سے پھیپھڑوں کے خانے سکڑ جاتے ہیں تو پھیپھڑوں سے ہوا باہر کی طرف نکل جاتی ہے۔نیز جو ہوا سانس نلی سے گزرتی ہے اسے تقریری آوازوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔اس طرح، پھیپھڑوں اور سانس نلی کا کام تکلم کے تلفظ کے لیے ضروری ہوا کا بہاؤ فراہم کرتا ہے۔

2.2.2.2 صوتی نظام(Phonatory system)

یہ حنجرہ (Larynx) یا طور باکس (Voice Box) پر مشتمل ہے، جو سانس نلی کے اوپری حصے میں واقع ہے، حنجرہ تین غیر جوڑ (Large Cartilage)'-{حلق پوش (Epiglottis)، درقی کری (Thyroid Cartilage) حلقہ نما کنٹھ کری (Cricoid Cartilage)}اور تین چھوٹی کری(Small Cartilage) کے جوڑے Arytenoids, Corniculae,) (Cuniform پر مشتمل ہے۔

پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا سانس نلی اور حنجرہ سے باہر نکلتی ہے۔حنجرہ میں ہونٹ نما ڈھانچے کا ایک جوڑا ہوتا ہے جس کو صوتی تانت (Vocal Cords)یا صوتی تہہ (Vocal Fold) کہتے ہیں۔وہ سامنے سے منسلک ہوتے ہیں اور پیچھے سے الگ ہوتے ہیں۔صوتی تانت (Vocal Cords) کے درمیان کی خلہ کو حلق (Glottis) کہتے ہیں۔

2.2.2.3 تلفظی نظام(Articulatory System)

تلفظی نظام، حلقوم(Pharynx)، دہنی جوف(Oral Cavity)،اور انفی جوف Nasal Cavity) پر مشتمل ہوتا ہے۔آوازوں میں فرق کرنے میں منہ کا اوپری حصہ اہم کردار رکھتا ہے۔

تلفظی نظام کے بنیادی اجزاء میں، لثہ(Teeth Ridge)، سخت تالو(Hard Palate)، غشا (Soft Palate) اور لہات یا کوا (uvula)شامل ہیں۔

منہ کے اوپری اور سامنے والے دانتوں کے فوراً پیچھے کا سخت محدب حصہ (Hard Covex Place) اندرونی مسوڑھا (Teeth Ridge) یا لثہ (Alveolar Ridge) کہلاتا ہے۔اس کے علاوہ لثہ کے پیچھے سخت مقعر کا حصہ سخت تالو (Hard Palate) کہلاتا ہے۔

منہ کے پیچھے کا اوپری حصہ نرم ہوتا ہے اور اس حصے کو نرم تالو یا غشا (Soft Palate) کہتے ہیں۔نرم تالو کے سرے پر نرم انگلی جیسی ساخت نمایاں ہوتی ہے جسے لہات (Uvula) کہتے ہیں۔

نرم تالو کو نیچے یا اوپر کی طرف اٹھایا جاسکتا ہے۔نرم تالو کو اگر اس طرح بلند کیا جائے کہ وہ گردن کے پچھلے حصے،حلقوم سے چھو جائے تو انفی راستہ بند ہو جائے گا اور ہوا صرف منہ سے ہی نکل سکتی ہے۔اس طرح منہ کے راستے سے پیدا ہونے والی آوازیں دہنی آوازیں کہلاتی ہیں۔

اگر نرم تالو کو نیچے کی طرف ڈھکیلا جائے تا کہ انفی راستہ کھل جائے،اور دہنی راستہ بند ہو جائے،تو ہوا صرف ناک سے ہی نکل سکتی ہے۔ایسی آوازیں جن کی پیداوار کے دوران ہوا صرف ناک سے نکلتی ہے،انفی آوازیں کہلاتی ہیں۔بعض آوازوں کی پیداوار کے دوران،نرم تالو کو نیچے کی طرف اس طرح ڈھکیلا جائے کہ منہ اور ناک دونوں کا راستہ کھلا رہے۔اس صورت میں،پھیپھڑوں سے نکلنے والی ہوا بیک وقت ناک اور منہ کے ذریعے باہر جاسکتی ہے۔ایسی آوازوں کو انفیہ شدہ(Nasalized) آوازیں کہتے ہیں۔

زبان کے لحاظ سے اعضائے تکلم الفاظ کی ادائیگی سے عبارت ہے۔تفصیل کے لیے زبان کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔زبان کا وہ حصہ جو لثہ کے سامنے ہوتا ہے جب زبان خاموشی کی حالت میں ہوتی ہے اسے تیغۂ زبان(Blade) کہتے ہیں۔تیغۂ زبان کی انتہائی نوک کو نوک(Tip) کہا جاتا ہے۔ایک ساتھ نوک اور تیغۂ زبان کے استعمال کو ''Apex'' کہا جاتا ہے۔ جب اعضائے تکلم غیر متحرک ہوتے ہیں ایسی صورت میں زبان کا وہ حصہ جو سخت تالو کے بالمقابل ہوتا ہے اسے پیش زبان یا زبان کا اگلا حصہ(Fornt Part of the Tongue) کہا جاتا ہے۔اور زبان کا وہ حصہ جو نرم تالو کے بالمقابل ہوتا ہے،وہ عقب زبان (Back part of the Tongue) سے مراد ہے۔

2.3 مصمتے اور مصوتے(Consonants and Vowels)

2.3.1 مصمتے (Consonants) :

جب باہر آتی ہوئی ہوا،دہنی جوف(Oral cavity) کے اندر کسی رکاوٹ کی وجہ سے آواز پیدا کرے۔مصمتے کہلاتے ہیں۔مثال کے طور پر''پ'' کی ادائیگی میں باہر آتی ہوا کو دونوں ہونٹوں کے درمیان روکا جاتا ہے اسی وجہ سے اسے مصمتہ(Consonant کہا جاتا ہے مصمتوں کی درجہ بندی درج ذیل معلومات کی بنیاد پر بیان کی جاتی ہے۔

☆ **ہوائی جوف کا نظام عمل(Airstream Mechanism)**

- ☆ ریوی (Pulmonic)
- ☆ حلقی(Glottalic)
- ☆ غشائی(Velaric)
- ☆ حلق کی حالت(مسموع/غیر مسموع(Voiceless/Voiced)
- ☆ مقام تلفظ (Point of Articulation)
- ☆ طریقہ تلفظ (Manner of Articulation)
- ☆ نرم تالو(Soft Palate) کا مقام(دہنی،انفی،اور انفیہ شدہ)

2.3.1.1 مقام تلفظ (Point of Articulation)

مقام تلفظ کی بنیاد پر مصمتوں کی درج ذیل درجہ بندی کی جاسکتی ہے:

لبی(Labial)

آوازوں کی ادائیگی میں، ہونٹ شامل ہوتے ہیں۔اورانہیں دوقسموں، دولبی(Bilabial)اورلب دندانی(Labio-dental) میں تقسیم کیا گیا ہے۔دولبی آوازیں (’پ‘،’ب‘،’م‘) وہ ہیں جن کی ادائیگی میں دونوں ہونٹ شامل ہیں۔لب دندانی آواز (’ف‘) نچلے ہونٹ کے خلاف دانتوں کی اوپری قطار کے ساتھ ادا ہوتی ہیں۔

دندانی(Dental)

دانتوں کی اوپری قطار کے خلاف زبان کی نوک سے پیدا ہونے والی آوازوں کو دانتوں کی آوازیں کہتے ہیں۔مثال کے طور پر: (/ð/)۔

لثوی (Alveolar)

یہ آوازیں زبان کی نوک یا تیغۂ زبان کو لثہ (Teeth Ridge) سے ٹکرانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر: (ٹ،ڈ،ن،ل،س،ز،ر)۔

پس لثوی(Post Alveolar)

یہ آوازیں زبان کی نوک جو کہ ”فعل تلفظ کار“ (Active Articulator) (فعل تلفظ کار سے مراد آواز کی ادائیگی میں حرکت پیدا کرنے والے اعضا) اور لثوی قوس (Alveolar Ridge) کا پچھلا حصہ جو کہ ”غیر فعال تلفظ کار“ (Passive Articulator) (غیر فعل تلفظ کار آواز کی ادائیگی میں غیر متحرک رہتے ہیں) کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہیں۔۔مثال کے طور پر: (ش،ژ)۔

تالوی/حنکی(Palatal)

تالوی آوازوں کی ادائیگی میں زبان کا اگلا حصہ سخت تالو کی طرف اٹھایا جاتا ہے،اوراس کے ٹکراؤ سے پیدا ہونے والی آواز کو تالوی آواز کہتے ہیں۔مثال کے طور پر: (چ،ج)

غشائی (Velar)

غشائی آوازوں کی ادائیگی میں، زبان کا پچھلا حصہ یا عقب زبان نرم تالو سے ٹکرایا جاتا ہے۔مثال کے طور پر: (ک،گ)۔

حلقی(Glottal)

حلقی آوازیں حلق(Glottis) میں پیدا ہوتی ہیں۔مثال کے طور پر: (ح)۔

لہاتی(Uvular)

لہات میں پیدا ہونے والی آوازوں کو لہاتی آواز کہا جاتا ہے۔مثال کے طور پر: (ق)۔

حلقومی(Pharyngeal)

حلقومی آوازیں وہ آوازیں ہیں جو حلقوم میں پیدا ہوتی ہیں۔مثال کے طور پر: (/؟/)۔

2.3.1.2 طریقۂ تلفظ (Manner of Articulation)

طریقۂ تلفظ کی بنیاد پر، مصمتوں کی درج ذیل درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔

بندشیہ (Stop)

ان آوازوں کی ادائیگی میں، دہنی جوف کے کسی حصے میں، ہوائی بہاؤ کی مکمل بندش ہوتی ہے اور اس کے بعد اچانک جاری ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر: (پ، ب، ٹ، ڈ، ک، گ)

صفیریہ (Fricatives)

ان آوازوں کی ادائیگی میں، تلفظ کاروں کو اتنا قریب لایا جاتا ہے کہ ہوا ایک تنگ جگہ سے گزرتی ہے جس کی وجہ سے ''سمعی رگڑ'' یا ''سسکاری آواز'' (Hissing Sound) آتی ہے۔ صفیریہ کی ادائیگی میں، تلفظ کار کو ایک دوسرے کے قریب تو لایا جاتا ہے لیکن پوری بندش نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر: (ف، س، ز)

بند صفیریہ یا نیم بندشیہ (Affricates)

بندشیہ اور صفیریہ کے مجموعہ کو بند صفیریہ کہتے ہیں۔ ان آوازوں کی ادائیگی کے لئے ابتدا میں تلفظ کار مکمل بندش کی حالت میں ہوتے ہیں پھر اچانک ہوا کو خارج کر کے ایک رگڑ پیدا کی جاتی ہے جس سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر: (چ)

ارتعاشیہ (Trill)

ارتعاشیہ کی ادائیگی میں، تلفظ کاروں کو کئی بار ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں لایا جاتا ہے، جس سے تیزی کے ساتھ وقفے وقفے سے تھپک دار آوازوں کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر: (ر)

تھپک (Flap)

تھپک ارتعاشیہ کی ایک واحد مثال ہے جہاں تلفظ کار جلدی سے ایک ساتھ آتے ہیں اور دور چلے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر: تھپک امریکی انگریزی میں پایا جاتا ہے، جہاں یہ 't' کے لیے 'better' جیسے الفاظ میں استعمال ہوتا ہے، یا 'Harry' میں 'r' کے لیے برطانوی انگریزی کی پرانی شکلوں میں استعمال ہوتا ہے۔

پہلوئی (Lateral)

پہلوئی مصمتہ دہنی راستے سے پیدا ہوتا ہے جہاں منہ کا مرکزی حصہ زبان کے ساتھ بند ہوتا ہے، لیکن اطراف میں کھلا ہوتا ہے۔ اور ایسی صورت میں پیدا ہوئی آواز کو پہلوئی مصمتہ کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر: (ل)۔

انفی (Nasal)

انفی مصمتہ کی ادائیگی میں، نرم تالو کو نیچے رکھا جاتا ہے تا کہ ہوا کے لیے ناک کا راستہ کھلا رہے جبکہ بعض اوقات دہنی راستہ مکمل طور پر بند ہو جاتا ہے۔ اور ایسی حالت میں پیدا ہونے والی آواز کو انفی آواز کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر: (م، ن)

2.3.2 مصوتے (Vowels)

مصوتے ایسی مسموع آوازیں ہیں جن کی ادائیگی کے دوران ہوا آزادانہ اور مسلسل دہنی جوف سے کسی رکاوٹ کے بغیر نکلتی رہتی ہے۔مگر صوتی تانت میں لرزش کی وجہ سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

مصوتوں کی درجہ بندی مندرجہ ذیل بنیاد پر کی جاسکتی ہے:

ہونٹوں کا مقام (Position of the Tongue)

زبان کا حصہ (Part of the tongue)

زبان کی اونچائی (Height of the tongue)

2.3.2.1 ہونٹوں کا مقام (Position of the Tongue)

ہونٹوں کے مقام کے مطابق مصوتوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

a) مدور مصوتہ (Rounded Vowel): مدور مصوتے وہ ہیں جن کی ادائیگی کے دوران ہونٹ گول ہوتے ہیں۔

b) غیر مدور مصوتہ (Unrounded Vowel): غیر مدور مصوتے وہ ہیں، جن کی ائیگی کے دوران ہونٹ پھیلے (Spread) یا ناوابستہ (Neutral) ہوتے ہیں۔

2.3.2.2 زبان کا حصہ (Part of the Tongue)

کسی بھی مصوتہ کی ادائیگی کے لئے، زبان کے جس حصے کو اوپر اٹھایا جاتا ہے اس کے مطابق مصوتوں درج ذیل درجہ بندی کی جاتی ہے۔

اگلا مصوتہ (Front Vowel)

اگلے مصوتے کی ادائیگی میں، زبان کا اگلا حصہ سخت تالو کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔

مصوتہ (Back Vowel)

پچھلے مصوتے کی ادائیگی کے دوران عقب زبان کو نرم تالو کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔

مرکزی مصوتہ (Central Vowel)

مرکزی مصوتہ کی ادائیگی کے دوران، وسط زبان (Centre of the Tongue) (جہاں زبان کے اگلا حصہ اور عقب زبان آپس میں ملتے ہیں) کو منہ کے اس اوپری حصے کی طرف اٹھایا جاتا ہے، جہاں نرم تالو اور سخت تالو آپس میں ملتے ہیں۔

2.3.2.3 زبان کی اونچائی (Height of the tongue)

زبان جس اونچائی تک بلند ہوتی ہے اس کے مطابق مصوتوں کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اونچا مصوتہ/ بند مصوتہ (High/Close Vowel):

وہ مصوتے، جن کی ادائیگی کے دوران زبان منہ کے اوپری حصے کے قریب تک اٹھائی جاتی ہے

ادھ کھلا/ نیم وا مصوتہ (Half OpenVowel)

ادھ کھلے مصوتے کی ادائیگی کے لیے، زبان ایک ایسی حالت میں ہوتی ہے جس میں نہ تو منہ پوری طرح کھلا ہوتا ہے اور نہ ہی بند ہوتا ہے، یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ منہ کا دو تہائی حصہ ہی کھلا ہوتا ہے۔

2.4 آئی۔پی۔اے۔تحریر (IPA Transcription)

اسے بین الاقوامی صوتیاتی انجمن (International Phonetic Association) سے مشتق کیا ہے۔ IPA کو صرف تقریر کی ان خصوصیات کی نمائندگی کرنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے، جن کا تعلق بولی جانے والی زبان سے ہے۔ پال پاسی نے 1897 میں بین الاقوامی صوتیاتی انجمن قائم کی۔ تب سے آئی۔پی۔اے۔ میں بار بار نظر ثانی ہوتی رہی ہے۔

آئی۔پی۔اے۔ حروف اور امتیازی نشان (Diacritic Marks) پر مشتمل ہے۔ امتیازی نشانات کو علم ہجا (Orthography) یا صوتیاتی چارٹ کے ذریعے یا حروف کے مجموعے کے ذریعے نشان زد کیا جاتا ہے جو اس سے مختلف صوتیاتی قدر کی نشاندہی کرتا ہے جس کی نمائندگی غیر نشان زدہ سے ہوتی ہے۔ آئی۔پی۔اے۔ کا عمومی اصول ہر مخصوص آواز کے لیے ایک حرف فراہم کرنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی زبان دو آوازوں کے درمیان فرق نہیں کرتی، تو آئی۔پی۔اے۔ بھی عام طور پر دو آوازوں کے لیے الگ حروف استعمال نہیں کرتا ہے۔

کسی زبان کے حروف ہجا (Alphabets) انسانوں کی طرف سے ادا کی جانے والی آوازوں کی وضاحت کے ساتھ نمائندگی کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ حروف ہجا کا ایک حرف ایک سے زیادہ آوازوں کی نمائندگی کر سکتا ہے اور اس لیے ایک حرف کے لئے ایک آواز ناکافی ہے۔ مثال کے طور پر، انگریزی میں، حروف 'k' اور 'c' کو Cook اور Kick کے الفاظ میں ابتدائی آواز کی نمائندگی کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ دونوں ایک ہی آوازیں ہیں۔

صوتیاتی تحریر (Phonetic Transcription) ایک ایسا ٹول ہے جسے ماہرین لسانیات نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ آئی۔پی۔اے۔تحریروں (Transcriptions) میں استعمال ہونے والی ایسی علامتیں ہیں جنہیں عالمی سطح پر رسائی حاصل ہے۔

تحریریں (Transcriptions) کو دو قسموں میں تقسیم گیا ہے، صوتیاتی تحریر (محدود تحریر) (Phonetic Transcription (Narrow)) یا تجز صوتیاتی تحریر (وسیع تحریر) (Phonemic Transcription (Broad))۔

2.4.1 تجز صوتیاتی تحریر (وسیع تحریر) (Phonemic Transcription (Broad))

تجز صوتیاتی تحریر (محدود تحریر)، صوتیاتی تحریر (وسیع تحریر)، سے مختلف ہے کیونکہ یہ کم واضح ہے۔ معمولی صوتیاتی تغیرات کو خاص طور پر اس میں نہیں دکھایا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل مثالوں میں دکھایا گیا ہے کہ تجز صوتیاتی تحریر کی نمائندگی کے لئے سلیشس (/) کا استعمال کرتی ہیں۔

جیسے۔ /pin/ (لفظ 'Pin' کی تجز صوتیاتی تقریر)

/rein/ (لفظ 'rain' کی تجز صوتیاتی تقریر)

2.4.2 صوتیاتی تحریر (محدود تحریر) (Phonetic Transcription (Narrow))

دوسری طرف صوتیاتی تحریر (محدود تحریر) آوازوں کی تمام خصوصیات کو ظاہر کرنے کے لیے اضافی علامتوں کا استعمال کرتی ہے جیسے ہکاریت (Aspiration)، تالویانا/حنکیت (Palatalization)، لب کاری (Labialization)، وغیرہ۔ ان اضافی خصوصیات کو امتیازی

نشانات (Diacritic marks) کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

جیسے [pʰin] لفظ 'Pin' کی صوتیاتی تحریر ہے۔

2.5 بنیادی یا اساسی مصوتے (Cardinal Vowels)

بنیادی یا اساسی مصوتے خاص طور پر منتخب کیے گئے مصوتے ہیں، جو کہ حوالے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جہاں سے دوسرے مصوتوں کی پیائش کی جا سکتی ہے۔ حالانکہ یہ کسی زبان کے حرف نہیں ہیں۔ یہ نظام ڈینیئل جونز (Daniel Jones) (1956) نے وضع کیا تھا۔

2.5.1 یک مصوتے (Monophthongs)

یک مصوتے اصل میں مصوتے کی ہی آوازیں ہیں، جن کا معیار مصوتے کے بدلنے سے تبدیل نہیں ہوتا ہے۔ اسے خالص یا مستحکم مصوتہ بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً /ای/، /اے/، /او/

2.5.2 دہرے مصوتے (Diphthongs)

دہرے مصوتے وہ مصتہ آوازیں ہیں جو ایک معیار سے دوسرے معیار تک تدریج (Glide) کرتے ہیں۔ انہیں مصوتی تدریجیہ (vowel glides) بھی کہا جاتا ہے۔ دہرے مصوتہ کی ادائیگی میں، زبان کسی خاص مصوتے کے مقام سے شروع ہوتی ہے۔ اور پھر دوسرے مصوتے کے مقام کی سمت بڑھتی ہے۔ جیسے /ai/، /oi/، /eu/، /ia/

2.6 پیچیدہ تلفظ (Complex articulation)

مندرجہ زیل مختلف قسم کے پیچیدہ تلفظ کو بیان کیا گیا ہے۔

2.6.1 ثانوی تلفظ (Secondary Articulation)

ثانوی تلفظ سے مراد ہم ملفوظی (Co-articulated) مصمتے ہیں، جہاں دونوں تلفظ (Articulations) ایک ہی انداز کے ہوتے ہیں۔ ثانوی تلفظ میں ابتدائی تلفظ پر کم سختی ہوتی ہے۔ ثانوی تلفظ کے اقسام درج ذیل ہیں۔

2.6.1.1 لب کاری(Labialization)

لب کاری سے مراد ہونٹوں کی گولائی کو کسی تلفظ میں مزید شامل کرنا ہے۔

2.6.1.2 تالویانا/حنکیت (Palatalization)

حنکیت کا مطلب زبان کے اگلے حصے کو اٹھانا ہے، اور کسی تلفظ میں [i] کی طرح کے تلفظ کو مزید شامل کرنا ہے۔

2.6.1.3 غشائیت/غشا کاری:

غشائیت کا مطلب زبان کے پچھلے حصے کو اٹھانا، اور غشائی آواز کو کسی تلفظ میں مزید شامل کرنا ہے

2.6.1.4 حلقومیت (Pharyngealization):

کسی تلفظ میں حلقومی آواز کو مزید شامل کرنا حلقومیت کہلاتا ہے۔

2.6.2 ہم مخرجی(Co-Articulation)

ہم مخرجی سے مراد ایسی صورت حال ہے جس میں تصوراتی طور پر کوئی تکلمی صوت کسی پہلے یا بعد والی تکلمی صوت سے متاثر ہوتی ہے، اور اسی کی طرح بن جاتی ہے۔اسے دوصوتی حصوں کی انطباقیت (Overlapipng) بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

2.6.2.1 متوقع ہم مخرجی (Anticipatory Co-Articulation)

متوقع ہم مخرج میں، ایک تکلمی صوت اپنے پہلے والی آواز کی ادائیگی کے دوران اس سے متاثر ہو جاتی ہے۔مثال کے طور پر:"Shoe" لفظ میں ہونٹوں کا گول ہونا۔

2.6.2.2 تقدمی ہم مخرج (Progressive Co-Articulation)

تقدمی ہم مخرج میں کسی تکلمی صوت کی ادائیگی میں اس کے بعد آنے والی آواز کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔

2.7 فوق قطع (Suprasegmental)

بولی جانے والی زبان کی وہ خصوصیات جن کے مجرد طبقات (Discrete Segments) کی آسانی کے ساتھ شناخت نہ کی جا سکے، یا وہ خصوصیات جو قطعات (Segmentation) سے بالاتر ہیں، انہیں فوق قطع 'Supra-Segmentals'، 'Non Segmental Features' یا عروضیاتی خصوصیت (Prosodic Features) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اصطلاح 'عروض (صوتیات)' (Prosody) یونانی فعل سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے 'ساتھ میں گانا' یا 'ہمراہ'۔ لہٰذا تکلم کے عروضیاتی پہلو وہ ہیں جو قطعاتی سلسلے (Segmental strings) کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ اصطلاحات قطعاتی آوازوں (مصمتے اور مصوتے) پر فوقی قطعات جیسے سر (Pitch)، تاکید/زور (Stress)، سرلہر (Intonation)، اتصال (Juncture)، رفتار (Tempo)، غیرہ کے فرق کو ظاہر کرتی ہیں۔

ڈیوڈ کرسٹل نے لسانیات اور صوتیات کی لغت میں اس اصطلاح کی تعریف اس طرح کی ہے-"ایک اصطلاح جو صوتیات اور علم اصوات (Phonology) میں استعمال ہوتی ہے ایک ایسے صوتی اثر کو ظاہر کرتی ہے۔ جہاں ایک تکلم میں ایک سے زیادہ صوتی قطعہ ہوتے ہے۔ جیسے کہ سر (Pitch)، تاکید/زور (Stress)، سرلہر (Intonation)، اتصال نمونہ (Juncture Pattern) وغیرہ۔اس کے برعکس "قطعاتی' (Segmentals)' میں، اسے دو اہم قطعات (مصمتے اور مصوتے) میں سے کسی ایک کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس میں صوتیاتی اکائیوں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔

فوقی قطعات کو مندرجہ ذیل قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

2.7.1 تاکید/زور (Stress):

تاکید/زور (Stress)، صوتیات میں استعمال ہونے والی ایک ایسی اصطلاح جو ایک صوت رکن (Syllable) کو ادا کرنے میں استعمال ہونے والی قوت کی ڈگری فراہم کرتی ہے۔ عام طور پر زور والے (Stressed) اور بے زور والے (Unstressed) صوت رکن کے درمیان جو فرق ہے اس میں، پہلے والا زوردار صوت رکن زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور اسے اضافہ عمودی لکیر (Raised Vertical Line) کے ساتھ

تحریر (Transcription) میں نشان زد کیا جاتا ہے۔

According to Ledefoged (1993), a speaker stresses a syllable "by extraction of the muscles of the rib cage, and by extra activity of the laryngeal muscles" and perhaps also by "increase in the muscular activity involved in the articulatory movements".

وہ حرف صوتی رکن جن پر زور (Stress) نہیں ہوتا وہ کمزور(Weak)، چھوٹے (Small) یا خاموش(Quite) کہلاتے ہیں۔

اصطلاح زور(Stress) کے بارے میں دو اہم اصول ہیں:

ایک لفظ میں ایک ہی زور ہوگا۔ ایک لفظ میں دو زور نہیں ہو سکتے۔ لہذا اگر آپ دو زور سنتے ہیں، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے ایک لفظ نہیں بلکہ دو الفاظ سنے ہیں۔ زور ہمیشہ ایک مصوتہ (Vowel) پر ہی نمایاں ہوتا ہے۔

2.7.2 سر (Pitch)

یہ ایک سمعی صوتی خصوصیت ہے، جو صوتی تہوں(Vocal Folds) کے تعدد(Frequency) کے مطابق ہے۔ صوتی تہوں کے تعدد کا مطلب، صوتی تہوں کی لرزش(Vibration) کے مکمل چکروں کی تعداد۔

سمعی احساس کی خصوصیت کے لحاظ سے آواز کو" کم" (Low) سے"ہائی" (High) کے پیمانے پر ترتیب دیا جا سکتا ہے۔

ماہر لسانیات چار رشتہ دار سطحوں میں سر کو تلاش کرتے ہیں۔ سرسطح /4/ عام طور پر چیخنے (Shouting) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عام تقریر میں صرف سر /3/، /2/، اور /1/ استعمال ہوتی ہیں۔

- ☆ اضافی اونچی (چیخنا) /4/
- ☆ ہائی (High) /3/
- ☆ عمومی (Normal) /2/
- ☆ کم (Low) /1/

2.7.3 اتصال(Juncture)

علم اصوات میں استعمال ہونے والی ایک اصطلاح صوتی حدود کی خصوصیات کا حوالہ دیتی ہے جو قواعدی اکائیوں جیسے مورفیم، لفظ یا فقرہ کی حد بندی کرتی ہیں۔ سب سے واضح اتصالی خصوصیت خاموشی ہے۔

صوتیات میں، اتصال تکلم خصوصیات کا مجموعہ ہے جو سننے والے کو کسی لفظ یا فقرے کی حد کا پتہ لگانے کے قابل بناتا ہے۔ (جیسے "I scream" اور "Ice cream" میں فرق کرنا)۔

تلفظ کو بیان کرنے میں اکثر یہ بتانا ضروری ہوتا ہے کہ ایک آواز اس کی قریبی آوازوں سے کتنے قریب سے منسلک ہے: مثال کے طور پر، k اور t لفظ "Acting" میں "Black tie" کے مقابلے میں زیادہ قریب سے جڑے ہوئے ہیں۔

2.7.4 سمعیاتی صوتیات (Acoustic Phonetics):

یہ صوتیات کی وہ شاخ ہے جو صوتی لہروں (Sound Waves) کی طبعی خصوصیات کو بیان کرتی ہے، جو منہ سے کان کے درمیان تک تکلمی صوت کو لے جاتی ہیں۔ اس میں آوازوں کی منتقلی (Transmission) کو مطالعے کا موضوع بنایا جاتا ہے اس میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آواز ہوا کے دوش پر کس طرح سفر کرتی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ آوازیں خلا (Vaccum) میں سفر نہیں کرتیں۔ اس لئے آواز کو بولنے والا سے سننے والے تک پہنچنے کے لیے کسی ذریعہ (Medium) کی ضرورت ہوتی ہے اور ہوا آواز کو سامع تک پہنچانے کا ایک واحد ذریعہ ہے، یعنی عام گفتگو کے دوران آواز میں ہوا کی مدد سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتی ہیں۔

سمعیاتی صوتیات میں مندرجہ ذیل اجزاء کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

2.8 صوتی لہریں (Sound Waves)

تکلم ایک لرزشی ذریعے سے تیار کردہ سمعی خلل ہے، جس میں صوتی لہریں ہوا میں دباؤ کے ذریعہ اتار چڑھاؤ سے گزرتے ہوئے ایک میڈیم سے گزرتی ہیں۔ یہ اتار چڑھاؤ ہوا کے مالیکیولز کو ایک ساتھ دبانے اور الگ پھیلانے کا سبب بنتا ہے۔ لہریں دو قسم کی ہوتی ہیں، طول بلد (Longitudinal) اور قاطع صوتی لہریں (Transverse sound waves)۔ صوتی لہریں طولانی لہریں ہیں۔

صوتی لہروں کی ایک اور درجہ بندی میں "Periodic" اور "Aperiodic" صوتی لہریں شامل ہیں۔

"Periodic" صوتی لہروں میں باقاعدگی (Regular)، اور خود کو تقویت دینے والی تکرار (Self-reinforcing Repetitions) ہوتی ہے، یعنی ان میں وقفے وقفے سے ادوار (Periods) ہوتے ہیں (period سے مراد ایک مکمل سائیکل کے لیے درکار وقت) اور اسے تان (Tone) کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

دوسری طرف Aperiodic، صوتی لہریں، بے ترتیب اور غیر مکرر تکرار والی صوتی لہریں ہیں۔ ایسی صوتی لہروں کو شور کے طور پر تصور کیا جاتا ہے۔

2.8.1 تعدد، وقفہ اور فراخی (Frequenct, Period & Amplitude)

تعدد (Frequency)

کسی آواز کی ادائیگی میں صوتی تانت میں ہونے والی لرزش میں تعدد کو فی سیکنڈ سائیکلوں (Cycles per Second) کی تعداد کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اسے ہرٹز "Hertz" (HZ) میں ناپا جاتا ہے۔

وقفہ (Period)

وقفہ ایک مکمل سائیکل کے لیے درکار وقت ہے۔ یہ اکثر ملی سیکنڈ میں ناپا جاتا ہے۔

فراخی (Amplitude): فراخی وہ ڈگری ہے جس پر تعدد کی چوٹی (Peak) کو displaced کیا جاتا ہے۔ صوتی لہروں کے لیے، فراخی کی پیمائش کی اکائی Decibel ہے۔

2.8.2 سر اور بلند آوازی (Pitch and Loudness)

تعدد سر کا تعین کرتی ہے۔تعدد ایک طبعی پیائش ہے اور سر ایک نفسیاتی صمعیاتی پیائش ہے۔تعدد، سر کی بنیاد پر مبنی ہے۔سر کا موضوعی احساس تعدد میں تبدیلی کے برابر ہوتا ہے۔اسی طرح فراخی بلند آوازی پر مبنی ہے۔ بلند آوازی کا موضوعی احساس فراخی میں تبدیلی کے برابر ہے۔

2.8.3 بنیادی تعدد اور علم ہم آہنگی (Fundamental Frequency and Harmonics)

بنیادی تعدد (Fundamental Frequency)

سب سے چھوٹی تعدد والی لہر جو ایک پیچیدہ لہر کی بنیادی تکرار کے تعدد کی وضاحت کرے۔اس تعدد کو لہر کی بنیادی تعدد کہا جاتا ہے۔

علم ہم آہنگی (Harmonics)

بنیادی تعدد کے علاوہ پیچیدہ لہروں میں موجود جیب لہروں کے تعدد (Sine Wave frequencies) کو علم ہم آہنگی کہا جاتا ہے۔

2.8.4 شمعیاتی خط/تشکیلیہ (Formant)

شمعیاتی خط، آؤٹ پٹ سگنل میں تعدد چوٹیاں (Frequency Peaks) ہیں، جو پیچیدہ فلٹرز (Complex Filters) کے طور پر صوتی نالی (Vocal Tract) کے گونج کار (Resonators) کے ذریعہ ان پٹ سگنل کی تشکیل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔تشکیلیہ تعدد تلفظ کاروں کے مقام پر منحصر ہے۔تکلم کے دوران تلفظ کاروں کی مستقل حرکت متغیر صوتی نالی والے گونج کار اور اس وجہ سے متغیر شمعیاتی خط تخلیق ہوتے ہیں۔

2.8.5 "Spectrum" اور "Spectrogram":

Spectrogram

Spectrogram آواز کی ان کے اجزاء کی تعدد کے لحاظ سے گرافک نمائندگی (Graphic Representations) ہے۔ یہ x- axis پر تعدد اور y- axis پر وقت کو پلاٹ کرتا ہے۔

Spectrum

ایک پیچیدہ لہر کے ہر تعدد اجزائے کو صوتی spectrum پر single frequency value کے طور پر دکھایا جاتا ہے، جو y- axis پر فراخی اور x- axis پر تعدد کو پلاٹ کرتا ہے۔

2.8.6 Burst ، شور (Noise)، طور (Voice)

Burst: ہوا کے بہاؤ کو روکنے، دباؤ کو بننے اور پھر اسے چھوڑنے سے Burst پیدا ہوتا ہے۔یہ ایک Popping آواز کے طور پر سنائی دیتی ہے۔

شور (Noise): یہ صوتی نالی کو تنگ کرنے سے پیدا ہوتا ہے تاکہ ہنگامہ خیز ساعتیں سسکاری آواز (Hissing Sounds) کے طور پر سنی جائیں۔

طور (Voice): طور ہوا کو بار بار روکنے اور ہوائی بہاؤ کو صوتی تہوں پر چھوڑنے کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

2.8.7 Voice Oncet Time (VOT)

یہ بندشیہ مصمتے (Stop Consonants) کی ادائیگی کی ایک خصوصیت ہے۔اس کی تعریف اس وقت کی لمبائی کے طور پر کی جاتی ہے جو ایک بندشیہ مصمتے کے اجراء (Release of Stop Consonant) اور مسموعیت کے آغاز (Onset of Voicing)، کے دوران صوت تانت کی لرزش میں درمیان گزرتا ہے۔اگرچہ Adjarian نے اس تصور کے بارے میں بہت پہلے ذکر کیا ہے، یہ لنگ اور وانگ کے بیان کرنے

کے بعد مقبول ہوا ہے۔VOT پر منحصر صوت ادائیگی تین قسم کی ہوتی ہے۔

سادہ غیر ہکاری غیر مسموع بندشیہ (Simple unaspirated voiceless stops)

VOT صفر کے قریب ہے۔اس گونج دار (Sonorants) کی مسموعیت (Voicing) اس وقت شروع ہوتی ہے جب بندشیہ جاری ہوتا ہے۔

ہکاری بندشیہ(Aspirated stop)

VOTصفر سے زیادہ ہے۔VOT جتنا زیادہ ہوگا، ہکاریت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

مسموع بندشیہ(Voiced stops)

VOTصفر سے کم ہے۔بندشیہ کے جاری ہونے سے پہلے صوتی تانت کی لرزش شروع ہوجاتی ہیں۔

2.9 سمعیاتی صوتیات(Auditory Phonetics)

سمعیاتی صوتیات،صوتیات کی وہ شاخ ہے جوآوازوں کے سمعی طریقہ کار کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سمعیاتی صوتیات میں ہم یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں سننے کا عمل کیسے شروع ہوتا ہے اور آوازیں ہمارے ذہنوں پر کیسے اثرانداز ہوتی ہیں؟ جیسے تلفظی صوتیات بولنے کے عمل کا جائزہ پیش کرتی ہے اسی طرح سمعیاتی صوتیات سننے کے عمل کو بیان کرتی ہے۔سننے کے عمل میں کان کا نمایاں اوراہم کردار ہوتا ہے۔سمعیاتی صوتیات میں کان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(1) کان کا باہری حصہ

(2) کان کا درمیانی حصہ

(3) کان کا اندرونی حصہ

کان کے باہری حصہ کا بنیادی کام آوازوں کی لہروں کو یکجا کر کے کان کے درمیانی حصے تک پہنچانا ہے یہ کان کے باہری حصے سے لے کر کان کے پردے(Eardrum) تک کا حصہ ہوتا ہے۔

2.10 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ صوتیات لفظ صوت سے ماخوذ ہے اور صوت کے معنی آواز کے ہوتے ہیں۔

☆ صوتیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جس کے تحت زبان میں تلفظی آوازوں کا توجیہی اور تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

☆ صوتیات کا بنیادی مقصد انسانی آوازوں(Human Voices) کا سائنسی مطالعہ(Scientific Study) کرنا ہے۔

☆ صوتیاتی مطالعہ میں ہم کسی خاص زبان کی تلفظی آوازوں کو نہیں بلکہ انسانی آوازوں کا عمومی مطالعہ کرتے ہیں۔

☆ صوتیات کی مدد سے ہم آوزوں کی ادائیگی (Articulation) اس کی منتقلی (Transmission) اور اس کے احساس (Perception) کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔اسی بنیاد پر صوتیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

☆ جب باہر آتی ہوئی ہوا، دہنی جوف (Oral cavity) کے اندر کسی رکاوٹ کی وجہ سے آواز پیدا کرے۔ مصمتے کہلاتے ہیں۔

☆ اسے بین الاقوامی صوتیاتی انجمن (International Phonetic Association) سے مشتق کیا ہے۔ IPA کو صرف تقریر کی ان خصوصیات کی نمائندگی کرنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے، جن کا تعلق بولی جانے والی زبان سے ہے۔

☆ صوتیاتی تحریر (Phonetic Transcription) ایک ایسا ٹول ہے جسے ماہرین لسانیات نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔

☆ دہرے مصوتے وہ مصتہ آوازیں ہیں جو ایک معیار سے دوسرے معیار تک تدریج (Glide) کرتے ہیں۔

☆ ثانوی تلفظ سے مراد ہم ملفوظی (Co-articulated) مصمتے ہیں، جہاں دونوں تلفظ (Articulations) ایک ہی انداز کے ہوتے ہیں۔

☆ تکلم ایک لرزشی ذریعے سے تیار کردہ سمعی خلل ہے، جس میں صوتی لہریں ہوا میں دباؤ کے ذریعہ اتار چڑھاؤ سے گزرتے ہوئے ایک میڈیم سے گزرتی ہیں۔ یہ اتار چڑھاؤ ہوا کے مالیکیولز کو ایک ساتھ دبانے اور الگ پھیلانے کا سبب بنتا ہے۔

☆ لہریں دو قسم کی ہوتی ہیں، طول بلد (Longitudinal) اور قاطع صوتی لہریں (Transverse sound waves)۔ صوتی لہریں طولانی لہریں ہیں۔

☆ سمعیاتی صوتیات، صوتیات کی وہ شاخ ہے جو آوازوں کے سمعی طریقہ کار کا جائزہ پیش کرتی ہے۔

2.11 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
صوت	:	فونیم کو اصل تقریری کی حالت میں استعمال کرنے کا عمل
تکلمی آواز	:	انسانی اعضائے تکلم کے ذریعہ پیدا ہونے والی آواز
قطعات	:	مصوتے اور مصمتے
فوق قطعات	:	بولی جانے والی زبان کی وہ خصوصیات جو قطعات (Segmentation) سے بالاتر ہیں
دہنی جوف	:	ہوائی جوف میں رکاوٹ ڈال کر دہنی صوت پیدا کرنا
انفی جوف	:	ہوائی جوف میں رکاوٹ ڈال کر انفی صوت پیدا کرنا
تکلمی عمل	:	ہوائی جوف کے نظام عمل کے ذریعہ تقریری آوازوں کی پیداوار۔
آئی-پی-اے-	:	ایک ایسا عمومی اصول جو ہر مخصوص آواز کے لیے ایک حرف فراہم کرے۔
صوتی تانت	:	مصوتوں میں آواز پیدا کرنے کا ذریعہ
ہم ملفوظی	:	جہاں دونوں تلفظ (Articulations) ایک ہی انداز کے ہوں۔

2.12 نمونہ امتحانی سوالات

2.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

1۔ صوتیات کی کتنی شاخیں ہیں؟
2۔ تلفظی صوتیات سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
3۔ ہوائی جوف کے نظام عمل کی کتنی قسمیں ہیں؟
4۔ مسموع آوازیں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟
5۔ صوتی نظام کن اعضا پر مشتمل ہے؟
6۔ مصمتوں کی درجہ بندی کس بنیاد پر کی جاتی ہے؟
7۔ لبی آوازوں کی ادائیگی میں کون سے اعضائے تکلم شامل ہیں؟
8۔ صوتی تانت کیا ہے؟
9۔ انسانی اعضائے تکلم کے ذریعہ پیدا ہونے والی آواز کو کیا کہتے ہیں؟
10۔ ہوائی جوف میں رکاوٹ ڈال کر دہنی صوت پیدا کرنے کا عمل کیا کہلاتا ہے؟

2.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

1۔ صوتیات کی تعریف اپنے الفاظ میں کیجیے۔
2۔ تلفظی صوتیات کے بارے میں اپنی معلومات کا اظہار کیجیے۔
3۔ صوتی لہر اوران کے تعدد پر ایک نوٹ لکھیے۔
4۔ Voice Oncet Time (VOT) کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
5۔ IPA تحریر پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

2.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

1۔ صوتیات کی مختلف شاخوں کی وضاحت کیجیے۔
2۔ مصمتوں اور مصوتوں پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیے۔
3۔ فوق قطع کیا ہے؟ مثالوں کے ساتھ اس کی وضاحت کیجیے۔

2.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔ عام لسانیات — پروفیسر گیان چند جین
2۔ صوتیات اور فونیمیات — پروفیسر اقتدار حسین خاں

3۔	لسانی رپورٹ	پروفیسر مرزفلیل احمد بیگ
4۔	عمومی لسانیات	عبدالسلام
5۔	لسانی مطالعے	پروفیسر گیان چند جین
6۔	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں
7۔	اردو لسانیات	پروفیسر نصیر احمد خاں
8۔	زبان اور علم زبان	پروفیسر عبدالقادر سروری
9۔	لسانی تناظر	پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ،
10۔	اردو لسانیات	علی رفاد فتیحی

اکائی 3: فونیمیات

(Phonology)

اکائی کے اجزا

3.0 تمہید
3.1 مقاصد
3.2 فونیم (Phoneme)
3.2.1 اقلی جوڑا Minimal pair
3.2.2 تضاد(Contrast)
3.3 فون یا صوت (Phone)
3.4 ایلوفون یا ذیلی صوتیہ (Allophone)
3.4.1 تکمیلی تقسیم Complementary distribution
3.5 صوت رکن (Syllable)
3.6 امتیازی خصوصیت (Distinctive Feature)
3.6.1 Major Class Features
3.6.2 حنجری (Laryngeal) کی امتیازی خصوصیت
3.6.3 طریقہ کار امتیازی خصوصیت (Manner Feature)
3.6.4 مقام امتیازی خصوصیت (Place Feature)
3.7 صوتی تنظیم (Phonotactics)
3.7.1 مصمتی خوشہ(Consonats Cluster)
3.7.2 تسلسی مصوتہ (Vowel Sequence)
3.8 تنسیخ صوتی(Neutralization)اور آر کی صوتیہ یا ابتدائی صوتیہ (Archiphoneme)
3.9 مربوط تکلم (Connected Speech)
3.9.1 انضمام یا ادغام (Assimilation)
3.9.2 خلاف ادغام یا مغائرت (Dissimilation)

3.9.3 حذف(Elision)
3.10 اکتسابی نتائج
3.11 کلیدی الفاظ
3.12 نمونہ امتحانی سوالات
3.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
3.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
3.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
3.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

3.0 تمہید

فونیمیات(Phonology) لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں کسی ایک خاص زبان کے اصوات (Sounds) کا مطالعہ کیا جاتا ہے، مثلاً عربی، اردو، انگریزی زبان وغیرہ۔ کیونکہ ہر زبان میں اصوات کا ایک خاص طریقہ کار ہوتا ہے اور اس کے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں۔ اس کے لیے ہر زبان میں اپنے مخصوص (Word-order) ہوتے ہیں۔ اسی لیے ہم فونیمیات (Phonology میں کسی ایک مخصوص زبان کو مدنظر رکھ کر اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔

لٰہذا فونیمیات ان مختلف طریقوں کی چھان بین کرتی ہے جن میں مختلف زبانوں کے الفاظ اور فقروں کی تشکیل کے لیے اصوات کو ایک منظّم طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔ علم اصوات ان اصول ونظریات کو دریافت کرتی ہے جس کے مطابق زبانوں میں اصوات کو منظّم کرنے کے طریقے بیان کیے جاتے ہیں اور ان میں واقع ہونے والے تغیرات کی وضاحت کی جاتی ہے۔

فونیمیات کا تعلق ان معمولات سے ہے جس کے مطابق زبان کے الفاظ میں اصوات کے صوتیاتی احساس کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس شاخ میں ہم کسی خاص زبان سے متعلق صوتی امتیازات کے نظام کو قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد علم اصوات' اس بات کا تعین کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اس تجریدی نظام کے عناصر حقیقی تقریر میں کیسے برتاؤ کرتے ہیں۔ علم اصوات دراصل مخصوص سیاق وسباق میں اصوات کے عمل کو بیان کرتی ہے۔

فونیمیات کو سمجھنے کے لیے، صوتیات کے بنیادی تصورات(Basic Concepts) کی فہم از حد ضروری ہے۔ جس میں ان تمام ''تکلمی اصوات کی فہرست''(Inventory of Speech Sounds)' کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جو انسان پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

تکلمی صوت کی اصطلاح کسی بھی زبان میں اس لیے مخصوص ہوتی ہے، کیونکہ وہ تمام آوازیں جو ہم اپنے اعضائے تکلم (Speech apparatus) سے پیدا کرتے ہیں، وہ سبھی آوزیں تکلم کا حصہ نہیں ہوسکتیں، جیسے کھانسی ہچکی اور چھینک وغیرہ۔ کسی ماہر لسانیات نے ابھی تک کوئی ایسی کمیونٹی(Community) کو دریافت نہیں کیا ہے جس کی زبان میں انسانوں کے ذریعہ پیدا ہونے والے شور کو الفاظ کی شکل میں استعمال کیا جاسکے۔

صوتیات انسانوں کے ذریعے بولی جانے والی زبان کے بارے میں ''مقدم یا پیشگی علم'' (Prior Knowledge) کے بغیر، صوتی تکلم کی ادائیگی سے متعلق علم کو بیان کرتی ہے۔ جب کہ علم اصوات میں کسی خاص زبان کے صوتی نمونوں (Sound Pattern) کے متعلق مطالعہ کیا جاتا ہے، بالخصوص متعدد زبانوں میں آوازوں کے مختلف نمونوں کو مطالعہ کا موضوع بنایا جاتا ہے۔

کوئی ایک آواز مختلف زبانوں کے صوتی نمونوں (Sound Pattern) میں مختلف عمل اور مقام کی پابند ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، حلقی بندشیہ مصمتہ /?/ انگریزی اور عربی دونوں ہی زبانوں میں رائج ہے۔ لیکن انگریزی میں، /?/ کی آواز کسی لفظ کے شروع میں، صرف مصوتوں کے پہلے ہی واقع ہوتی ہے۔، جب کہ یہ آواز کسی مصمتے کے شروعات میں واقع نہیں ہوتی۔ عربی میں، /?/ دیگر مصمتوں /k/ /t/، کی طرح ہی ایک مصمتہ ہے جو کہیں بھی واقع ہوسکتا ہے۔

3.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

☆ علم اصوات کے بنیادی تصورات ونظریات کو سمجھ سکیں۔

☆ صوتیات اور علم اصوات کے درمیان فرق کو واضح کر سکیں۔

☆ مختلف اصواتی عمل سے متعارف ہوسکیں۔

3.2 فونیم (Phoneme)

فونیم علم اصوات کی ایک بنیادی اکائی ہے۔ یہ آواز کی سب سے چھوٹی اکائی ہے جو کسی زبان کے اندر معنی میں تبدیلی کا سبب بنتی ہے، لیکن اس کا خود کوئی معنی نہیں ہے۔ یہ سب سے چھوٹی ساختی اکائی ہے جو کسی لفظ کے معنی کو الگ کرتی ہے۔

فونیم کی تعریف کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

"زبان کے صوتی نظام کی سب سے چھوٹی، امتیازی (distinctive) یا متضاد اکائی" فونیم سے مراد ہے۔

''The smallest, distinctive or contrastive unit of the sound system of a language''

فونیم کی ''امتیازی'' (Distnictive) خصوصیت سے مراد کسی لفظ کے معنی تبدیل کرنے کی صلاحیت ہے۔

مثال کے طور پر۔ لفظ ''جال'' اور ''حال'' میں موجود ایک آواز کی تبدیلی لفظ کے معنی بدل دیتی ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''ج'' اور ''ح'' اردو زبان کے اندر دو مخصوص آوازیں ہیں۔ جسے علم اصوات میں ہم فونیم کہتے ہیں۔

ماہرین لسانیات نے فونیم کی مختلف تعریفیں بیان کی ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں۔

''کسی زبان کے نظام اصوات میں فونیم صوتی حیثیت سے مماثل آوزوں کا ایسا گروہ (یعنی مجموعہ) ہے جو اسی قسم کے دوسرے گروہوں سے مختلف اور متضاد ہو''۔ (پروفیسر گیان چند جین، عام لسانیات)

پروفیسر نصیر احمد خاں نے اپنی کتاب ''اردو لسانیات'' میں فونیم کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے کہ:

''کوئی بھی ایسی چھوٹی سی چھوٹی بامعنی آواز یا صوتی عنصر جس کی مزید تقسیم نہ ہو سکے اگر لفظ میں معنی کا

فرق پیدا کردے، تو وہ فونیم کہلاتی ہے''۔

پروفیسر اقتدار حسین خاں نے اپنی کتاب ''لسانیات کے بنیادی اصول'' میں لکھا ہے کہ:

> ''فونیم آوازوں کا ایسا کنبہ یا درجہ ہے جس کے ممبر صوتی اعتبار سے ایک ہوتے ہیں اور جو آپس میں تکمیلی تقسیم میں ہوتے ہیں''

غرض یہ کہ صوتیہ یا فونیم زبان کی ایسی اکائی ہے جن سے الفاظ کے معنی میں فرق واضح ہوتا ہے۔فونیم کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فونیم ایک تجریدی (Abstract) اکائی ہے جو کہ انسان کے دماغ میں موجود ہوتی ہے۔جس سے دو الفاظ کے بیچ میں فرق واضح ہوتا ہے۔

فونیمیاتی مطالعہ کو بخوبی سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ فونیمیات میں استعمال ہونے والی تمام اصطلاحات سے بھی واقفیت ہو۔مندرجہ ذیل میں کچھ اصطلاحات ہیں جو کہ فونیمیات کے لیے بے حد ضروری ہیں۔

فونیم کو مختلف گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔مثلاً

1۔انگریزی میں بندشیہ فونیم (Plosive Phoneme) کا ایک گروپ- /p t k b d g/ ہے۔

2۔غیر مسموع صفیریہ فونیم (Voiceless Fricative Phoneme) کا ایک گروپ- /f s h/ وغیرہ ہے۔

3۔فونیم ایک طبیعی قطعات (Physical Segments) نہیں، بلکہ تفہیمی تجرید (Cognitive abstraction) ہے جسے ہم اپنے ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں پھر اصل تکلم میں اسے صوت (Phone) کی حالت میں طبیعی قطعات کی طرح استعمال کرتے ہیں۔

3.2.1 اقلی جوڑا (Minimal pair):

اقلی جوڑے سے مراد الفاظ کا کوئی ایسا مجموعہ ہے جس میں تمام حروف ایک جیسے ہوتے ہیں، سوائے کسی ایک مخصوص مقام کے۔وہ مقام لفظ کے شروع، درمیان یا آخر کہیں بھی ہوسکتا ہے، اسی کو ہم اقلی جوڑا (Minimal pair) کہتے ہیں مثلاً سال، جال اور دال وغیرہ۔

مذکورہ مثال میں، سبھی الفاظ کے تمام حروف ایک جیسے ہیں سوائے شروع والے حروف کو چھوڑ کر، اسی وجہ سے یہ لفظ معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قدر مختلف ہیں۔اس اعتبار سے انہیں اقلی جوڑا (Minimal pair) کہا جاتا ہے۔اور انہیں حروف کی علیحدگی کی وجہ سے ''س، ج اور د'' کی فونیمی حیثیت طے ہوجاتی ہے۔

3.2.2 تضاد (Contrast):

فونیمیاتی تناظر میں تضاد ایک ایسا نظام ہے جس میں آوازیں ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی ماحول میں واقع ہوتی ہیں اور پھر وہی آوازیں معنی میں بھی فرق پیدا کرتی ہیں۔ایسی صورت میں ہم انہیں تضاد (Contrast) کی حالت کہتے ہیں۔اور چونکہ وہ معنی میں تبدیلی بھی پیدا کرتی ہیں تو اس حیثیت سے وہ ایک الگ فونیم بھی ہوجاتی ہیں۔تضاد کے لیے محض ایک اقلی جوڑا ہی حوالے کے لیے کافی ہے۔

3.3 فون یا صوت (Phone)

فونیم کو اصل تقریر کی حالت میں استعمال کرنے کا عمل فون یا صوت (Phone) کہلاتا ہے۔

''Phones are the actual realisations of phonemes''

فون ایک ایسی صوتی تکلم ہے، جس کی نمائندگی صوتی علامتوں (Phonetic Symbols) کے ذریعہ ہوتی ہے جو انگریزی زبان کی حروف تہجی میں بعض حروف سے مشابہت رکھتی ہے۔

فون، قادر مطلق (Absolute) ہوتے ہیں اور کسی خاص زبان سے تعلق نہیں رکھتے، لیکن فونیم کا بیان کسی مخصوص زبان کے حوالے سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

3.4 ایلوفون یا ذیلی صوتیہ (Allophone)

ایلوفون یا ذیلی صوتیہ فونیم کی ایسی متبادل آوازیں ہیں، جن کا تلفظ فونیم سے کسی قدر مختلف ہوتا ہے، نتیجہ کے طور پر وہ اسی فونیم کی متبادل آوازیں کہلاتی ہیں۔

''ذیلی صوتیہ ایک ہی فونیم کی بعض متبادل آوازیں ہوتی ہیں''

"Allophones are the variants of the same phoneme"

مثال کے طور پر:

ذیلی صوتیہ سے مراد ہے کہ ایک ہی فونیم کو ہم کئی طرح سے بول سکتے ہیں جس سے الفاظ کے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے یعنی اس کے مفہوم میں کوئی تبدیل وتغیر پیدا نہیں ہوتا۔صرف ان کی آواز میں تفریق ہوتی ہے۔بالعموم ذیلی صوتیہ اردو زبان میں رائج نہیں ہے چونکہ اردو زبان میں ہم ایک لفظ کو کئی طرح سے ادا نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے لفظ کے معنی تبدیل ہوجاتے ہیں۔مثال کے طور پر اگر کوئی لفظ (ب) سے شروع ہو رہا ہے اور اگر ہم اس کو (بھ) کی طرح بولیں تو اس کے معنی فطرتاً تبدیل ہو جائیں گے۔

مثلاً، لفظ ''پل'' (Moment) کو ''پھل'' (Fruits) نہیں کہا جاسکتا۔کیونکہ اس سے اصل لفظ کے معنی میں تبدیلی واقع ہو جائیگی مگر یہ عمل انگریزی زبان میں بخوبی عام ہے۔اور وہاں اس کے معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی ہے۔مثال کے طور پر ہم انگریزی کے لفظ "Peak" (چوٹی) /pi:k/ کو ہم دو طرح سے بول سکتے ہیں۔ایک تو ہم اس کو ایسے ہی سیدھے طور پر Peak کہہ سکتے ہیں اور دوسرا جو طریقہ ہے اس میں ہم مزید ہوا کا اضافہ کردیتے ہیں۔یعنی ہم Peak پیک کو /Phi:k/ ''پھیک'' بھی کہہ سکتے ہیں اور اس سے معنی میں کوئی تبدیلی بھی نہیں آئیگی۔اس عمل کو ہم لسانیات کی زبان میں ہکاریت (Arpisation) کہتے ہیں۔لیکن اس طرح سے بولنے کے لیے شرط یہ ہے کہ یہ حرف کسی بھی لفظ کے شروع میں ہوں۔اگر بیچ میں یا آخر میں ہوں گے تو ان کو ویسے ہی پڑھنا اور بولنا پڑے گا۔ورنہ اردو زبان کی طرح ان کے مفہوم بھی تبدیل ہو جائیں گے۔مثال کے طور پر /Pen/ /Spin/ اور /Skip/ تین الگ الفاظ ہیں اور تینوں میں ایک حرف عام ہے اور وہ /p/ 'پ' حرف (Sound) ہے۔اس میں ہم /pen/ والے /p/ 'پ' کو ہی 'پھ' /ph/ پڑھیں گے۔ لیکن اس میں جو ''p'' حرف کو ہم صرف ''پ'' حرف ہی پڑھ سکتے ہیں اس میں ہم مزید ہکاریت (Aspiration) نہیں لا سکتے ہیں۔مثلاً وہ لفظ / Spin / ہے جس میں /p/ ''پ'' کو /ph/ ''پھ'' نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ایسا کرنے سے معنی میں تبدیلی واقع ہو جائیگی۔رہی بات تیسرے لفظ کی جو اصل لفظ /Skip/ ہے یعنی یہاں پر p ''پ'' حروف آخر میں واقع ہو رہا ہے۔یہاں پر ہم اس کو اسکپ Skip ہی پڑھیں گے۔مزید ہکاریت (Arpisation) سے معنی میں تبدیلی واقع ہو جائے گی اور مفہوم جدا ہو جائے گا۔مثلاً اس کو ہم اسکپھ Skip نہیں پڑھ سکتے ہیں۔جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ ہکاریت کا عمل ایسی صورت میں واقع ہوسکتا ہے

جب وہ حروف کسی بھی لفظ کے شروع میں ہو، درمیان یا آخر میں ہونے کی صورت میں اس کو ویسا ہی پڑھا جائے گا جیسا کہ لکھا ہوا ہے۔

3.4.1 تکمیلی تقسیم (Complemenentary Distribution)

جو آوازیں ایک ماحول میں واقع نہیں ہوتیں انہیں تکمیلی تقسیم کہا جاتا ہے۔ اس میں ہر آواز کی جگہ کا تعین ہوتا ہے اور وہ اسی جگہ پر واقع ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے تجاوز بھی نہیں کرتی ہیں۔ یہ آوازیں ایک ہی فونیم کی ہم صوت آوازیں ہوتیں ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی مثال میں بتایا گیا ہے جس کی ترتیب / spin / pen / اور / skip / ہے۔ ان تینوں میں جو حرف عام ہے وہ / p ''پ'' ہے اور تینوں / p ''پ'' کے الگ الگ مقام متعین ہیں۔ وہ صرف اس پوزیشن پر ہی واقع ہو سکتے ہیں اور انہیں بالترتیب ہکاری (Aspirated)، غیر ہکاری (Unaspirated) اور غیر مخروجی (Unreleased) کہتے ہیں۔

غیر ہکاری (Unaspisated) اس کو کہتے ہیں جس میں آواز کو اس کی اصل حالت میں ادا کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے یعنی اس میں ہم ہکاریت کا استعمال نہیں کرتے ہیں۔ اور تیسرا غیر مخروجی (Unrelease) ہے۔ اس کو ہم پوری طرح سے صاف طور پر ادا نہیں کرتے ہیں۔ غیر مخروجی کا مطلب ہے کہ جس کو Release یعنی خارج یا ادا نہ کیا گیا ہو۔ اور یہ نظام عمل کسی بھی حرف کے آخر میں ہوسکتا ہے شروع یا درمیان میں نہیں۔

3.5 صوت رکن (Syllable)

صوت رکن تکلمی صوت کی ترتیب کے لیے تنظیمی اکائی ہے۔ اسے الفاظ کی صوتی تعمیر کے حصے کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک صوت رکن میں ایک مصوتہ (یا مصوتے جیسی آواز والے صوت) کا ہونا لازمی ہے۔ جسے مرکزہ (Nucleus) کہا جاتا ہے۔

مرکزہ کو ''Peak'' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ کسی بھی صوت رکن میں یہ مرکزہ ابتدائی اور آخری حاشیہ پر اختیاری مصمتے کے ساتھ لازمی مستعمل ہوتا ہے۔ ابتدائی حاشیہ پر واقع ہونے والے مصمتے کو ابتداء (Onset) یا جاری کرنے والا مصمتہ اور آخری حاشیہ پر واقع ہونے والے مصمتے کو اختتامیہ (coda) کہا جاتا ہے۔ تکنیکی طور پر، صوت رکن کے بنیادی عناصر ''ابتدا (Onset)'' (ایک یا ایک سے زیادہ مصمتہ) اور rime یا قافیہ (rhyme) ہیں۔ یہ قافیہ ایک مرکزہ کے علاوہ جن مصمتہ یا مصمتوں پر مشتمل ہے، اس مصمتے کو اختتامیہ کہا جاتا ہے۔

اگر ابتدا اور اختتامیہ دونوں ایک سے زیادہ مصمتوں پر مشتمل ہوں تو اسے مصمتی خوشہ (Consonant Cluster) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ [s] اور [t] آوازوں کا مجموعہ لفظ stop میں ایک ابتدا مصمتی خوشہ (Onset Consonant Cluster) ہے جبکہ لفظ post میں اختتامیہ مصمتی خوشہ (Coda Consonant Cluster) ہے۔ اگر چہ ایک صوت رکن کا مرکزہ عام طور پر ایک مصوتہ ہوتا ہے، کچھ گونج دار (Sonorants) (تکلمی صوت میں جن کی ادائیگی جاری ہوا کے بہاؤ کے ساتھ ہوتی ہے۔) مثال کے طور پر- m, n, l, r وغیرہ۔ اختتامیہ کی موجودگی اور غیر موجودگی کی بنیاد پر، صوت رکن کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: 1۔ بند صوت رکن (Closed Syllable) 2۔ کھلا صوت رکن (Open Syllable)۔ اختتامیہ والے صوت رکنوں کو بند حرف کہا جاتا ہے جب کہ اختتامیہ کے بغیر صوت رکنوں کو کھلا حرف کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر: [me, to and no] جیسے صوت رکنوں میں ابتدا اور مرکزہ کا مجموعہ ہے۔ لیکن کوئی اختتامیہ نہیں ہے۔ اس لیے، ہم انہیں کھلا صوت رکن کہتے ہیں۔ دوسری طرف [ham, not, pat] جیسے صوت رکنوں میں اختتامیہ ہوتا ہے۔ لہذا، انہیں بند صوت رکن کہا جاتا ہے۔

3.6 امتیازی خصوصیت (Distinctive Feature)

پراگ اسکول (Prague School) کے نقطہ نظر کے تحت فونیم کو صوتیاتی امتیازی خصوصیات کے ایک مجموعہ ("بنڈل") کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔مثال کے طور پر انگریزی فونیم /s/ کو لثوی(alveolarity)، رگڑ (Friction)، غیر مسموع (Voiceless)، جیسی خصوصیات کے مجموعے کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

امتیازی خصوصیات کو"Binary Oppositions" کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے۔صوتیاتی زاوئے نظریہ میں امتیازی خصوصیات کسی بھی فونیم کا تجزیہ کرنے کا سب سے بنیادی طریقہ ہے۔ دو آوازیں جنہیں مشتبہ جوڑا (Suspicious Pair) کہا جا سکتا ہے ان کا موازنہ طبقات (Segments) کی فطری درجہات میں ایک دوسرے سے کیا جاتا ہے۔جیسے کہ مقام تلفظ (point of Articulation)،طریقہ تلفظ (Manner of Articulation)،مسموعیت (Voicing)، ہکاریت (Aspiration)وغیرہ۔

1950 کی دہائی سے،صوتیاتی خصوصیات کی وضاحت کے لیے قطعات (segments) کو جوڑے دار اقدار(Binary Values) (+/-)تفویض کیے جارہے ہیں۔ [+] قدر کسی خصوصیت کی موجودگی کو ظاہر کرتی ہے اور[-] قدر کسی خصوصیت کی غیر موجودگی کو ظاہر کرتی ہے۔ جنریٹو فونولوجسٹ (Generative Phonologist) فونیم کے مقابلے امتیازی خصوصیات کو اصواتی ڈھانچے (Phonological Structure) کی بنیادی اکائی کے طور پر سمجھتے ہیں۔خصوصیات امتیازی اس لیے ہیں کیونکہ وہ فونیم کے درمیان فرق پیدا کرتی ہیں۔دو فونیم مختلف ہونگی، اگر وہ اپنی خصوصیات میں سے کم از کم ایک میں مختلف ہوں۔امتیازی خصوصیات کا نظریہ دینے والوں کا خیال تھا کہ فونیم دماغ میں خصوصیات کے مجموعہ کے طور پر محفوظ ہوتے ہیں۔امتیازی خصوصیات کا استعمال اصواتی تجزیہ (Phonological Analysis)میں حشویت یا فضول (Redundancy) کو کم کرتا ہے۔ایک مناسب امتیازی خصوصیت مثالی طور پر صوتیاتی فنکشن (Phonetic Function) کو پورا کرتی ہےاور وہ آوازوں کے قدرتی درجات کی وضاحت کرتی ہے۔کسی زبان میں آوازوں کی قدرتی درجہ بندی ان آوازوں پر مشتمل ہوتی ہے، جو کچھ امتیازی خصوصیت کا اشتراک کرتیں ہیں۔امتیازی خصوصیات کی وضاحت تلفظی اور سمعی صوتیاتی عنصر میں کی جاتی ہے۔کچھ اہم امتیازی خصوصیات کی مندرجہ ذیل وضاحت کی گئی ہے-

[+/-صوت رکنی (Syllabic)]

ایک صوت رکنی میں کسی قطعہ کے ادا کردہ کردار کے بارے میں بات کرتا ہے۔مصوتے [+صوت رکنی(Syllabic)] ہیں جبکہ مصمتے [-صوت رکنی(Syllabic)] ہیں۔

[+/-مصمتی Consonantal]

کسی صوت کی ادائیگی کے دوران صوتی نالی (Vocal Tract) میں رکاوٹ کو مصمتی امتیازی خصوصیات کہتے ہیں۔ مزاحمیہ (Obstruents) ، ارتعاشیہ (Trill)، سیال (Liquid) اور انفی (Nasal) [+مصمتی Consonantal] ہیں جبکہ مصوتے (Vowels) اور تدریجیہ (Glides)[-مصمتی Consonantal] ہیں۔

[+/-گونج دار(Sonorants)]

یہ امتیازی خصوصیت کسی بھی صوت کی ادائیگی میں گونج کے معیار کی نشاندہی کرتی ہے۔

مصوتے (Vowels)، تدریجیہ (Glides)، سیال (Liquid) اور انفی (Nasal) [+گونج دار (Sonorants)] ہیں

[+/-جاریہ (Continuant)]

وہ آوازیں جو صوتی نالی (Vocal Tract) سے مسلسل ہوا کے گزرنے کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں۔ یہ امتیازی خصوصیت صفیریہ (Fricative)، بندشیہ (Plosive) اور بند صفیریہ (Affricates) کو ممتاز کرتی ہے۔

[+/-انفی (Nasal)]

کسی بھی صوت کی ادائیگی میں یہ امتیازی خصوصیت غشا (Velum) کی پوزیشن پر منحصر ہے۔ تمام انفی صوت [+انفی (Nasal)] ہیں اور تمام دہنی صوت [-انفی (Nasal)] ہیں۔

[+/-لبی (Labial)]

دولبی (Bilabial) اور لب دندانی (Labio-dental) [+لبی (Labial)] امتیازی خصوصیت ہیں۔

[+/-پیش زبانی (Coronal)]

پیش زبانی (Coronal) زبان کی نوک یا تیغہ زبان سے پیدا ہونے والی آوازیں ہیں۔

[+/-عقب زبانی (Dorsal)]

عقب زبانی (Dorsal) آوازیں عقب زبان کو دہن کے اوپری حصے کی طرف اٹھانے سے پیدا ہوتی ہیں۔

3.6.1 Major Class Features

یہ وہ امتیازی خصوصیت ہیں جو آوازوں کے بڑے طبقوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔

1- [+/-صوت رکنی (Syllabic)]

2- [+/-مصمتی (Consonantal)]

3- [+/-غیر صفیری جاریے (Approximant)]

4- [+/-گونج دار (Sonorants)]

3.6.2 حنجری (Laryngeal) کی امتیازی خصوصیت

وہ امتیازی خصوصیت جو آوازوں کی حنجرہ حالتوں کی وضاحت کرتی ہیں۔

1- [+/-طور (Voice)]

2- [+/-پھیلا حلق (Spread Glottis)]

3.6.3 طریقہ کار امتیازی خصوصیت (Manner Feature)

وہ امتیازی خصوصیت جو طریقہ تلفظ پر منحصر ہیں۔

1- [+/-جاریہ (Continuant)]

2-[+/-انفی(Nasal)]

3.6.4 مقام امتیازی خصوصیت (Place Feature)

وہ امتیازی خصوصیت جو مقام تلفظ پر منحصر ہوتے ہیں۔

1-[+/-لبی (Labial)]

2-[+/-پیش زبانی (Coronal)]

3-[+/-عقب زبان(Dorsum)]

مصوتوں (Vowels) کو مندرجہ ذیل امتیازی خصوصیت کو ممتاز کیا جاتا ہے۔

1-[+/-پچھلا(Back)]

2-[+/-اونچا(High)]

3-[+/-مدور(Round)]

4-[+/-زمانہ (Tense)]

3.7 صوتی تنظیم (Phonotactics)

علم اصوات میں استعمال ہونے والی ایک اصطلاح اصواتی اکائیوں کے تسلسلی ترتیب کا حوالہ دینے کے لیے، کسی بھی زبان میں پائی جائے۔ اور وہ صوتی لحاظ سے درست لفظ کے طور پر شمار کی جاتی ہے۔ جس طرح الفاظ کے کچھ مجموعے ممکنہ جملے ہیں، جبکہ دیگر نہیں ہیں اسی طرح آوازوں کے کچھ مجموعے ممکنہ الفاظ ہیں جبکہ دیگر نہیں ہیں۔ انگریزی میں، مثال کے طور پر، مصمتی تسلسل(Consonantal Sequence) {/fs/ اور/spm/} کسی لفظ کے شروع میں واقع نہیں ہوتے ہیں، اور اسی طرح کی اور بہت سی پابندیاں ہیں۔ یہ سچ ہے کہ تمام زبانوں میں فونیم کو صوتی رکن میں ترتیب دینے کے لیے کچھ پابندیاں ہوتی ہیں۔ ان پابندیوں کو صوتی تنظیم یا فونیم کے تسلسل میں پابندیوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ صوتی تنظیم کی پابندیاں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ کون سا صوتی تسلسل ممکن ہے اور کون سا صوتی تسلسل اس زبان میں ممکن نہیں ہے۔

3.7.1 مصمتی خوشہ (Consonats Cluster)

خوشہ (Cluster) کی اصطلاح سے مراد ایک ہی زمرے کے ''متصل قطعات(Adjacent segments)'' کا تسلسل ہے۔ لہٰذا، ایک مصمتی خوشہ ''متصل مصمتوں''(Adjacent Consonants) کا ایک تسلسل ہے۔ دوسرے الفاظ میں، مصمتی خوشہ کسی لفظ میں مصمتوں کا ایک ایسا تسلسل ہے جس کے درمیان کوئی مصوتہ (Vowel) نہیں ہو۔ انگریزی میں، تین سے زیادہ مصمتوں کا خوشہ بہت کم ہوتا ہے، اور دو سے زیادہ مصمتوں کے ابتدائی خوشے واقع نہیں ہوتے، جب تک کہ پہلا حرف "s" نہ ہو۔ مصمتی خوشہ کو ''مصمتی آمیزش''(consonant blends) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ مصمتی خوشہ، ابتدائی، درمیانی اور آخری تینوں پوزیشنوں پر پایا جاسکتا ہے۔

ابتدائی پوزیشن پر اگر ہمیں دو مصمتے مل جائیں تو ہم پہلے مصمتے کو ابتدائی مصمتہ (Initial Consonant) اور دوسرے کو پس ابتدائی

مصمتہ (Post Initial Consonant) کے طور پر جانتے ہیں۔اگر ہمیں ابتدائی پوزیشن پر تین مصمتے ملتے ہیں پھر پہلی کو''ابتدائی مصمتہ دوسری ''پس ابتدائی مصمتہ 1''اور تیسرے کو''پس ابتدائی مصمتہ 2'' کہا جاتا ہے۔

لفظ کی درمیانی پوزیشن میں موجود خوشہ (Cluster) کو ''لفظ کا درمیانی مصمتی خوشہ'' (World Middle Consonant Cluster) کہا جاتا ہے۔

لفظ کے درمیانی مصمتی خوشے دو طرح کے ہو سکتے ہیں۔

☆ **دورن صوت رکنی مصمتی خوشہ (Intra Syllabic Consonant Cluster)**

☆ **بین صوت رکنی مصمتی خوشہ (Inter Syllabic Consonant Cluster)**

لفظ کی درمیانی پوزیشن میں مصمتوں کا تسلسل جو ایک ہی صوتی رکن (Syllable) سے تعلق رکھتے ہوں، اسے دورن صوت رکنی مصمتی خوشہ کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر:

a- منڈی /mandi/ = 'ن ڈ' /nd/ خوشہ

b- زخمی /jaxmi/ = 'خ م' /xm/ خوشہ

اگر مختلف صوتی رکن سے تعلق رکھنے والے مصمتے ایک ساتھ واقع ہوتے ہیں، تو جو خوشہ بنتا ہے اسے بین صوت رکنی مصمتی خوشہ کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر:

a- گمشدہ /gUmSUda/ = 'م ش' /mS/ خوشہ

b- مشغول /maSGu:l/ = 'ش غ' /SG/ خوشہ

c- مسمار /misma:r/ = 'س م' /sm/ خوشہ

لفظ کی آخری پوزیشن پر واقع ہونے والے مصمتی خوشوں کو اختتامی مصمتی خوشے کہا جاتا ہے۔اگر ہمیں آخری پوزیشن پر تین مصمتے ملیں تو ہم انہیں پیش آخری (Pre Final)، آخری (Final) اور پس آخری (Post Final) کے نام سے جانتے ہیں۔

اختتامی مصمتی خوشے کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

a- نقل /naql/ = 'ق ل' /ql/ خوشہ

b- رکن /rUkn/ = 'ک ن' /kn/ خوشہ

3.7.2 تسلسلی مصوتہ (Vowel Sequence)

خوشہ (Cluster) کی اصطلاح سے مراد ایک ہی زمرے میں واقع ہونے والے ''متصل قطعات (Adjacent segments)'' کے تسلسل سے ہے۔لہٰذا، ایک مصمتی خوشہ متصل قطعات کا ایک تسلسل ہے، اور ایک مصوتی خوشہ، متصل مصوتوں (Adjacent vowels) کا تسلسل ہے۔ہم اسے تسلسلی مصوتہ (Vowel Sequence) کہتے ہیں۔

مصوتوں کے تسلسل میں، ہر مصوتہ ایک الگ صوتی رکن ہوتا ہے۔ جب دو یا دو سے زیادہ مختلف مصوتے ایک ہی تسلسل میں نمودار ہوں، اور ان کے درمیان ہموار تدریجیہ (Glide) کے ساتھ ہر ایک مصمتے کو الگ الگ تلفظ کیا جائے۔ اور دوسری صورت میں جب ایک ہی مصوتہ دو یا اس سے زیادہ بار ایک ہی تسلسل میں ظاہر ہو، اور ان کا تلفظ ایک ہی لمبے مصوتے کے طور پر، ایک عام مصوتے کے تلفظ کی مدت سے تقریباً دوگنا ہو۔ تسلسلی مصوتہ (Vowel Sequence) کہلاتا ہے۔

مصوتے ایک دوسرے کے ساتھ نسبتاً آزادانہ طور پر مل جاتے ہیں . تاہم، جب تک زبانیں اپنے ''مصوتی خوشہ'' vowel clusters یا دہرے مصوتوں (diphthongs) کی فہرستوں (Inventories) پر کوئی پابندیاں عائد نہیں کریں،

انگریزی زبان میں تسلسلی مصوتوں کا واقع ہونا مندرجہ ذیل بیانات پر مبنی ہے۔

1۔ کھلے مصوتے اور اونچے مصوتے کے مجموعے کو دوسرے مصوتوں کے مجموعوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔

2۔ کھلے مصوتے اور درمیانی مصوتے،، اور درمیانی مصوتے اور اونچے مصوتے کے مجموعے اکثر غائب یا نایاب پائے جاتے ہیں۔

3۔ دو ایک جیسے مصوتوں کا تسلسل صرف اونچے مصوتے کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ لہذا ii، uu جو کہ اونچے مصوتے ہیں، ان کا تسلسل ممکن ہے۔ جبکہ aa،ee، oo کا تسلسل ممکن نہیں ہے۔

3.8 تنسیخ صوتی اور آرکی صوتیہ یا ابتدائی صوتیہ (Neutralization andArchiphoneme)

جب کسی خاص ماحول میں دو فونیم کے درمیان فرق ختم ہو جاتا ہے، تو ہم اس رجحان کو تنسیخ صوتی کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ، وہ فونیم جو کسی ایک ماحول میں متضاد ہیں، وہ کسی دوسرے ماحول میں متضاد نہیں بھی ہو سکتی ہیں، اس لیے جس ماحول میں وہ متضاد نہیں ہیں، اس تضاد کو تنسیخ صوتی کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر: امریکی انگریزی میں /t/ اور /d/ کے درمیان تضاد پوشیدہ یا ختم ہو گیا ہے۔ Intervocalic پوزیشن میں، دونوں /t/ اور /d/ ایک اصواتی عمل (Phonological Process) سے گزرتے ہیں جہاں دونوں کو فلیپ /r/ کے طور پر محسوس کیا جاتا ہے۔

آرکی صوتیہ یا ابتدائی صوتیہ ایک تجریدی اصواتی اکائی ہے جو دونوں فونیم کی مشترکہ خصوصیات کا اظہار کرتی ہے جو تنسیخ صوتی میں شامل ہیں۔ آرکی صوتیے کی نمائندگی کے لیے ایک بڑے حرف (Capital Letter) کا استعمال کیا جاتا ہے۔

3.9 مربوط تکلم (Connected Speech)

عام طور پر ہم تکلمی اصوات کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ ہمیشہ احتیاط سے اور جان بوجھ کر سست رفتار میں بولی جاتی ہیں۔ لیکن تکلم ہر وقت ایسا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ہماری بات تیز اور بے ساختہ ہوتی ہے، اس کے لیے ہمارے تلفظ کاروں (Articulators) کو بغیر رکے ایک آواز سے دوسری آواز میں جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک آواز کو تقریباً ایک ہی وقت میں دوسری آواز کے ساتھ بیان کرنے کے عمل کو ہم مخرجی (Co-articulation) کہتے ہیں۔ مربوط تکلم میں، الفاظ اور آوازوں کے درمیان حدود (Boundaries) بہت واضح نہیں ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے ہم انہیں ''کم سے کم حرکت'' (Minimal Movement) کے ساتھ ہی تلفیظ کر پاتے ہیں۔ مربوط تکلم کی کچھ عام خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ انضمام یا ادغام (Assimilation)

2۔ خلاف ادغام یا مغائرت (Dissmilation)

3۔ حذف (Elision)

3.9.1 انضمام یا ادغام (Assimilation)

مربوط تکلم میں یہ سب سے عام عمل ہے۔انضمام ایک ایسا عمل ہے جس میں تسلسل میں واقع ہونے والے دو فونیم ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوجاتے ہیں یا ایک فونیم کی کچھ کیفیت دوسری فونیم کے ذریعہ لی یا نقل کی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر:

انفصالی تکلم میں، ہم /i/ اور /æ/ کے تلفظ کو بغیر کسی انفی معیار کے ادا کر سکتے ہیں، لیکن /pin/ اور /pan/ جیسے الفاظ کو ادا کرنے میں /i/ اور /a/ کا تلفظ انفی کیفیت اختیار کر لیتا ہے، کیونکہ ان کے بعد والی آواز انگی ہے۔ مماثلت کی ڈگری کی بنیاد پر، ہم انضمام کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

a۔ مکمل ادغام (Complete Assimilation)

b۔ جزوی ادغام (Partial Assimilation)

صوتی تبدیلی کی سمت کی بنیاد پر، ہم ادغام کو دو اقسام میں درجہ بندی کرتے ہیں:

a۔ رجعی ادغام (Regressive Assimilation)

b۔ تقدمی ادغام (Progressive Assimilation)

3.9.2 خلاف ادغام یا مغائرت (Dissmilation)

یہ ادغام کے مقابلے کم عام ہے۔اسے ایک ایسے عمل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے جس کے تحت دو ایک جیسی آوازیں مختلف ہوجاتی ہے۔یہ ادغام کے طور پر عام نہیں ہے لیکن ہمیں مغائرت کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔

مثال کے طور پر: لاطینی لفظ /tartar/ کو انگریزی لفظ /tartal/ میں تبدیل کرنا۔

3.9.3 حذف (Elision)

حذف مربوط تکلم میں صوتی قطعہ (Sound Segment) کو چھوڑنے کا ایک عمل ہے جو جان بوجھ کر کسی لفظ کے تلفظ میں موجود ہوتا ہے۔یہ فونیم کے حذف (Loss) سمیت تخفیف (Reduction) کا عمل ہے۔

مثال کے طور پر۔

لفظ /and/ میں /d/ آواز کو چھوڑ کر بس /an/ کا تلفظ ادا کرنا۔

/friendship/ جیسے لفظ کے تلفظ میں بھی /d/ آواز کو عام طور پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

3.10 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ فونیمیات(Phonology)لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں کسی ایک خاص زبان کے اصوات (Sounds) کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

☆ فونیمیات ان مختلف طریقوں کی چھان بین کرتی ہے جن میں مختلف زبانوں کے الفاظ اور فقروں کی تشکیل کے لیے اصوات کو ایک منظّم طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ فونیمیات کا تعلق ان معمولات سے ہے جس کے مطابق زبان کے الفاظ میں اصوات کے صوتیاتی احساس کو بیان کیا جاتا ہے۔

☆ فونیمیات کو سمجھنے کے لیے،صوتیات کے بنیادی تصورات(Basic Concepts) کی فہم از حد ضروری ہے۔جس میں ان تمام ''تکلمی اصوات کی فہرست''(Inventory of Speech Sounds)' کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

☆ تکلمی صوت کی اصطلاح کسی بھی زبان میں اس لیے مخصوص ہوتی ہے، کیونکہ وہ تمام آوازیں جو ہم اپنے آعضائے تکلم (Speech apparatus) سے پیدا کرتے ہیں

☆ وہ سبھی آوزیں تکلم کا حصہ نہیں ہوسکتیں، جیسے کھانسی ہچکی اور چھینک وغیرہ۔

☆ فونیم علم اصوات کی ایک بنیادی اکائی ہے۔یہ آواز کی سب سے چھوٹی اکائی ہے جو کسی زبان کے اندر معنی میں تبدیلی کا سبب بنتی ہے،لیکن اس کا خود کوئی معنی نہیں ہے۔

☆ اقلی جوڑے سے مراد الفاظ کا کوئی ایسا مجموعہ ہے جس میں تمام حروف ایک جیسے ہوتے ہیں،سوائے کسی ایک مخصوص مقام کے۔

☆ فونیمیاتی تناظر میں تضاد ایک ایسا نظام ہے جس میں آوازیں ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی ماحول میں واقع ہوتی ہیں اور پھر وہی آوازیں معنی میں بھی فرق پیدا کرتی ہیں۔ایسی صورت میں ہم انہیں تضاد(Contrast) کی حالت کہتے ہیں۔

☆ فونیم کو اصل تقریری حالت میں استعمال کرنے کا عمل فون یا صوت(Phone) کہلاتا ہے۔

☆ فون ایک ایسی صوتی تکلم ہے، جس کی نمائندگی صوتی علامتوں (Phonetic Symbols) کے ذریعے ہوتی ہے جو انگریزی زبان کی حروف تہجی میں بعض حروف سے مشابہت رکھتی ہے۔

☆ ایلوفون یا ذیلی صوتیہ فونیم کی ایسی متبادل آوازیں ہیں، جن کا تلفظ فونیم سے کسی قدر مختلف ہوتا ہے، نتیجے کے طور پر وہ اسی فونیم کی متبادل آوازیں کہلاتی ہیں۔

☆ غیر ہکاری (Unaspisated) اس کو کہتے ہیں جس میں آواز کو اس کی اصل حالت میں ادا کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔

☆ صوت رکن تکلمی صوت کی ترتیب کے لیے تنظیمی اکائی ہے۔اسے الفاظ کی صوتی تعمیر کے حصے کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

☆ خوشہ (Cluster) کی اصطلاح سے مراد ایک ہی زمرے کے ''متصل قطعات(Adjacent segments)'' کا تسلسل ہے۔

☆ لفظ کی درمیانی پوزیشن میں موجود خوشہ (Cluster) کو ''لفظ کا درمیانی مصمتی خوشہ'' (World Middle Consonant Cluster) کہا جاتا ہے۔

☆ جب کسی خاص ماحول میں دو فونیم کے درمیان فرق ختم ہو جاتا ہے، تو ہم اس رجحان کو تنسیخ صوتی کہتے ہیں۔

☆ ایک آواز کو تقریباً ایک ہی وقت میں دوسری آواز کے ساتھ بیان کرنے کے عمل کو ہم مخرجی (Co-articulation) کہتے ہیں۔

3.11 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
فونیم	:	زبان کے صوتی نظام کی سب سے چھوٹی، امتیازی یا متضاد اکائی
اقلی جوڑا	:	الفاظ کا ایسا جوڑا جس میں صرف ایک حرف مختلف ہو
امتیازی خصوصیت	:	کسی بھی فونیم کا تجزیہ کرنے کا سب سے بنیادی طریقہ
ادغام	:	جب تسلسل میں واقع ہونے والے دو فونیم ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہو جائیں۔
رجعی ادغام	:	جب پچھلی والی فونیم اگلی والی فونیم کی کچھ کیفیت نقل کرتی ہے۔
تضاد	:	الفاظ کا ایسا جوڑا جس میں صرف ایک آواز مختلف ہو اور پھر وہی آواز معنی میں بھی فرق پیدا کرے۔
صوت رکن	:	صوت رکن تکلمی صوت کی ترتیب کے لیے تنظیمی اکائی ہے
خوشہ	:	کسی لفظ میں مصمتوں یا مصوتوں کا تسلسل کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ بار واقع ہونا۔
حذف	:	کسی مربوط تکلم میں صوتی قطعہ (Sound Segment) کو چھوڑنے کا ایک عمل
تقدمی ادغام	:	کسی لفظ میں جب اگلی والی فونیم پچھلی والی فونیم کی کچھ کیفیت نقل کرے

3.12 نمونہ امتحانی سوالات

3.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

1۔ ایلوفون کی کوئی ایک مثال دیجیے۔

2۔ ادغام کی کتنی قسمیں ہیں؟

3۔ کسی خاص ماحول میں دو فونیم کے درمیان فرق ختم ہو جانے کو کیا کہتے ہیں؟

4۔ جب کسی عمل کے دوران ایک جیسی آوازیں مختلف ہو جائیں، تو اس عمل کو کیا کہیں گے؟

5۔ مصمتی خوشہ کیا ہے؟

6۔ Major Class Feature کی کتنی قسمیں ہیں؟

7۔ حذف کیا ہے؟

8۔ زبان کے صوتی نظام کی سب سے چھوٹی، امتیازی یا متضاد اکائی کون سی ہے؟

9۔ جب تسلسل میں واقع ہونے والے دو فونیم ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہو جائیں، تو اسے کیا کہتے ہیں؟

10۔ لفظ کے درمیانی مصمتی خوشے کی کتنی اقسام ہیں؟

3.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ تنسیخ صوتی کی اصطلاح سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

2۔ صوتیات اور علم اصوات میں کیا فرق ہے؟

3۔ ادغام پر مثالوں کے ساتھ ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

4۔ تسلسلی مصوتوں کی وضاحت کریں۔

5۔ 'صوتی تنظیم' پر ایک مضمون لکھیں۔

3.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ علم اصوات پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیے۔

2۔ مربوط تکلم کیا ہے؟ مربوط تکلم کی مختلف خصوصیات بیان کیجیے۔

3۔ صوت رکن اور اس کے اقسام کی وضاحت کیجیے۔

3.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	صوتیات اور فونیمیات	پروفیسر اقتدار حسین خاں
2۔	عام لسانیات	پروفیسر گیان چند جین
3۔	اردو لسانیات	علی رفاد فتیحی
4۔	پروفیسر اقتدار حسین خاں	لسانیات کے بنیادی اصول
5۔	عمومی لسانیات	عبدالسلام
7۔	اردو لسانیات	پروفیسر نصیر احمد خاں
9۔	لسانی تناظر	پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ

اکائی4: مارفیمیات

(Morphology)

اکائی کے اجزا

4.0 تمہید

4.1 مقاصد

4.2 مارفیمیات کیا ہے؟(What is Morphology?)

4.3 مارفیم کی تعریفات(Definitions of Morphology)

4.3.1 مارفیم کی اقسام (Types of Morpheme)

4.3.1.1 آزاد مارفیم(Free Morpheme)

4.3.1.2 پابند مارفیم (Bound Morphemes)

4.4 تصریفی اور اشتقاقی مارفیم(Inflectional & Derivational Morphrme)

4.4.1 تصریفی مارفیم(Inflectional Morpheme)

4.4.2 اشتقاقی مارفیم(Derivational morpheme)

4.5 ایلومارف(Allomorph)

4.5.1 ایلومارف کی حالتیں(Conditioning of allomorph)

4.5.1.1 صوتی حالت

4.5.1.2 لفظی حالت

4.6 مادہ(Root)

4.7 Base

4.8 Stem

4.9 مرکب الفاظ(Compound Word)

4.9.1 مرکب الفاظ کی اقسام(Type of Compound word)

4.9.1.1 اندرون مرکزی مرکب (Endocentric Compound)

4.9.1.2 بیرون مرکزی مرکب(Exocentric Compound)

4.9.1.3 وصلی مرکب (Copulative Compound)
4.10 الفاظ کی ساخت(Word formation)
4.10.1 مرکب(Compounding)
4.10.2 آمیزش (Blending)
4.10.3 بریدہ لفظ(Clipping)
4.10.4 بیک فارمیشن(Back Formation)
4.10.5 مخفف(Abberviation)
4.10.6 ایکرونم(Accronym)
4.10.7 تبدیلی(Conversion)
4.11 صرفی عمل(Morphological Process)
4.11.1 مبادلہ(Replacement)
4.11.2 کل بدلی(Suppletion)
4.11.3 تکرار(Reduplication)
4.11.3.1 مکمل تکرار(Full Reduplication)
4.11.3.2 آدھی تکرار(Partial Reduplication)
4.12 نائیڈا کے اصول(Principles of Nida)
4.13 اکتسابی نتائج
4.14 کلیدی الفاظ
4.15 نمونہ امتحانی سوالات
4.15.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
4.15.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
4.15.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
4.16 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

4.0 تمہید

جس طرح ہماری مروجہ قواعد میں صرف اور نحو دو اہم شعبے ہیں اسی طرح لسانیات میں صرف (مارفیمیات) اور نحویات دو اہم شعبے ہیں۔
دراصل لسانیات میں بنیادی طور پر زبان کے مطالعے کو دو اہم حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے حصے میں صوتیات اور فونیمیات آتے ہیں جس میں زبان

کی آوازوں کا خصوصی طور سے مطالعہ کیا جاتا ہے اور دوسرے حصے میں مارفیمیات اور نحو کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جس کے تحت بامعنی آواز یا آوازوں کے مجموعہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مارفیمیات میں بامعنی آواز جو مارفیمیات ایک لفظ کی سطح تک محدود ہوتی ہے کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور نحو میں بامعنی آوازیں دو یا اس سے زیادہ الفاظ یا جملے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ غرض کہ مارفیمیات لفظ کی ساخت کا مطالعہ پیش کرتی ہے تو نحو جملے کی ساخت کو موضوع مطالعہ بناتی ہے، مشہور ماہر لسانیات ''ہالے (Halle)'' کے مطابق ''مارفیمیات ان طریقوں کا مطالعہ ہے جن سے لفظ بنتے ہیں جب کہ نحو ان طریقوں کا مطالعہ ہے جن میں الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

4.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ مارفیمیات کی تعریف و توضیح بیان کرسکیں۔
- ☆ مارفیم اور لفظ میں فرق واضح کرسکیں۔
- ☆ پابند مارفیم اور آزاد مارفیم کے درمیان فرق کرسکیں۔
- ☆ لفظ کے بنانے کا طریقہ معلوم کرسکیں۔

4.2 مارفیمیات کیا ہے؟ (What is Morphology?)

اس شعبے میں لفظ کی ساخت کو موضوع بحث لایا جاتا ہے۔ اس میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ کیسے ہم ایک ہی مادے (Root) سے اس میں لواحق (Suffix) اور سابقے (Prefix) جوڑ کر الگ الگ الفاظ کی ایک لمبی فہرست تیار کر لیتے ہیں۔ 'زبان اور علم زبان' نامی کتاب کے مصنف پروفیسر عبدالقادر سروری نے ہندی ترجمے کے پیش نظر مارفیم (Morpheme) کو تشکیل اور مارفولوجی (Morphology) کو تشکیلیات کہا ہے۔ نیا لفظ گڑھنے کے بجائے اگر مارفیم (Morpheme) کو مارفیم اور مارفولوجی کو مارفولوجی ہی کہا جائے تو گفتگو میں آسانی ہوگی۔ البتہ مارفیم کو اردو لاحقے کے ساتھ مارفیمیات کہہ سکتے ہیں۔

4.3 مارفیم کی تعریفات (Definitions of Morphology)

ماہرین لسانیات نے مارفیم (Morpheme) کی بڑی سائنٹفک تعریف کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ اردو زبان کے لیے بڑی ثقیل اور مغلق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس میں کچھ کی تعریف یہاں بیان کی جاتی ہے۔

- ☆ مارفیم ایک چھوٹی سی چھوٹی بامعنی اکائی ہوتی ہے۔
- ☆ مارفیم وہ چھوٹی سے چھوٹی اکائی ہوتی ہے جس میں ہیئت اور موضوع کے بیچ ایک رشتہ ہو۔
- ☆ مارفیم چھوٹے سے چھوٹے بامعنی جزو ہیں۔ جن کو ہم مزید چھوٹا نہیں کر سکتے ہیں۔ مثلاً گھر، میز، کرسی وغیرہ۔

امریکی ماہر لسانیات نائیڈا (Nida) نے مارفیم کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''لفظ کا چھوٹے سے چھوٹا بامعنی حصہ مارفیم کہلاتا ہے''

پروفیسر نصیر احمد خاں اپنی کتاب ''اردو لسانیات'' میں مارفیمات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''مارفیمیات تجزیہ مارف(Morph)، مارفیم(morpheme)اور ذیلی مارفیم(Allomorph) کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ امریکی ماہر لسانیات نائیڈا(Nida) نے اس اصطلاحوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ لفظ کا چھوٹے سے چھوٹا بامعنی حصہ جو ایک یا ایک سے زیادہ فونیموں پر مشتمل ہوتا ہے مارف (Morph) کہلاتا ہے۔ لفظ کے تجزیے میں عمل کے اعتبار سے اس کی بنیادی اور ذیلی حیثیت کا تعین ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں خبر، خبریں اور خبروں ایک لفظ کے تین روپ ہیں اگر انھیں چھوٹے سے چھوٹے بامعنی حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تین مارف سامنے آئیں گے۔ یعنی (خبر)،(ایں)''جمع کا لاحقہ''اور(اوں)''جمع کا لاحقہ اصلی حالت میں'' مارفیمیاتی تجزیہ کے بعد یہ تینوں مارف دو مارفیم میں بدل جائیں گے۔ یعنی/خبر/اور/ایں/ یہاں/اوں/ مارف/ یں/ کی ذیلی شکل ہے جو فاعلی حالت میں آئی ہے۔ اس لیے/اوں/ مارف/ یں/ مارفیم کا ذیلی مارفیم ہوگا۔ دراصل ذیلی مارفیم، مارفیم کی بدلی ہوئی شکل ہوتی ہے جو ماحول سے یا پھر قواعدی اعتبار سے متاثر ہو کر وجود میں آتی ہے۔(''اردو لسانیات''نصیر احمد خاں۔ ناشر۔ اردو محل و پبلی کیشنز)

چونکہ مارفیمیات کے مطالعے میں مارفیم ایک بنیادی اکائی ہے۔ جو زبان کا سب سے چھوٹے سے چھوٹا بامعنی ٹکڑا یا اکائی ہوتا ہے۔ مثلاً گھر، میز، کرسی، وغیرہ، یہ سب ایک واحلد مارفیم ہیں۔ ان کو ہم مزید الگ الگ حصوں میں نہیں تقسیم کر سکتے ہیں کیونکہ مارفیم کی خصوصیات میں ہوتا ہے کہ اس کے کوئی نہ کوئی معنی ہونا چاہئے۔ اور اگر ہم ان میں سے ہر حروف کو الگ کر دیں گے تو اس کے کوئی معنی نہیں ہوں گے۔ اور یہ مارفیم کی ضمن سے باہر ہوجایئگا۔ اس کے برعکس ہم ایک ایسی مثال کو دیکھتے ہیں جو کہ ایک سے زیادہ مارفیم پر مشتمل ہوتا ہے اور اس میں کوئی ایک مارفیم دوسرے مارفیم پر منحصر ہوتا ہے۔ مثلاً ہوشیار، روزگار۔ یہ دونوں دو دو مارفیم ہوش + یار اور روز + گار کا مجموعہ ہیں س میں/ گار/ ایک لاحقہ(Suflix) ہے جو کہ دوسرے مادے(Root) سے مل کر اپنا معنی دے رہا ہے۔ اس مثال یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ مارفیم(Morpheme) کی دو قسمیں ہیں

4.3.1 مارفیم کی اقسام (Types of Morpheme)

آزاد مارفیم(Free morpheme) پابند مارفیم(Bound Morpheme)

4.3.1.1 آزاد مارفیم(Free Morpheme)

Free Morphemes are those Morphemes which do not depend upon another word for their meaning. e.g. table, chair, etc.

آزاد مارفیم وہ مارفیم ہوتے ہیں جو اپنے معنی و مفہوم کے لیے کسی دوسرے الفاظ کا سہارا نہیں لیتے ہیں۔ بلکہ وہ خود ہی اپنے مفہوم کو واضح کر دیتے ہیں۔ مثلاً آدمی، حیوان، کرسی، میز وغیرہ۔

4.3.1.2 پابند مارفیم (Bound Morphemes)

Bound Morphemes are those Morphemes which depend upon another word for their meaning.

e.g. -es,-er,-ing etc

پابند مارفیم وہ مارفیم ہیں جو اپنے معنی ومفہوم کے لیے دوسرے لفظ کا سہارا لیتے ہیں۔مثلاً۔گار: روزگار، مددگار

تشریح:

گار، ایک لاحقہ ہے(Suffix) جو مادے کے ساتھ مل کر معنی دیتا ہے۔اگر یہ کسی مادے(Root) کے ساتھ نہ ملے تو اس کا کوئی مفہوم نہیں ہوگا۔اس لیے اس کو پابند مارفیم(Bound Morpheme) کہتے ہیں۔اور اس کے مفہوم کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی ماڈے(Root) کے ساتھ مل کر آئے۔

پابند مارفیم کی اقسام(Types of Bound Morphemes)

پابند مارفیم کی اقسام(Type of Bound Morphemes)

دورخی مارفیم(Portmanteau Morpheme)   صفر مارفیم/صرفیہ(Zero Morpheme)   Affixes

لواحق(Suffix)   وسطیہ(Infix)   سوابق(Prefix)

نیچے ہم ان قسموں کو تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔سب سے پہلے ہم سوابق (prefix) کے بارے میں سمجھیں گے

سوابق (Prefix)

سوابق یعنی(Prfix) اس مارفیم کو کہتے ہیں جو کسی ماڈے(Root) سے پہلے لگ جائے:

مثلاً: ان/ انجان/ میں/لڑک/لڑکپن/ میں۔اس مثال میں۔ان/ اورلڑک/سوابق Prfix ہیں۔

وسطیہ(Infix)

وسطیہ(Root) وہ مارفیم ہوتے ہیں جو کسی مادے(Root) کے درمیان میں لگ جاتے ہیں۔اس کی مثال عربی زبان میں بہت اچھی طرح سے واضح ہو جاتی ہے۔مثلاً: کتاب سے کتب، قلم سے اقلام وغیرہ۔

تشریح:

اس میں ہم نے مادے(Root) کے درمیان میں تبدیلی کر کے واحد سے جمع بنا دیا ہے۔انہیں کو وسطیہ (Infix) کہا جاتا ہے۔

لواحق(Suffix)

لواحق وہ مارفیم ہوتے ہیں جو کسی ماڈہ(Root) کے آخر میں لگ جاتے ہیں۔

مثلاً: دار/ شان دار میں، گار/ مددگار میں۔وغیرہ

صفر مارفیم/صرفیہ(Zero Morpheme)

Zero Morphemes are those bound Morphemes which do not have form but have meaning. E.g sheep (singular) Sheep (plural).

صفر مارفیم وہ مارفیم ہوتے ہیں جو معنی کو تو بتاتے ہیں لیکن الگ سے اس میں کسی حروف (letters) کا اضافہ نہیں ہوتا ہے۔جیسا کہ

انگریزی کی مثال (Sheep) میں آپ نے دیکھا اوران کا مفہوم جو ہوتا ہے وہ سیاق سباق (Context) پر منحصر ہوتا ہے۔ جیسے اگر ہمیں کہنا ہو یا بتا نا ہو کہ ہمارے پاس کتنی (Sheep) بھیڑ ہیں۔ تو ہمیں کہنا ہوگا کہ I have one Sheep یا I have two sheep کیونکہ ان کی جمع (Plural) میں کسی بھی حرف کا اضافہ نہیں ہوتا ہے اسی لیے ان کو Zero صفر مارفیم کہتے ہیں۔

دورخی مارفیم (Portmanteau morpheme)

Portmanteau morphemes are those morphemes which have more than one meaning in a single morpheme. e.g -s-in he plays.

دورخی مارفیم وہ مارفیم ہوتے ہیں جو اپنے اندر ایک سے زیادہ معانی کو سموئے ہوتے ہیں اور جن کو ہم الگ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ ہم نے انگریزی کے جملے میں دیکھا (he play-s) یہ جملہ زمانہ حال کو بتا رہا ہے کیونکہ اس فعل (Verb) میں جو مارفیم (Morphrme) لگا ہوا ہے وہ اپنے اندر ایک سے زیادہ معنی کو سموئے ہوئے ہے۔ (۱) ایک تو یہ زمانہ حال (Present Tens) بتا رہا ہے۔ (۲) یہ بتا رہا ہے کہ یہ مبتدا (Subject) جو اس کے ساتھ ہے وہ واحد ہے۔ کیونکہ s- مارفیم واحد (Singular) کے ساتھ ہی آتا ہے۔

4.4 تصریفی اور اشتقاقی مارفیم (Inflection & Derivation Morphrme)

4.4.1 تصریفی مارفیم (Inflection Morpheme)

Inflection Morpheme are those morphemes which do not change the grammatical category of word.

تصریفی مارفیم وہ مارفیم ہوتے ہیں جن سے اجزائے کلام/اقسام کلام (Part of Speech) نہیں بدلتی بس اس سے Tense یعنی زمانے میں یا نمبر یعنی واحد (Singlur) سے جمع (Plural) میں تبدیلی آتی ہے۔ مثال: وقتوں - وقت سے، قلموں-قلم سے، گیا سے جاتا فعل (Verb) میں۔

4.4.2 اشتقاقی مارفیم (Derivational morpheme)

Derivational morphemes are those morphemes which change the grammatical category of a word like play become play-er, teach became teach-er

اشتقاقی مارفیم وہ مارفیم ہیں جنہوں نے اجزائے اقسام/اقسام کلمہ Parts of Speech کو تبدیل کر دیا ہے۔ جیسے کھیل سے کھلاڑی وغیرہ۔

4.5 ایلومارف (Allomorph)

Different realization of a single Morphrme is called Allomorph of that morpheme. e.g.-s,-z,-iz

بعض اوقات ایک ہی مارفیم (Morpheme) کی کئی ذیل شکلیں (Forms) ہوتی ہیں، جن سے ان کے معنی ومفہوم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی صرف بولنے کے طریقے میں فرق آ جاتا ہے۔ مثلاً: اردو زبان میں ہم کہتے ہیں (۱) وہ کھانا کھا کر گیا۔ (۲) وہ کھانا کھا کے گیا تو اس میں جو

کر/ اور/ کے/ ہے اس کے معنی میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہے صرف کہنے کا طریقہ الگ ہے۔ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔

اس سے پہلے جو ہم نے ایلو مارف (Allomorph) کی بات کی ہے تو اردو زبان میں اس کو کہنے کے لیے کسی (Context) سیاق و سباق کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ لیکن انگریزی (English) زبان میں ایسا نہیں ہے۔ انگریزی زبان میں ایک ہی مارفیم کو الگ الگ کہنے کے لیے کچھ قواعد (Rules) ہوتے ہیں مثال کے طور پر ایک مارفیم ہے اس کے انگریزی زبان میں کہنے کے تین طریقے ہیں۔ ان ہی طریقوں کو ہم Conditioning of Allomorph کہتے ہیں۔

4.5.1 ایلو مارف کی حالتیں (Conditioning of Allomorph)

☆ لفظی حالت (Morphological Conditioning of Allomorph)

☆ صوتی حالت (Phonological Conditioning of Allomorph)

4.5.1.1 صوتی حالت (Phonological Conditioning of Allomorph)

جیسا کہ میں نے اوپر بتایا تھا کہ S- مارفیم کو ہم انگریزی زبان میں تین طرح سے بولتے ہیں، اور وہ تینوں طریقے الگ الگ آوازوں کے سیاق و سباق (Context) پر منحصر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہم انگریزی زبان میں جب واحد (Single) سے جمع (Plural) بناتے ہیں ہیں تو ہم اسم (Noun) میں S- لگا دیتے ہیں لیکن ہم اس S- کو تین طرح سے پڑھتے ہیں یا بولتے ہیں

1۔ پہلے طریقے میں ہم S-/س/ کو (س) / ہی پڑھتے ہیں۔

2۔ دوسرے طریقے میں ہم /س/ کو/ ز/ (z) پڑھتے ہیں۔

3۔ تیسرے طریقے میں ہم /س/ کو/ از/ (iz) پڑھتے ہیں۔

1۔ س/ کو/ س/ پڑھنے کا قاعدہ (Rule) یہ ہے کہ جب کسی لفظ (word) کا آخری حرف پَ (P)، ٹ (t) ک (k) وغیرہ ہو۔ جیسے انگریزی زبان میں book-s,cup-s،cat-s وغیرہ ہیں۔ ہم ان کے آخری میں س/ کو/ س پڑھتے ہیں۔

2۔ س/ کو/ زَ/ (z) پڑھنے کا قاعدہ (Rule) یہ ہے کہ جب کسی کے آخری حروف بَ (b)، ڈَ (d) گ (g) وغیرہ ہو جیسے Bulb-s,Bag-s وغیرہ۔ جب ہم ان کو بولتے ہیں تو //س کی جگہ ہم/ ز/ (z) کی آواز نکالتے ہیں۔

3۔ /س/ کو/ از/ (iz) پڑھنے کا قاعدہ (Rule) یہ ہے کہ جب کسی لفظ کے آخر میں س/ (s)/ شَ/ (sh) یا چَ/ (ch) کی آواز ہو تو ہم وہاں پر/ س/ کی جگہ پر/ از/ (iz) پڑھتے ہیں۔ جیسے church-es,bush-es،bus-es وغیرہ۔

4.5.1.2 لفظی حالت Morphological conditioning of allomorph

یہ ایلو مارف ایسے ایلو مارف ہوتے ہیں جو کسی خاص Particular لفظ (word) سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی مثال انگریزی زبان میں اچھی طرح سے واضح ہوتی ہے جیسے مثال کے طور پر انگریزی میں واحد سے جمع بنانے کا جو قاعدہ ہے وہ اسم (Noun) میں s- لگا کر بناتے ہیں۔ اور جو Past tense یعنی زمانہ ماضی بنانے کا طریقہ ہے اس میں ہم ed لگا کر زمانہ ماضی (past tense) بناتے ہیں۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ لیکن کبھی کبھی ہم اس کے برعکس بھی واحد سے جمع بناتے ہیں اور زمانہ حال سے زمانہ ماضی بناتے ہیں۔ وہ کچھ لفظ کے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ جیسے کہ wake

سے ہم woke بناتے ہیں۔ go سے ہم went بناتے ہیں۔ buy سے bought بناتے ہیں۔ اسم میں goose سے geese بناتے ہیں۔ ox سے oxen بناتے ہیں child سے children بناتے ہیں۔ تو یہ کچھ word ہیں جن کے ساتھ یہ خاص ہیں اسی لیے ہم ان کو لفظی حالت (Morphological conditioning of allomorph) کہتے ہیں۔

لفظ اور مارفیم میں فرق (Difference between Word & Morpheme)

لفظ وہ ہوتا ہے کہ جو کسی پر منحصر ہوئے بغیر بھی اپنے معنی دے سکتا ہے۔ اس کو اپنے معنی کے لیے کسی دوسرے لفظ کا سہارا نہیں لینا پڑتا ہے۔ جیسے کہ: میز، کرسی، کھانا وغیرہ۔

مارفیم وہ ہوتا ہے جو کبھی کبھی اپنے معنی و مفہوم کو بتانے کے لیے دوسرے لفظ کا سہارا لیتا ہے۔ جیسے کہ اردو کی مثال ہے/ گار/ مددگار میں۔ گار کا الگ سے کوئی معنی نہیں ہے۔ لیکن جب یہ دوسرے لفظ کے ساتھ آتا ہے تو اس کا اپنا معنی ہوتا ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ ایک لفظ (Word) ایک مارفیم ہو سکتا ہے لیکن ایک مارفیم ہمیشہ ایک لفظ نہیں ہو سکتا ہے۔

4.6 مادہ (Root)

Root are those word which are free form all affixes, like: table, chair, eat, bat.

لفظوں کا مرکزی حصہ مادہ (Root) ہوتا ہے۔ مادہ (Root) وہ ہوتا ہے جن میں کسی طرح کے سوابق والواحق لگے ہوئے نہ ہوں۔ جیسے انگریزی کی مثال میں cat,bat اور mat وغیرہ، اور اردو کی مثال میں/ وقت/ (time)/ کھیل/ (play) وغیرہ ہے۔

4.7 Base

Base are those words in which all types of morpheme can be added.

لسانیات میں Base اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی بھی طرح کے مارفیم لے سکتا ہو۔ مثال کے طور پر انگریزی لفظ ہے play۔ یہ ہر طرح کے مارفیم لے سکتا ہے۔ play سے ہم player بناتے ہیں اور پھر player سے ہم player-s بناتے ہیں۔

4.8 Stem

Stem are those words which accept only inflectional Morpheme

Stem وہ لفظ ہے جو صرف تصریفی مارفیم (Inflectional Morpheme) کو قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر کی مثال میں دیکھا ہے۔ Player ایک Stem ہے جو کہ صرف تصریفی مارفیم ہی لے سکتا ہے۔ اس میں ہم صرف s- ہی لگا سکتے ہیں جو کہ تصریفی مارفیم (Inflectional Morpheme) ہوتا ہے۔

نوٹ: جتنے بھی Root Word ہیں وہ Base ہو سکتے ہیں۔ لیکن سارے Root, base word نہیں ہو سکتے۔

All roots are bases, but allo bases are not Roots

☆ ایک Root Word ایک ساتھ Base اور Stem تینوں ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ:

1۔ Play ایک Root ہے کیونکہ اس میں کسی طرح کے سوابق ولواحق نہیں ملے ہوئے ہیں۔

2۔ Play ایک Base بھی ہے کیونکہ یہ ہر طرح کے مارفیم لے سکتا ہے۔

3۔ Play ایک Stem بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں ہم تصریفی مارفیم (Inflectional Morpheme) جوڑ سکتے ہیں۔ play سے plays کر سکتے ہیں۔

سادہ، پیچیدہ اور مرکب الفاظ (Simple, Complex, Compound word)

Simple words are root words, free from all affixes

سادہ لفظ (Simple Word): سادہ الفاظ وہ ہیں جن میں کسی طرح کے سوابق ولواحق نہ ملے ہوں۔ جیسے کھیل، کھانا، سونا وغیرہ۔

پیچیدہ الفاظ (Complex Word) پیچیدہ الفاظ وہ ہیں جن میں ایک تو (Root) مادے کا لفظ ہو اور اس کے ساتھ سابقہ یا لاحقہ لگا ہوا ہو۔ جیسے آدمی سے آدمیوں، انسان سے انسانوں وغیرہ۔

اوپر کی مثال میں ایک (Root) مادے کا لفظ ہے اور ایک پابند مارفیم (Bound Morpheme) ایک کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

4.9 مرکب الفاظ (Compound Word)

مرکب الفاظ وہ ہوتے ہیں جو دو الگ الگ مادے (Root) سے مل کر بنے ہوتے ہیں۔ جیسے مال دار، پان دان وغیرہ۔

اوپر کی مثال میں/ مال/ ایک الگ مادے کا لفظ ہے اور دار دوسرے مادے (Root) کا لفظ ہے۔ اور دونوں آزاد مارفیم Free Morpheme ہیں۔

4.9.1 مرکب الفاظ کی اقسام (Types of Compund Words)

☆ وصلی مرکب

☆ بیرون مرکزی مرکب

☆ اندرون مرکزی مرکب

4.9.1.1 اندرون مرکزی مرکب (Endocentric Compound)

یہ ایسے مرکب الفاظ ہوتے ہیں جس میں ایک حصہ مرکزی یعنی (Head) ہوتا ہے اور دوسرا حصہ اس پر منحصر ہوتا ہے۔ مثلاً باسکٹ بال، گیٹ کیپر وغیرہ۔ اس میں اوپر کی مثال میں بال اور گیٹ مرکزی حصہ یعنی Head ہیں۔

4.9.1.2 بیرون مرکزی مرکب (Exocentric Compound)

یہ دو ایسے مرکب الفاظ ہیں جس میں کوئی مرکزی حصہ یعنی Head نہیں ہوتا ہے۔ ان دونوں الفاظ سے ایک تیسرا معنی نکل کر سامنے آتا ہے جو کہ ان دونوں الفاظ کے بنیادی معنی سے بالکل الگ ہوتا ہے۔ اس کی مثال ہم انگریزی زبان میں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر بہت سے لوگ اپنے گھر کا نام گرین ہاؤس (Green House) رکھ دیتے ہیں جو کہ حقیقت میں گرین یعنی ہرا نہیں ہوتا ہے۔ اگر ہم گرین ہاؤس (Green House) کے بنیادی معنی لیں تو اس کا مطلب 'ہرا گھر' ہوگا لیکن اس کا اس معنی سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا ہے۔ لوگ بس اپنے گھر کا نام یوں ہی رکھ دیتے ہیں۔ اس لیے یہ مثال بیرون مرکزی مرکب میں کافی کارگر ہے۔

4.9.1.3 وصلی مرکب (Copulative Compound)

وصلی مرکب ایسے الفاظ کو کہتے ہیں جس میں دونوں الفاظ مرکزی کردار ادا کرتے ہیں کوئی بھی لفظ دوسرے لفظ پر منحصر نہیں ہوتا ہے۔ دونوں لفظ مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کو وصلی مرکب (Copulative Compound) کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر انگریزی زبان میں، ڈائرکٹر جنرل (Director General) اور پروڈیوسر ڈائرکٹر (Producer Directot) وصلی مرکب ہیں۔

4.10 الفاظ کی ساخت (Word formation)

Word formation are different process by which we form different word

لفظوں کو بنانے کے مختلف طریقے

تبدیلی   مرکب   رجعی تشکیل   مخفف   بریدہ ایکرونم   آمیزش

Compounding: are those types of word formation process in which we add/combine two root /free morpheme to make a new word. The combination may be - Adjective and noun +noun etc . like: black board, bat ball, play ground

4.10.1 مرکب (Compounding)

مرکب لفظ وہ ہوتے ہیں جو دو الگ الگ لفظ سے مل کر بنے ہوں۔ اس میں دونوں لفظ الگ الگ اجزائے کلام کے بھی ہو سکتے ہیں اور ایک ہی اجزائے کلام کے بھی۔ جیسے تاج محل، خوب صورت وغیرہ۔

اوپر کی مثال میں تاج اور محل دونوں اسم (Noun) ہیں اور خوب صورت میں 'خوب' صفت ہے اور 'صورت' اسم ہے۔

4.10.2 آمیزش (Blending)

Blending: are those types of word formation in which we take some part from two different words and make a complete new word. eg. /smog/ from /smoke/,and /fog/, /mortal/ from /motorist/and /hotel/.

آمیزش (Blending) وہ لفظ ہوتا ہے جس کو کہ دو الگ الگ لفظوں کے جز کو لے کر بنایا جاتا ہے۔ اس میں عام طور پر پہلے لفظ کے شروع والے حصے کو لیا جاتا ہے اور دوسرے لفظ کے آخری حصے کو اس کے ساتھ ملایا جاتا ہے مثال کے طور پر اسموگ (Smog) اسموک (Smoke) اور فوگ (Fog) سے مل کر بنا ہے۔

4.10.3 بریدہ لفظ (Clipping)

In clipping we make the word short, we clip out of the word. For example: /ad/ from /advertisement/, /math/ from /mathematics/.

بریدہ الفاظ وہ ہوتے ہیں جن کو ہم آدھا کر دیتے ہیں جیسا کہ آپ اوپر انگریزی کی مثال میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس کو ہم تین حصوں میں تقسیم

کرتے ہیں:

1۔ Back Clipping

2۔ Middle Clipping

3۔ Fore Clepping

1۔ **Back clipping**:اس میں ہم لفظوں کے شروع والے حصے کو لے لیتے ہیں باقی کو ہٹا دیتے ہیں جیسے ایڈ(ad) کو ایڈورٹیز منٹ(Advertisement) سے لے لیا گیا ہے۔میتھ(Math) کو(Mathmatics) میتھ میٹکس سے لے لیا گیا ہے۔

2۔ **Middle Clipping**:اس میں ہم بیچ والے حصے کو لیتے ہیں اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔جیسے/Influunza/-flu/ سے اور/Refrigerator/-fridge/سے وغیرہ

3۔ **Fore Clipping**:اس میں یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی لفظ کے آخر والے حصے کو لے لیتے ہیں اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔جیسے کہ انگریزی کی مثال ہے۔/telephone/ تو ہم اس میں/phone/ لفظ کو لے لیتے ہیں اور/tele/ کو مٹا دیتے ہیں۔اسی کو Fore clipping کہتے ہیں۔

4.10.4 بیک فارمیشن(Back Formation)

وہ ہوتا ہے جس میں ہم لفظ کے آخری حصے کو جو کہ لاحقہ(Suffix) ہوتا ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔اور اس کے پہلے حصے کو لے لیتے ہیں اور اس کو ایک نئی شکل دیتے ہیں۔

جیسے مثال کے طور پر/teacher/ سے ہم نے/er/ کو مٹا دیا اور/teach/ لے لیا۔ایڈیٹر/editor/سے/or/ ہٹا دیا اور ایڈٹ/Edit/ لے لیا۔

Difference between back formation &clipping

دونوں میں فرق یہ ہے کہ Clipping میں اجزائے کلام(Part of Speach) نہیں بدلتے ہیں اور بیک فارمیشن(Back Formation) میں اجزائے کلام تبدیل ہو جاتے ہیں۔جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے واضح ہے۔

اوپر کی مثال میں ہم نے دیکھا کہ Clipping میں ہم نے Advertisement سے Ad کر دیا تھا، Telephone سے Phone کر دیا تھا۔تو یہ دونوں لفظ اسم(Noun) ہیں اور ان کو آدھا کرنے سے بھی ان کا جز وکلام یعنی Part of Speech اسم ہی ہے۔لیکن اس کے مقابلے میں جب ہم بیک فارمیشن Back formation کو دیتے ہیں تو اس میں اس کی صورت الگ ہوتی ہے۔Back formation میں چھوٹا کرنے اس کے جز وکلام(Part of speech) میں تبدیلی آجاتی ہے۔مثال کے طور پر Teacher سے Teach کر دیا تو Teacher اسم ہے اور Teach فعل(Verb) ہو گیا ہے تو ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ Clipping میں جز وکلام Part of Speech میں تبدیلی نہیں آتی ہے اور Back Formation میں تبدیلی آجاتی ہے۔

4.10.5 مخفف(Abberviation)

وہ ہوتا ہے جن کو ہم مخفف(Short Form)کردیتے ہیں اور پھران کوالگ الگ کرکے بولتے ہیں۔ یہ انگریزی زبان میں کافی عام بات ہے۔مثال کے طور پر اے ایم یو(AMU)جے این یو(JNU)وغیرہ۔

4.10.6 ایکرونم(Accronym)

وہ ہوتا ہے جس کو ہم کئی لفظوں کے شروع والے حرف کو لے کرایک لفظ بناتے ہیں اوران حروف کو ہم ایک ساتھ ایک لفظ کی طرح پڑھتے ہیں۔الگ الگ نہیں پڑھتے ہیں۔جیسے ناٹو،(NATO)رڈار(RADAR)۔مانو(MANUU)وغیرہ

4.10.7 تبدیلی(Conversion)

وہ ہوتی ہے جس میں ہم لفظ کے اجزائے کلام کوتبدیل کردیتے ہیں۔اوراس لفظ میں ہم کسی طرح کے لواحق وسوابق کونہیں جوڑتے ہیں۔اس کا پتہ الفاظ کو جملے میں استعمال کرتے وقت چلتا ہے۔ورنہ ہم اس طرح سے اس میں فرق نہیں سمجھ پائیں گے۔مثال کے طور پرانگریزی میں شیپ(Sheep)کی کوئی جمع نہیں ہے اب اگرکسی کو یہ بتانا ہو کہ اس کے پاس دوتین یا کئی بھیڑ ہیں تو وہ اپنے جملے میں Three,Two یا پھر many لفظ کا استعمال(Sheep)سے پہلے کریگا اور کہے گا I have two/three sheep وغیرہ

4.11 صرفی عمل(Morphological Process)

یہ ایک ایسا Process ہے جس میں کہ ہم کسی لفظ کی ہیئت کواس میں کچھ لگا کر بدل دیتے ہیں۔اوراس کے اندر بہت سے Process آتے ہیں جس کا تذکرہ یکے بعد دیگرے کیا گیا ہے۔

4.11.1 مبادلہ(Replacement):

اگر مادے کے ایک حصے کو حذف کرکے اس کی جگہ دوسرے حصے کو جوڑ دیا جائے تو اس جزوی تبدیلی کومبادلہ یا Replacement کہتے ہیں۔مثال انگریزی میں Man سے Find,Men سے Ring,Found سے Rang اردو میں چل سے چال،کھل سے کھول،رک سے روک ہوگا۔

4.11.2 کل بدلی(Suppletion):

مبادلے کی یہ انتہائی شکل ہے۔اگر تبدیلی ماڈے کے ایک جزو میں نہ ہوکراس حد تک ہو کہ پوراماڈہ ہی بدل جائے تو اس تبدیلی کوکل بدلی(Suppletion)کہتے ہیں۔go سے good,went سے bad,better سے Worse وغیرہ۔

4.11.3 تکرار(Reduplication):

تکرارایک ایساعمل ہے جس میں ایک ہی لفظ کو دوبار استعمال کرتے ہیں۔جیسے: آہستہ آہستہ،دھیرے دھیرے۔اس میں ہم ایک ہی لفظ کو ویسے ہی دہرادیتے ہیں۔اس کی دوقسمیں ہیں۔(۱)مکمل تکرار(Full Reduplication)(۲)آدھی تکرار(Partial Reduplication)

4.11.3.1 مکمل تکرار(Full Reduplication)

وہ ہوتی ہے جس میں ہم ایک ہی لفظ کو مکمل طور پر دہراتے ہیں، جیسے دھیرے دھیرے, آہستہ آہستہ۔

4.11.3.2 آدھی تکرار(Partial Reduplication)

وہ ہوتی ہے جس میں ہم پورا لفظ کو مکمل طور پر نہیں دہراتے ہیں بلکہ کچھ حصے کو دہراتے ہیں۔

مثلاً کھانا وانا، چائے، وائے

4.12 نائیڈا کے اصول(Principles of Nida)

کسی غیر زبان میں خصوصاً اور اپنی زبان میں عموماً مارفیم اور ایلومارف کا تعین کافی مشکل ہے۔ بعض اوقات یہ بالکل واضح ہوتے ہیں، لیکن بعض مرتبہ غیر واضح ہوتے ہیں ان کے تعین کے لیے ماہر مارفیمیات نائیڈا (Nida) نے چھ اصول بنائے ہیں جو پیچیدہ اور مشکوک صورتوں میں بھی رہبری کرتے ہیں۔ وہ اصول حسب ذیل ہیں:

پہلا اصول: جو روپ (Forms) ہر محل پر فونیمی اعتبار سے یکساں ہوں اور جن کا مفہوم یکساں ہو وہ ایک مارفیم ہیں۔ مثلاً لڑکپن، بچپن، بڑکپن، میں پن سمیت کے معنی دیتا ہے اس لیے یہ ایک مافیم ہے لیکن در پن، بچپن، کو پن میں پن کے یہ معنی نہیں۔ اس لیے مفہوم کے اختلاف کی بنا پر ان کے آخری جزو کو پہلے مارفیم (پن) کا ایلومارف نہیں کہہ سکتے۔

دوسرا اصول: جو روپ معنوی اعتبار سے یکساں ہیں صوتیاتی (فونیمی) اعتبار سے ان میں کچھ فرق ہے (مثلاً کچھ فونیم یا زیادہ ہوں یا ان کی ترتیب میں فرق ہو) اور اس فرق کی صوتیاتی سطح پر تاویل کی جا سکتی ہے تو اس فرق کو نظر انداز کر سکتے ہیں اور وہ سب مختلف الہیت اور ہم معنی روپ ایک مارفیم کے اجزا ہیں۔ مثلاً: ابوالکلام کا (ال) اور عبدالسلام کا (اس) اور نورالدین کا (اد)

ایک ہی مارفیم کے ایلومارف ہیں کیونکہ اُن کی یہ صوتیاتی توجیہ ہو سکتی ہے کہ قمری حروف سے پہلے آل آتا ہے اور شمسی حروف تہجی سے پہلے ل متعاقت شمسی مصمے میں بدل جاتا ہے۔

تیسرا اصول: جو روپ معنوی اعتبار سے یکساں ہوں یعنی دوسرے روپوں سے ممیّز ہوں لیکن صوتیاتی اعتبار سے مختلف ہوں اور اُن کے اس اختلاف کی صوتیاتی سطح پر توجیہ بھی نہ ہو سکتی ہو تو یہ روپ بھی ایک مارفیم کے جزو ہیں اگر بعض قیود کے ساتھ مکمل بٹوارے میں ہوں۔

اردو کے لیے صرف ذیل کی ایک تحدید کا درج کرنا کافی ہے۔

اگر روپوں کا ایک ایسا سلسلہ ہے جو معنوی اعتبار سے یکساں ہیں لیکن صوتی اعتبار سے قدرے مماثل اور قدرے مختلف ہیں اور اس اختلاف کی صوتیاتی توجیہ نہیں ہو سکتی اور ایک دوسرا سلسلہ ہے جو صوتی اعتبار سے پہلے سلسلے سے قدرے مماثل ہے لیکن معنوی اعتبار سے کوئی اشتراک نہیں رکھتا تو پہلے سلسلے کے روپ ایک مارفیم کے ایلومارف ہیں، مثلاً مرا، گیا، کیا، آیا۔

چوتھا اصول: اگر مماثل ساخت والے روپوں کے سلسلے میں ڈو روپوں میں صوری فرق ہو تو وہ صوری فرق اس صورت میں مارفیمی (دراصل ایلومارفی) حیثیت رکھے گا اگر اس سلسلے کے کسی اور فرد میں صرف صفر کی فرق ہی سے مفہوم کا اختلاف ظاہر ہوا ہو مثلاً:

انگریزی میں واحد سے جمع بناتے وقت اکثر (-s) یا (-z) کا لاحقہ لگایا جاتا ہے۔ لیکن Foot سے Feet بناتے وقت مبادلہ

(Replacing) کیا گیا ہے۔ چونکہ واحد Sheep اور جمع Sheep میں صرت صفر کا فرق ہے اس لیے Foot اور Feet کے مبادلے کو مارفیم کی ذیل میں رکھا جائے گا یعنی جمع کے مارفیم کا ایلو مارف تسلیم کیا جائے گا۔ نائڈا نے Feet میں تین مارفیم مانے ہیں۔

پانچواں اصول: اگر دو الفاظ صورت کے اعتبار سے یکساں ہیں تو ان کے بارے میں یہ طے کرنا کہ وہ مختلف مارفیم ہیں یا ایک مارفیم کے ایلو مارف ہیں ذیل کی شرائط کی مدد سے ممکن ہے۔

1۔ اگر ایک صورت والے الفاظ معنی میں بالکل مختلف ہیں تو وہ دو مارفیم ہیں۔ مثلاً بار معنی بوجھ۔ بار معنی بار یابی۔ بار بمعنی پھل۔ بار بمعنی مرتبہ مختلف مارفیم ہیں۔ اسی طرح من بمعنی دل۔ من بمعنی چالیس سیر، من بمعنی سانپ کیمنہ سے نکلنے والا درخشاں گوہر بھی تین مختلف مارفیم ہیں۔

2۔ اگر یکساں ہیت والے الفاظ میں معانی ملتے جلتے ہوں، لیکن بالکل یکساں نہیں تو اُن کی مارفیمی حیثیت کا تعین حسب ذیل قواعد سے کیا جائے گا۔

الف: اگر معنی کا خفیف فرق ان کے قواعدی صیغے کے اختلاف یا محل وقوع کے اختلا کا ساتھ دیتا ہے تو یہ دونوں روپ ایک مارفیم کے ایلو مارف کہلائیں گے مثلاً:

شمع کا گل کاٹ دو

شمع کو گل کر دو

پہلے جملے میں گل جلی ہوئی بتی کے معنی میں آیا ہے اور اسم ہے۔ دوسرے جملے میں یہ صفت ہے جو فعل کا جزو بن کر آتی ہے یعنی شمع کو بجھی ہوئی، کردو۔ دونوں جملوں میں گل کے معنی ملتے جلتے ہیں۔ ان میں جو فرق ہے وہ اُن کے صیغوں کے اختلاف کے ساتھ دیتا ہے۔ اس لیے یہ ایک ہی مارفیم ہیں۔

ب: اگر معنی کا خفیف فرق محل وقوع کی مختلف نوعیّتوں کی وجہسے نہیں تو اس فرق والے روپ مختلف مارفیم ہیں۔ مثلاً:

آب بہ معنی پانی اور آب بہ معنی چمک ملتے جلتے معنی کے الفاظ ہیں کیونکہ پانی بھی دھوپ میں چمک جاتا ہے لیکن اس کے یہ مختلف معانی مختلف صیغوں یا مختلف محل وقوع کے باعث نہیں اس لیے انہیں جدا جدا مارفیم کہا جائے گا۔

چھٹا اصول: کسی روپ کو ہم مارفیم قرار دے سکتے ہیں اگر وہ ذیل کی شکلوں میں واقع ہوتا ہے۔

وہ تنہا آ سکتا ہے مثلاً میز۔ فلک۔ گھر

الف: اگر وہ کبھی تنہا نہیں آسکتا تو ایسی ترکیبوں یا جوڑوں میں واقع ہوتا ہے۔ جن میں سے کم از کم ایک جزو تنہا آ سکتا ہے مثلاً 'گھن گرج، میں 'گھن' مارفیم ہے کیونکہ 'گرج' تنہا آ سکتا ہے۔ روزگار میں، گار' گار' مارفیم ہے کیونکہ روز تنہا آ سکتا ہے۔ دھینگا مشتی میں مشتی دراصل 'مستی' ہے اس لیے 'دھینگا' مارفیم ہے کیونکہ 'مستی' تنہا آ سکتا ہے۔ 'اٹکل پچو' میں 'پچو' مارفیم ہے کیونکہ 'اٹکل' تنہا آ سکتا ہے۔ اسی طرح غل غپاڑا، کپڑا وپڑا میں غپاڑا، وپڑا مارفیم کا درجہ پاتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ لسانیاتی قواعد میں بامعنی ہونے کے معنی لغت کے بامعنی ہونے سے مختلف ہیں۔

ب: اگر وہ تنہا نہیں آ سکتا ہے لیکن ایسی ترکیب میں واقع ہوتا ہے جس کا دوسرا جزو بھی گو تنہا لیکن کسی دوسری ترکیب کا جزو بن کر آسکے مثلاً۔

چیڑ غٹو میں، غٹو، مارفیم ہے کیونکہ ’چیڑ‘ حالانکہ تنہا نہیں آسکتا لیکن دوسری ترکیب، ’چیڑ قناتیا‘ میں آسکتا ہے۔ اسی بناپر ’قناتیا‘ بھی مارفیم ہوجاتا ہے۔

’الل ٹپ‘ میں الل، مارفیم ہے۔ حالانکہ ’الل‘ یا ’ٹپ‘ کبھی تنہا نہیں آتے۔ لیکن ’ٹپ‘ ملتے جلتے مفہوم میں دوسرے جوڑوں میں آتا ہے مثلاً ٹپاٹپ، ٹپ ٹپ۔ ’الل ٹپ‘ میں ’ٹپ‘ کے معنی بے تکی طرح کود پھاند کے ہیں ٹپاٹپ اور ’ٹپا کھانا‘ میں ’ٹپ‘ کے ایسے ہی معنی ہیں۔

4.13 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ اس شعبہ میں لفظ کی ساخت کو موضوع بحث لایا جاتا ہے۔ اس میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ کیسے ہم ایک ہی مادے (Root) سے اس میں لواحق اور سوابق جوڑ کر الگ الگ الفاظ کی ایک لمبی فہرست تیار کر لیتے ہیں۔

☆ زبان اور علم زبان‘‘ نامی کتاب کے مصنف سروری صاحب نے ہندی ترجمے کے پیش نظر مارفیم (Morpheme) کو تشکیل اور مارفولوجی (Morphology) کو تشکیلیات کہا ہے۔

☆ نیا لفظ گڑھنے کے بجائے اگر مارفیم (Morpheme) کو مارفیم اور مارفولوجی کو مارفولوجی ہی کہا جائے تو گفتگو میں آسانی ہوگی۔ البتہ مارفیم کو اردو لاحقے کے ساتھ مارفیمیات کہہ سکتے ہیں۔

☆ ماہرین لسانیات نے مارفیم (Morpheme) کی بڑی سائنسی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ اردو زبان کے لیے بڑی ثقیل اور مغلق ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اس میں کچھ کی تعریف یہاں بیان کی جاتی ہے۔

☆ مارفیم ایک چھوٹی سی چھوٹی بامعنی اکائی ہوتی ہے۔ مارفیم وہ چھوٹی سے چھوٹی اکائی ہوتی ہے جس میں ہیئت اور موضوع کے بیچ ایک رشتہ ہو۔ مارفیم چھوٹے سے چھوٹے بامعنی جزو ہیں۔ جن کو ہم مزید چھوٹا نہیں کرسکتے ہیں۔ مثلاً گھر، میز، کرسی وغیرہ۔

☆ چونکہ مارفیمیات کے مطالعے میں مارفیم ایک بنیادی اکائی ہے۔ جو زبان کا سب سے چھوٹے سے چھوٹا بامعنی ٹکڑا یا اکائی ہوتا ہے۔ مثلاً گھر، میز، کرسی، وغیرہ، یہ سب ایک واحد مارفیم ہیں۔

☆ ان کو ہم مزید الگ الگ حصوں میں نہیں تقسیم کرسکے ہیں کیونکہ مارفیم کی خصوصیات میں ہوتا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی معنی ہونا چاہیے اور اگر ہم ان میں سے ہر حروف کو الگ کردیں گے تو اس کے کوئی معنی نہیں ہوں گے اور یہ مارفیم کے دائرے سے باہر ہوجائے گا۔

☆ اس کے برعکس ہم ایک ایسی مثال کو دیکھتے ہیں جو کہ ایک سے زیادہ مارفیم پر مشتمل ہوتی ہے اور اس میں کوئی ایک مارفیم دوسرے مارفیم پر منحصر ہوتا ہے۔ مثلاً ہوشیار، روزگار۔

☆ یہ دونوں دو دو مارفیم ہوش + یار اور روز + گار کا مجموعہ ہیں اس میں /گار/ ایک لاحقہ (Suflix) ہے جو کہ دوسرے مادے (Root) سے مل کر اپنا معنی دے رہا ہے۔

4.14 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
مارفیم	:	چھوٹے سے چھوٹا بمعنی اکائی

ایلومارف	:	مارفیم کی ذیلی شکل
آمیزش	:	ملاوٹ
متابعت	:	پیروی، اتباع، تابع داری، فرمابرداری
مماثلت	:	باہم مثل و مانند ہونا، ملتا جلتا ہونا
تصرف	:	اثر، تاثیر، جب کسی غیر زبان کے لفظ میں کچھ کمی بیشی یا تغیر و تبدل کر کے اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں تو اس عمل کو تصرف کہتے ہیں۔
مخفف	:	گھٹایا گیا، ہلکا کیا گیا، کم کیا گیا، وہ لفظ جس میں سے کوئی حرف یا حروف کم کیے جائیں، غیر مشدد
وسط	:	درمیانی، اعتدال، کسی چیز کا بیچوں بیچ
مصدر	:	اصل، بنیاد، جڑ، منبع، صادر ہونے یعنی نکلنے یا شروع ہونے کی جگہ

4.15 نمونہ امتحانی سوالات

4.15.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ مارفیم کی ذیلی شکل کیا ہے؟

2۔ جب کسی غیر زبان کے لفظ میں کچھ کمی بیشی یا تغیر و تبدل کر کے اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں تو اس عمل کو کیا کہتے ہیں؟

3۔ لسانیات میں بنیادی طور پر زبان کے مطالعے کے دو حصے کون سے ہیں؟

4۔ ایک چھوٹی سے چھوٹی اکائی، جس میں ہیئت اور موضوع کے بیچ ایک رشتہ ہو۔ کیا کہلاتی ہے؟

5۔ مارفیم کی کتنی قسمیں ہیں؟

6۔ ’’لفظ کا چھوٹے سے چھوٹا بامعنی حصہ مارفیم کہلاتا ہے۔‘‘ یہ تعریف کس ماہر لسانیات کی ہے؟

7۔ لسانیات کے موضوع پر ’پروفیسر نصیر احمد‘ کی مشہور کتاب کا نام کیا ہے؟

8۔ وہ مارفیم جن سے اجزائے کلام/اقسام کلم (Part of Speech) نہیں بدلتی، کیا کہلاتا ہے؟

9۔ لفظوں کے مرکزی حصے کو کیا کہتے ہیں؟

10۔ نائیڈا نے مارفیم اور ایلومارف کے تعین کے کتنے اصول بیان کیے ہیں؟

4.15.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ مارفیم سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

2۔ مارفیم کے اقسام تفصیل سے بیان کیجیے۔

3۔ ایلومارف کی مختلف شکلوں کی وضاحت کیجیے۔

4۔ تصریفی مارفیم اور اشتقاقی مارفیم میں فرق واضح کیجیے۔

5۔ ایلومارف کی مختلف حالتیں بیان کیجیے۔

4.15.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ Root,Base اور Stem کی وضاحت کریں۔

2۔ مرکب الفاظ کی قسمیں مثال کے ساتھ واضح کریں۔

3۔ الفاظوں کی ساخت سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ مثال کے ساتھ واضح کریں۔

4.16 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	عام لسانیات	پروفیسر گیان چند جین
2۔	زبان اور علم زبان	پروفیر عبدالقادر سروری
4۔	لسانی تناظر	پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ
5۔	اردو لسانیات	علی رفاد فتیحی
6 ۔	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں

بلاک II

اکائی5 : نحویات

اکائی کے اجزا

5.0 تمہید
5.1 مقاصد
5.2 اجزائے کلام
5.2.1 اسم
5.2.2 ضمیر
5.2.3 فعل
5.2.4 صفت
5.2.5 تمیز یا متعلق فعل
5.2.6 جارِ موخر
5.2.7 معطوف
5.2.8 فجائیہ
5.2.9 تاکیدی حرف
5.3 بامعنی الفاظ اور تفاعلی الفاظ
5.4 ترکیبی زمرے
5.4.1 اسمی ترکیب
5.4.2 فعلی ترکیب
5.5 عمومی قواعد
5.6 پیرامیٹرک تغیر
5.7 قواعد میں اکتفا کے درجے

5.7.1 مشاہدی اکتفا
5.7.2 توضیحی اکتفا
5.7.3 تشریحی اکتفا
5.8 ایکس بار تھیوری
5.9 تھیٹا تھیوری یا تھمیٹک تھیوری
5.9.1 تھیٹا کا معیار
5.9.2 تھیٹا کے کردار
5.10 محوّلہ تعلقات اور صریحی اسمی ترکیبیں
5.11 نظریہ اتّصال
5.12 منیمالسٹ پروگرام
5.12.1 جزو
5.12.2 ادغام یا انضمام
5.12.3 کریش
5.12.4 متعلقہ
5.12.5 پروکرسٹینیشن
5.12.6 گرِیڈ
5.13 اکتسابی نتائج
5.14 کلیدی الفاظ
5.15 نمونہ امتحانی سوالات
5.15.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
5.15.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
5.15.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
5.16 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

5.0 تمہید

نحو (Syntax) لسانیات کی وہ شاخ ہے جو جملے کی ساخت کا مطالعہ کرتی ہے۔لفظ 'Syntax' یونانی لفظ Syntaxis سے لیا گیا ہے جو 'Syn' '(ایک ساتھ) +'taxis' (ترتیب) سے بنا ہے۔نحو سے مراد کسی زبان یا عام طور پر زبانوں کے پورے نظام اور ساخت کو کہتے ہیں۔کسی

زبان کے نحو سے مراد "اس زبان میں معنوی جملے بنانے کے لیے الفاظ اور فقروں کی ترتیب"۔ نحو بنیادی طور پر مندرجہ ذیل سے متعلق ہے:

الفاظ کی ترتیب (Word order)

☆ مجھے یہ کتابیں چاہیے۔ (صحیح)

☆ کتابیں چاہیے مجھے یہ؟ (غلط)

مطابقت (Agreement)

☆ احمد یہ کتابیں چاہتا ہے۔ (صحیح)

☆ *فاطمہ یہ کتابیں چاہتا ہے۔ (غلط)

☆ مجھے یہ کتاب چاہیے (صحیح)

☆ مجھے یہ کتب چاہیے۔ (غلط)

ہیئت کی پوزیشن

☆ اس نے مجھے دیکھا۔ (صحیح)

☆ اسے نے میں دیکھتا۔ (غلط)

دوسرے نقطہ نظر سے، نحو کو فقرہ (Clause) ، ترتیب (Phrase)، اور جملوں میں الفاظ کی ترتیب کے مطالعہ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ نحو کی سب سے چھوٹی اکائیاں الفاظ ہیں۔ جب دو یا دو سے زیادہ الفاظ کو ایک خاص طریقے سے ترتیب دیا جاتا ہے، تو نتیجہ نحوی ساخت (Construction) کے طور پر ملتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، یہ کہا جا سکتا ہے کہ نحوی ساخت ایک ایسی ساخت ہے جس میں اس کے فوری اجزائے متّصل (Immediate constituents) الفاظ یا آزاد صرفیے (Free Morphemes) ہیں۔ جزو متّصل" Immediate constituent (IC)" سے مراد وہ جزو (Constituent) ہے جو براہ راست ساخت (Construction) کو تشکیل دیتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، نحو کی سب سے چھوٹی اکائیاں الفاظ ہیں۔ قواعددان (Grammarian) انگریزی زبان میں الفاظ کی درجہ بندی آٹھ قسم کے اجزائے کلام (Parts of speech) میں کرتے ہیں: اسم (Noun)، ضمیر (Pronoun)، فعل (Verb)، صفت (Adjective)، تمیز (Adverb)، جارِ مقدسم (Preposition)، عطف (Conjunction)، اور فجائیہ (Interjection)۔ دوسری طرف، اردو زبان میں نو اجزائے کلام ہوتے ہیں۔ آٹھ انگریزی کے ہی جیسے ہیں اور نواں جو انگریزی میں نہیں پایا جاتا ہے وہ تاکیدی حرف (emphatic) particle ہے۔ اجزائے کلام سے مراد یہ ہے کہ لفظ کا جملے کے اندر کیا عمل ہے۔ ایک انفرادی لفظ مختلف حالات میں استعمال ہونے پر ایک سے زیادہ اجزائے کلام کے طور پر کام کر سکتا ہے۔ لغت کا استعمال کرتے وقت کسی لفظ کی صحیح تعریف کا تعین کرنے کے لیے اس کے اجزائے کلام کو سمجھنا ضروری ہے۔ دریں اثنا، ساختی ماہر لسانیات الفاظ کو دو عظیم طبقوں میں درجہ بندی کرتے ہیں: بامعنی الفاظ (Content words) اور تفاعلی الفاظ (Functional word) ۔

5.1 مقاصد

اس کائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

☆ گرامر کے مختلف زمروں کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں۔

☆ گورنمنٹ اور بائنڈنگ تھیوری، تھیٹا تھیوری اور یونیورسل گرامر کے تصور سے واقف ہو سکیں۔

☆ ''Minimalism'' کے بنیادی تصورات کا علم حاصل کر سکیں۔

5.2 اجزائے کلام (Parts of speech)

5.2.1 اسم (Noun)

اسم ایک قواعدی زمرہ ہے جو کسی شخص، جگہ، چیز وغیرہ کا نام ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا زمرہ ہے جو تعداد (Number)، جنس (Gender) اور حالت (case) کی بنیاد پر متاثر ہوتا ہے۔اسم زبان کا وہ لفظ ہے جو فاعل (Subject) کے ساتھ ساتھ مفعول (Object) پوزیشن پر بھی واقع ہوتا ہے۔اسم واحد یا جمع کے ساتھ ساتھ حقیقی (Concrete) یا مجرّد (Abstract) بھی ہو سکتا ہے۔

عام طور پر بولنے والے اسم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔اسم معرفہ اور اسم عام۔

5.2.2 ضمیر (Pronoun)

ضمیر ایک ایسا جزو کلام ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ ایک ضمیر عام طور پر کسی مخصوص اسم کی جگہ لیا جاتا ہے، جسے اس کا مرجع (Antecedent) کہا جاتا ہے۔ضمیر کی مزید وضاحت اس کی قسموں کے لحاظ سے کی جاتی ہے:

☆ ضمیر شخصی (Personal pronoun): میں، تو، مجھ، تجھ، اس وغیرہ۔

☆ ضمیر اشارہ (Demonstrative pronoun): یہ، وہ، اسے، انھیں وغیرہ۔

☆ ضمیر معکوسی (Reflexive pronoun): خود، اپنے آپ وغیرہ۔

☆ ضمیر موصولی (Relative pronoun): جو، جس، جن، جب وغیرہ۔

☆ ضمیر استفہامیہ (Interrogative pronoun): کیا، کون، کب، کیسے وغیرہ۔

☆ ضمیر نکرہ (Indefinite pronoun): کوئی، کچھ وغیرہ۔(مقدار کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے)

☆ ضمیر تکراری (Repititive pronoun): کیا کیا، کون کون وغیرہ

5.2.3 فعل (Verb)

فعل ایک ایسا عمل ہے جو کسی جملے میں فاعل کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے۔فعل کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔فعل متعدی اور فعل لازم۔

فعل متعدی سے مراد وہ فعل ہیں جن کو جملہ پورا کرنے کے لیے کسی مفعول کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ فعل لازم کو جملہ پورا کرنے کے لیے کسی مفعول کی ضرورت نہیں ہوتی۔

☆ فعل متعدی: مار، توڑ، کھولا، بیچ، وغیرہ۔

☆ فعل لازم: سو، اڑ، بک، مر، ٹوٹ، کھل وغیرہ۔

کچھ فعل ایسے ہیں جو فعل حرکت کے نام سے جانے جاتے ہیں، جیسے کہ-رونا، مارنا، ہنسنا، پھاڑنا :وغیرہ۔فعل متعدی اور فعل لازم دونوں فعل حرکت کا حصہ ہیں۔

5.2.4 صفت (Adjective)

صفت ایک ایسا از وکلام ہے جو کسی اسم یا ضمیر کو ترمیم کرنے یا ان کی خصوصیات بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔کسی بھی جملے میں صفت عام طور پر کون سا، کس قسم کا، یا کتنے جیسے سوال کا جواب دیتا ہے۔

اردو میں صفتیں فارسی اور عربی سے مستعار ہیں۔بہت سے انڈک صفت (Indic adjective) بھی ہیں جو سنسکرت سے لیے گئے ہیں۔

5.2.5 تمیز یا متعلق فعل(Adverb)

تمیز کسی فعل، صفت، یا کسی اور تمیز کی خصوصیات بیان کرتا ہے یا اس میں ترمیم کرتا ہے،لیکن کبھی بھی اسم کی کی خصوصیات بیان نہیں کرتا ہے۔کسی بھی جملے میں تمیز عام طور پر کب، کہاں، کیسے، کیوں، کن حالات میں، یا کس حد تک جیسے سوالوں کا جواب دیتا ہے۔

اردو نے عربی اور فارسی سے بہت سے تمیز مستعار لیے ہیں اور کچھ ہندی طرز کے ہیں۔

اردو میں عربی اور فارسی تمیز: آہستہ آہستہ، رفتہ رفتہ، آخرکار، بالکل، خصوصاً، تقریباً وغیرہ۔

ہندی تمیز: ہولے ہولے، اندر باہر، اوپر نیچے، اب، تب، کب، سامنے، ادھر، کدھر وغیرہ۔

5.2.6 جارِ موخر (Post position)

جارِ موخر ایک ایسا جز وکلام ہے جو کسی جملے میں کسی اسم یا ضمیر کا کسی دوسرے لفظ سے تعلق ظاہر کرتا ہے۔ایک جارِ موخر عمل کے لحاظ سے ایک جارِ مقدم (Pre-position) کی طرح ہے،لیکن یہ مفعول سے پہلے آنے کے بجائے اس کے بعد میں آتا ہے۔

مثال کے طور پر: پر، نیچے، میں، سے، تک، وغیرہ۔

مرکب جارِ موخر (Compound post position): کے ذریعے، کے ساتھ، کے اندر، کے نیچے، کے بیچ میں وغیرہ۔

5.2.7 معطوف (Conjuntion)

ایک معطوف اجزائے کلام، جملوں، یا فقروں کو جوڑتا ہے، اور جوڑے ہوئے عناصر کے درمیان تعلق کی نشاندہی کرتا ہے۔مثال کے طور پر: اور، لہٰذا، چناں چہ، اس لیے، لیکن، بلکہ، کے بجائے، حالاں کہ، مگر وغیرہ۔

5.2.8 فجائیہ(Interjection)

فجائیہ ایک ایسا از وکلام ہے جو جذبات کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اس کے بعد اکثر فجائیہ نشان ہوتا ہے۔مثال کے طور پر: واہ! ارے! آہ! وغیرہ۔

5.2.9 تاکیدی حرف (Emphatic particle)

تاکیدی حرف کسی بھی جملے میں زور کا اظہار کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔اسم،ضمیر،صفت،فعل،تمیز یا جارِ موخر کے بعد تاکیدی حرف کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔اردو میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا تاکیدی حرف 'ہی' ہے۔

مثال کے طور پر:

☆ تم ہی جاؤ گے۔

☆ میں ہی کھاؤ گے۔

ساختی ماہر لسانیات الفاظ کو دو بڑے طبقوں میں درجہ بندی کرتے ہیں: بامعنی الفاظ (Content words) اور تفاعلی الفاظ (Functional word)۔

5.3 بامعنی الفاظ اور تفاعلی الفاظ (Content Words and Functional Words)

پہلے گروپ کو بامعنی الفاظ (Content words) کے طور پر جانا جاتا ہے اور دوسرا گروپ تفاعلی الفاظ (Functional word) کے طور پر جانا جاتا ہے۔ پہلے گروپ میں (1) اسم، (2) فعل، (3) صفت، اور (4) تمیز شامل ہیں۔ جب کہ دوسرے گروپ میں (1) امدادی فعل (Auxiliary verb) (2) تعیّنی حرفِ تنکیر (Determinative article) (3) جارِ موخر، (4) توصیف کار (Qualifier)، سوالیہ (Interrogators)، (5) منفی (Negations)، (6) تابع (Subordinator) اور (7) معطوفہ (Co-ordinator) شامل ہیں۔ بامعنی الفاظ اور تفاعلی الفاظ دونوں نحوی ساخت کی تشکیل کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

بامعنی الفاظ کے عین لغوی معنی ہوتے ہیں، جیسے کہ، الفاظ کے معنی جو کہ لغت میں پائے جاتے ہیں یا جب وہ انفصال (Isolation) میں واقع ہوتے ہیں جیسے کہ حامد، "لات ماری' اور 'کتے' کے معنی۔ مثال کے طور پر، 'حامد' سے مراد 'ایک خاص انسان جسے 'حامد' کہا جاتا ہے، 'لات مارنا' کا مطلب ہے 'پاؤں کا استعمال کرتے ہوئے مارنا جو عمل ماضی میں ہوا، اور 'کتے' سے مراد ایک سے زیادہ چار پاؤں والا جانور۔ جب کہ تفاعلی الفاظ کے واضح لغوی معنی نہیں ہوتے، مثال کے طور پر 'کا'۔ (میرے والد کا گھر) اور اس کا ایک اور استعمال یہ بھی ہوسکتا ہے جیسے کسی فعل یا عمل اور مفعول کا تعلق (مثال کے طور پر، لڑکے کا دوڑنا)۔

تفاعلی الفاظ بامعنی الفاظ کے مقابلے میں زیادہ کثرت سے واقع ہوتے ہیں۔ دوسری طرف، بامعنی الفاظ تعداد کے لحاظ سے زیادہ ہیں جب کہ تفاعلی الفاظ تعداد میں محدود ہیں۔

5.4 ترکیبی زمرے (Phrasal categories)

الفاظ کا ایک گروپ جو نحوی اکائی کی طرح برتاؤ کرتا ہے، اسے 'ترکیب' (Phrase) کہا جاتا ہے۔ ترکیبیں مختلف قسم کی ہوسکتی ہیں جیسے:

☆ اسمی ترکیب (Noun phrase)

☆ فعلی ترکیب (Verb phrase)

☆ صفتی ترکیب (Adjectival phrase)

☆ ضمیری ترکیب (Adverbial phrase)

☆ جارِ موخری ترکیب (Postpositional phrase)

ترکیبی سر (Phrasal head) کسی ترکیب کا مرکزی لفظ ہے جس کی قواعدی زمرہ (Grammatical category) ترکیب کی قسم کی وضاحت کرتی ہے۔

کچھ ترکیبی زمرے ذیل میں زیرِ بحث ہیں۔

5.4.1 اسمی ترکیب:

اسمی ترکیب الفاظ کا ایک گروپ ہے، جس میں عام طور پر اسم کے ساتھ کوئی ترمیم کار (Modifier) یا تکمیل (Complement) جڑا ہوتا ہے۔ مثلاً اچھا اُستاد، پرانی گاڑی وغیرہ۔

اچھا اُستاد = اچھا (صفت) + اُستاد (اسم)

مندرجہ بالا مثال 'اچھا اُستاد' میں، 'لفظ' استاد' اس اسمی ترکیب کا سر ہے اور لفظ 'اچھا' اس کا ترمیم کنندہ حصہ ہے۔

اسمی ترکیب میں، 'اسم' ترکیب کا سر ہے؛ یہ عام طور پر تکمیل (Complement) کے دائیں طرف رہتا ہے۔ دوسری چیزیں (ترمیم کار یا تکمیل) اسم سے پہلے واقع ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر: ''لسانیات کے اچھے طالبِ علم'‘

5.4.2 فعلی ترکیب:

فعلی ترکیب الفاظ کا ایک گروپ ہے، جس میں عام طور پر فعل کے ساتھ کوئی ترمیم کار (Modifier) یا تکمیل (Complement) جڑا ہوتا ہے۔ کم سے کم ایک فعلی ترکیب ایک واحد فعل پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے۔

مثال کے طور پر

[میں] [سویا]۔

اس جملے 'میں سویا' میں 'سویا' ایک فعل ہے جو خود میں ایک فعلی ترکیب بھی ہے۔

فعل کو ضمیری ترکیب (Adverbial phrase) کے ذریعے بھی ترمیم کیا جا سکتا ہے۔

مثال کے طور پر: [احمد] [جلدی سے چلا گیا]۔

مندرجہ بالا جملے میں 'جلدی سے چلا گیا' ایک **فعلی ترکیب ہے۔ جس کا سر فعل** 'چلا گیا' ہے اور ضمیر 'جلدی سے' اس کا ترمیم کار ہے۔

[جلدی سے چلا گیا] = (جلدی سے) + (چلا گیا)

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں ہم اور بھی ضمیر جوڑ سکتے ہیں،

مثال کے طور پر: [احمد] [اکثر جلدی سے چلا جاتا ہے]۔

[اکثر جلدی سے چلا گیا = (اکثر) + (جلدی سے) + (چلا جاتا ہے)

5.5 عمومی قواعد (Universal Grammar)

زبان قواعد کے اصولوں پر منحصر ہے۔

چومسکی نے "عمومی قواعد" کا تصور دیا۔جس کا مطلب ہے"لوگوں کے ذہن میں موجود تجریدی اصولوں (Abstract rules) کا مطالعہ کرنا قواعد ہے۔

وہ خصوصیات جو تمام زبانوں میں موجود ہیں اور''Language faculty'' سے وابستہ ہیں، چومسکی نے اسے "عمومی قواعد" کا نام دیا۔عمومی قواعد ان تمام اصولوں اور قواعد کا ایک نظام ہے جو تمام انسانی زبانوں کے لیے مشترک ہیں۔عمومی قواعد تحصیلِ زبان کی بنیاد ہے۔تمام انسان عمومی قواعد سے لیس ہیں اور اس کی وجہ سے وہ زبانیں سیکھنے کے قابل ہیں۔

چومسکی نے تجویز کیا کہ زبان کے ساتھ ساتھ قواعد سیکھنے کی صلاحیت پیدائش سے ہی انسانی دماغ میں بنتی ہے۔ان کا خیال تھا کہ کسی بھی بچے کے لیے زبان کو سمجھنے اور اس پر مہارت حاصل کرنے کے لیے صرف زبان کا علم کافی نہیں ہے۔ان کا خیال تھا کہ انسان زبانیں سیکھنے کی فطری صلاحیت کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ان کے مطابق، جب بچہ جنم لیتا ہے تو اس کے ذہن میں ایک قسم کی قواعد ہوتی ہے چومسکی اسے 'Genetic endowment' بھی کہتے ہیں جسے 'Language Acquisition Device'(LAD) بھی کہا جاتا ہے۔

5.6 پیرامیٹرک تغیر (Parametric variation)

ہر زبان کی قواعد میں کچھ مخصوص پہلو بھی ہیں جو بچوں کو اپنی مادری زبان سیکھنے کے ساتھ سیکھنا ہوتے ہیں۔یہاں قواعد کی تعلیم میں قواعد کے وہ پہلو شامل نہیں ہوتے جو کلّی (Universal) ہوتے ہیں، بلکہ اس میں وہ پیرامیٹرز (Parameters) شامل ہوتے ہیں جو زبان کے مخصوص تغیرات سے متعلق ہوتے ہیں (یہ''Parameters'' ایک زبان سے دوسری زبان میں مختلف ہوتے ہیں) ان تغیرات کو 'پیرامیٹرک تغیرات' کہا جاتا ہے۔

ہم اردو اور انگریزی سے درج ذیل مثالوں کی مدد سے اس کی وضاحت کر سکتے ہیں۔۔

1۔ ''John broke the glass'' (انگریزی میں''SVO''ٹائپ ورڈ آرڈر ہوتا ہے)

2۔ ''جان نے گلاس توڑا۔'' (اردو میں''SOV''ٹائپ ورڈ آرڈر ہوتا ہے)

اردو/ ہندی میں جنسی مطابقت ہے لیکن انگریزی میں ایسی کوئی مطابقت نہیں ملتی۔مندرجہ ذیل مثالوں میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر

1۔ احمد کھڑا ہے۔ (احمد اور کھڑا میں جنسی مطابقت ہے)

2۔ زینب کھڑی ہے۔(زینب اور کھڑی میں جنسی مطابقت ہے)

3 Ahmad is standing (Ahmad اور standing میں جنسی مطابقت نہیں ہے)

4 Zainab is standing (zainab اور standing میں جنسی مطابقت نہیں ہے)

انگریزی زبان کی ترکیب (Phrase) میں سرلفظ (Head word) پہلے واقع ہوتا ہے جب کہ اردو زبان کی ترکیب (Phrase) میں

سرلفظ (Head word) آخری میں واقع ہوتا ہے۔

مثال: لسانیات کے طلبا

1۔ (اس میں طلباء سرلفظ ہے جو کہ آخر میں آیا ہے۔)

2۔ ''Student of Linguistics'' (اس میں''Students'' سرلفظ ہے جو کہ پہلے آیا ہے۔)

5.7 قواعد میں اکتفا کے درجے (Clssification of Adequacy in Grammer)

قواعد میں اکتفا کے تین درجے ہوتے ہیں:

5.7.1 مشاہدی اکتفا(Observational adequacy)

کسی زبان کے قواعد کا مشاہدی علم کا ہونا تب کافی سمجھا جائے گا جب اس کا جاننے والا یہ سمجھ سکے کہ اس زبان کی علمِ اصوات، صرفیات وغیرہ درست/ اچھی طرح سے تشکیل دی گئی ہیں یا نہیں۔

اگر ان میں سے کسی بھی شاخ (علمِ اصوات، صرفیات، نحویات، معنیات) میں وہ ناکام ہوجاتا ہے۔ تو اس میں مشاہدی اکتفا کی کمی مانی جائیگی۔ یہ چومسکی کا تصور ہے۔ کسی زبان کے قواعد کے مشاہدی علم کا ہونا اس بات کے لیے کافی ہے کہ وہ صحیح طریقے سے یہ سمجھ سکے کہ کون سا جملہ نحوی طور پر، صرفی طور پر، اور یہاں تک کہ زبان میں اصواتی طور پر بھی اچھی طرح سے تشکیل دیا گیا ہے یا نہیں۔

5.7.2 توضیحی اکتفا (Descriptive adequacy)

کسی زبان کے قواعد کا توضیحی اکتفا کا علم ہونے سے مراد ہے کہ اس کا جاننے والا اس زبان کے کسی بھی جملے کی اچھی تشکیل اور خراب تشکیل کے بارے میں بیان(Describe) کر سکے صرف سمجھنا کافی نہیں ہوگا۔

کسی زبان کے توضیحی اکتفا کا علم ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا جاننے والا اس بات کی وضاحت کر سکے کہ جملے اس زبان میں نحوی، معنوی، صرفیاتی، اور اصواتی طور پر اچھی طرح سے بنائے گئے ہیں یا نہیں۔ اور ساتھ ہی اس جملے کی نحوی، معنوی، صرفیاتی، اور اصواتی ساخت کو بھی درست طریقے سے بیان کر سکے جیسے اس زبان کی ساخت کو اہل زبان بیان کر سکتے ہیں۔ یہ تعریف ریڈفورڈ نے دی ہے۔

5.7.3 تشریحی اکتفا (Explanatory adequacy)

کسی زبان کے قواعد کا تشریحی علم کا ہونا تب کافی سمجھا جائے گا جب اس کا جاننے والا یہ تشریح کر سکے کہ قواعد میں کچھ خاص قسم کے تکنیکی آلات کیوں ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتا ہے کہ انسانی زبانوں کی اصل خصوصیات کیا ہیں جو انہیں دوسرے ترسیلی نظاموں (Commincative systems) سے ممتاز کرتی ہیں مزید یہ بھی بتاتا ہے کہ انسان اپنی مادری زبانیں کیسے حاصل (Acquire) کرتا ہے۔

غیر فاعلی زبانیں (PRO drop/ Null subject languages): وہ زبانیں جو عام طور پر فاعل کو حذف کرتی ہیں، انہیں غیر فاعلی زبانیں(PRO drop/ Null subject languages) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر: عربی اطالوی وغیرہ۔

X-Bar Theory 5.8

یہ نظریہ چومسکی نے دیا تھا، یہ ماڈیول (ذیلی نظریہ) اس بات کا تعین کرتا ہے کہ لغوی اشیاء (Lexical items) کو ترکیبوں(Phrases) میں کیسے جمع کیا جاتا ہے۔ یہ قابل اجازت ترکیبی زمروں کے سیٹ کو محدود کرتا ہے۔ تمام لغوی زمروں (اسم، فعل، جارِ مقدسم، صفت) کے ساتھ ساتھ تفاعلی زمروں (Comp،Determiner،Tense،AGR) کے لیے ترکیبی خاکہ (Phrasal Projection) کی شاخ کو بنانا، جہاں سبھی قسم کے زمروں کو X،Y، اورZ زمرہ میں بانٹا جاتا ہے۔

(XP= Maximal projection, Spec=Specifier,) X"/XP= Spec, X'

(X'= Intermediate projection, ZP=Adjunct,) X'= ZP, X'

(X'= Intermediate projection, YP = Complement) X' = X YP

X=Minimal projection/head of the phase, (X=N,V,Adj,Adv,P)

وضاحت: X (Head) YP کو (Complement) کے ساتھ جوڑ کر X' (Intermediate projection) بناتے ہیں،اور پھر X' کو ZP (Adjunct) کے ساتھ مذید جوڑ کر پھر سے دوسرا X'(Intermediate projection) بناتے ہیں، پھر آخر میں X' کو Spec (Specifier) کے ساتھ جوڑ کر XP/X" (Maximal prjection) بناتے ہیں

مثال کے طور پر ایک اسمی ترکیب ''Students of Linguistics with black copy'' کو لیا۔

جہاں ''NP=Students of Linguistics with black copy'' میں:

NP=Spec+Students of Linguistics with black copy(N')

N'=Students of Linguistics(N')+ With black copy(PP)

N'=Students(N) + of Linguistics(PP)

N=Students

Theta Theory or Thematic Theory 5.9

مطابقت اور اتصال نظریہ (Government and binding theory) میں تھیٹا کا معیار (Theta criterion) یہ بتاتا ہے کہ کسی بھی قواعدی جملے میں ہر دلیل (Argument) کو ایک تھیٹا رول (Theta role) کے لیے تفویض کیا جانا چاہیے اور ہر تھیٹا رول کو کسی نہ کسی دلیل کے طور پر سمجھنا چاہیے۔ نتیجتاً ایک قواعدی جملے میں تمام ''Predicates''، یعنی فعل، کی ایک تھیمیٹک ساخت ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ منسوب کردار (Thematic roles)، یا تھیٹا رولز (Theta roles)، ''Predicates'' اور ان کے دلائل (Arguments) کے درمیان تعلق کو بیان کرتے ہیں۔ نتیجتاً دلائل فعل کے ساتھ مختلف معنوی رشتوں میں جڑے ہوتے ہیں۔

5.9.1 تھیٹا کا معیار (Theta Criterion)

ہر دلیل (Argument) کو صرف ایک تھیٹا رول (Theta Role) تفویض کیا گیا ہے۔

ہر تھیٹا رول (Theta Role) صرف ایک دلیل (Argument) کو تفویض کیا گیا ہے۔

5.9.2 تھیٹا کے کردار (Theta Roles)

فاعل (Agent)

فاعل سے مراد وہ دلیل ہے جو کسی بھی جملے میں عمل شروع کرتی ہے جس کا اظہار ''Predicate'' یا فعل کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر: احمد نے آم کھایا۔ مندرجہ بالا جملے میں ''احمد'' فاعل (Agent) ہے۔

(Patient)

وہ شخص یا چیز جو مفعول پر واقع ہو اور جس کا اظہار ''Predicate'' یا فعل کے ذریعے کیے گئے عمل سے ہو کر گزر رہا ہو۔ مثال کے طور پر: احمد نے آم کھایا۔ مندرجہ بالا جملے میں ''آم'' ''Patient'' ہے۔

ساق (Theme)

وہ شخص یا چیز جو ایک دلیل کے طور پر مفعول پر واقع ہو اور جس کا اظہار ''Predicate'' یا فعل کے ذریعہ ظاہر کردہ عمل سے حرکت میں آتا ہو۔ مثال کے طور پر: احمد نے کتّا دیکھا۔

مندرجہ بالا جملے میں ''کتّا'' ساق (Theme) ہے۔

تجربہ کار (Experiencer)

وہ ہستی یا شخص جو ایک دلیل کے طور پر کچھ (نفسیاتی) حالت کا تجربہ کرتا ہے جس کا اظہار ''Predicate'' یا فعل کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر: احمد بیمار ہے۔

مندرجہ بالا جملے میں ''احمد'' تجربہ کار (Experiencer) ہے۔

(Beneficiary)

وہ ہستی یا شخص جو ایک دلیل کے طور پر ''Predicate'' یا فعل کے ذریعہ ظاہر کردہ عمل سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مثال کے طور پر: احمد نے زینب کو ایک کتاب دی۔ مندرجہ بالا جملے میں ''زینب'' ''Beneficiar '' ہے۔

ہدف (Goal)

وہ ہستی جس کی طرف ''Predicate'' یا فعل کے ذریعہ ظاہر کردہ سرگرمی کی ہدایت کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر: احمد گھر سے اسکول کی طرف گیا۔ مندرجہ بالا جملے میں ''اسکول'' ہدف (Goal) ہے۔

ماخذ (Source):

وہ ہستی جہاں سے ''Predicate'' یا فعل کے ذریعہ ظاہر کردہ سرگرمی کے نتیجے میں کسی چیز کو منتقل کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر: احمد گھر سے اسکول کی طرف گیا۔ مندرجہ بالا جملے میں ''گھر'' ماخذ (Source) ہے۔

مقام (Location):

وہ جگہ جہاں پر ''Predicate'' یا فعل کے ذریعہ بیان کردہ عمل یا حالت واقع ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر: احمد دہلی میں رہتا ہے۔ مندرجہ بالا جملے میں ''دہلی'' مقام (Location) ہے۔

5.10 محوّلہ تعلقات اور صریحی اسمی ترکیبیں (Anaphoric relation and Overt Noun phrases)

چومسکی تمثیل کا ایک اور ماڈیول محوّلہ تعلقات ہے جس میں ''Anaphor'' ایک ایسا اظہار ہے جس کا آزاد حوالہ نہیں ہوتا لیکن وہ ایک مناسب مرجع (Antecedent) سے حوالہ لیتا ہے۔ بنیادی طور پر، معکوس (reflexives) اور ضمیر راجع (Reciprocal Pronoun) ''Anaphors'' کے طور پر کام کرتے ہیں۔

1۔ احمد خود کو تکلیف دیتا ہے۔

2۔ احمد اور مریم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں.

جملہ 1 میں، ضمیر ''خود کو'' ''Anaphor'' کے طور پر کام کر رہا ہے اور جملہ 2 میں، معکوس (reflexives) ''ایک دوسرے'' ''Anaphor'' کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

There is a c-commanding relationship between anaphor and antecedent.

C-Command relationship means:

"A" C-Command "B" If and only if

i. "A" does not dominate "B"

ii. "B" does not dominate "A"

iii. The first branching node dominating both "A" and "B"

5.11 نظریہ اتّصال (Binding Theory)

اصول A :

ایک ''anaphor'' اپنے تابع کارزمرے (Governing category) میں کسی مرجع (Antecedent) سے پابند ہوتا ہے یعنی اس کا حوالہ اسی تابع کارزمرے میں موجود مرجع (فاعل دلیل) (Subject argument) سے لیا جاتا ہے۔

اصول B:

ضمیر اپنے تابع کارزمرے میں کسی اور مرجع یا کسی دلیل (Argument) سے آزاد ہوتا ہے یعنی کسی دلیل سے حوالہ کے لیے پابند نہیں ہوتا ہے۔

اصول C:

ایک تحویلی بیان (Refrential Expression) اپنے تابع کارزمرے میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ آزاد ہوتا ہے یعنی اس متن کے اندر کسی اور ''Arguments'' سے حوالے کے لیے پابند نہیں ہوتا ہے۔

اصول A: کسی بھی معکوس کو حوالے کے لیے مرجع کی ضرورت ہوتی ہے(جس کے ساتھ وہ صیغہ، جنس اور عدد کی خصوصیات کے حوالے سے مطابقت رکھتا ہو)اور یہ مرجع معکوس سے زیادہ دور نہیں ہونا چاہیے۔ ایک لحاظ سے زیادہ درست بنانے کے لیے مرجع کچھ مقامی دائرۂ اثر (Local domain)، دائرۂ اثر اتّصال (Binding domain) میں پایا جانا چاہیے۔

معکوس کو مقامی طور کسی معکوس سے حوالے کے لیے پابند ہونا چاہئے۔ ان دونوں کا ایک ہی فقرے (Clause) میں ہونا ضروری ہے۔

مثال کے طور پر: احمد نے خود اپنے سر پر ہتھوڑے سے مارا۔ ''احمد'' اور ''خود'' ایک دوسرے کا حوالہ دے رہے ہیں اسی لیے ایک دوسرے کو (Co-indexed) کر رہے ہیں۔ "انہوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا۔

5.12 Minimalist Program

Minimalist پروگرام قواعد کا ایک نظریہ ہے جسے چومسکی نے دیا تھا، اس نظریہ کا بنیادی مفروضہ یہ ہے کہ قواعد کم سے کم پیچیدہ اور بہترین ڈیزائن کے کامل نظام ہیں۔

1980 کی دہائی میں نحو کے زیادہ تر کام میں پہلے سے زیادہ پیچیدہ ساختیں اور اصولوں کی تشکیل شامل تھی۔ ضرورت سے زیادہ پیچیدگیوں کے ردعمل کے طور پر، 1990 کی دہائی میں، چومسکی نے ''Minimalisim '' کا نظریہ متعارف کرایا۔ یہ نظریہ یہ سمجھتا ہے کہ قواعد کو ضروری نظریاتی اور وضاحتی آلات کے کم سے کم سیٹ کے لحاظ سے بیان کیا جانا چاہئے۔ قواعد کو ہر ممکن حد تک آسان ہونا چاہیے۔

Minimalist Program کے کچھ بنیادی تصورات پر یہاں بحث کی گئی ہے۔

5.12.1 جزو (Constituent)

جزو Constituent ایک ساختی اکائی ہے۔ یہ ایک ایسا جز ہے جس سے کوئی ترکیب یا جملہ بنایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر: ایک فعلی ترکیب ''کتاب پڑھنا'' کے مختلف اجزا مندرجہ ذیل ہیں۔

اسم-" کتاب"　　　　فعل-"پڑھنا"

ترکیبیں اور جملے کئی سارے اجزا (Constituents) سے مل کر بنائے جاتے ہیں، جن میں سے ہر ایک جزو کا تعلق ایک مخصوص قواعدی زمرے سے ہے اور وہ کسی ترکیب یا جملے میں ایک مخصوص قواعدی عمل کا کام کرتا ہے۔

ادغام ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے دو اجزاء کو ایک ساتھ ملا کر ایک بڑا اجزو بنایا جاتا ہے۔ اجزاء کو ایک ساتھ ملا کر ایک بڑی ساخت یا ترکیب بنائی جاتی ہے۔

5.12.2 ادغام یا انضمام (Merger):

ترکیب اور جملے بہت سارے ادغاموں کے عمل کے ذریعے بنائے جاتے ہیں، جن میں سے ہر ایک اجزاء کے ایک جوڑے کو ایک ساتھ جوڑ کر ایک بڑا اجزو بناتا ہے۔ اس کا آسان ترین طریقہ دو الفاظ کو ایک ساتھ ملا کر ترکیب (Phrase) بنانا ہے۔ مختلف اجزاء کو جوڑ کر جملے میں تشکیل دینا ''اشتقاق'' (Derivation) کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر: کتاب میز پر رکھی ہے۔

یہاں، ''میز'' ''پر'' کے ساتھ ضم (Merge) ہو رہا ہے اور اس عمل کے ذریعہ ''مشتق'' ''میز پر'' بنتا ہے، جسے ہم '' جارِ موخر ترکیب''

(Postpositional phrase) کہتے ہیں۔

یہاں، ''اشتقاق'' نیچے سے اوپر کی طرف جاتا ہے۔

(Crash) 5.12.3

کسی اشتقاق کو کریش (Crash) بھی کہا جاسکتا ہے اگر اس عمل میں ایک یا ایک سے زیادہ اجزاء کی ایک یا ایک سے زیادہ خصوصیات صوتی اور معنیاتی انٹرفیس کی سطحوں میں سے کسی ایک یا دونوں پر غیر واضح ہوتی ہیں۔

مثال کے طور پر: لفظ ''کھیلا'' کی جنسی اور عددی خصوصیات لفظ ''لڑکی'' کے ساتھ ، جملہ ''لڑکی کھیلا'' میں غیر قابل قدر (Unvalued) رہتی ہیں کیوں کہ ''کھیلا'' کی جنسی اور عددی خصوصیات لفظ ''لڑکی'' کے ساتھ ضم (Merge) نہیں کرتیں۔ تو نتیجے میں اس جملے کی ساخت صوتیاتی انٹرفیس پر کریش (Crash) ہوجائے گی۔

معنیاتی انٹرفیس کے تعلق سے، چومسکی کا ایک مشہور جملہ اجزاء کی معنوی مماثلت کی ایک بہترین مثال ہے۔ "بے رنگ سبز خیالات غصے سے سوتے ہیں۔ "Colourless green ideas sleep furiously."

اگر جملے میں کسی بھی قسم کی مماثلت نہیں ہے، تو ''اشتقاق'' کو ''کریش'' (Crash) سمجھا جائے گا۔

(Adjunction) متعلقہ 5.12.4

متعلقہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ایک لفظ دوسرے سے جوڑا جاتا ہے۔ اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک ترکیب (جو کہ غیر لازمی ہے) کو دوسری لازمی ترکیب سے جوڑ کر ایک بڑا جملہ تشکیل دیا جاسکتا ہے اور جملے کے اندر اسی غیر لازمی ترکیب کو ہم متعلقہ (Adjunction) کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر: ترکیب کی سطح پر: کالے بالوں والا لسانیات کا طالبِ علم۔

مندرجہ بالا جملے میں ترکیب ''کالے بالوں والا'' متعلقہ (Adjunction) ہے۔

متعلقہ ترکیب کو کسی جملے سے حذف بھی کیا جاسکتا ہے، اس سے اس کے معنی میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا۔ متعلقہ ترکیب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل بھی کیا جاسکتا ہے۔

مثال کے طور پر:

1۔ بھینس **اچانک** آ گئی۔ 2۔ **اچانک** بھینس آ گئی۔

مندرجہ بالا جملے میں ترکیب ''اچانک'' متعلقہ (Adjunction) ہے۔ جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔

:(Procrastination) 5.12.5

(Procrastination) ایک نحوی (Syntactic) عمل ہے۔ اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے، جب بھی ممکن ہو تب کسی بھی جملے کو بنانے کے عمل میں LF تک تاخیر کریں، یعنی اس تاخیر سے ''اشتقاق'' (Derivation) کریش (Crash) نہ ہو۔

{LF بنیادی طور پر ایک منطقی معنوی شکل (Logico-semantic form) ہے، PF صوتیاتی شکل (Phinetic form) ہے}

مثال کے طور پر: 1۔ میں اکثر سیب کھاتا ہوں۔ (اردو)

2۔ I often eat apples. (انگریزی)

3۔ Je mange souvent des pommes (فرانسیسی)

سیب (کو) اکثر کھاتا ہوں میں

انگریزی میں، لفظ "Eat" کو صریحی حرکت (Overt movement) کے طور پر "often" سے پہلے منتقل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس سے جملہ غیر قواعدی حالت میں بدل جائے گا۔ اسی وجہ سے یہ جملہ وہاں LF سطح پر ہی واقع ہو سکتا ہے لیکن PF سطح پر نہیں۔ یہ ایک قسم کی مخفی حرکت (Covert movement) ہے، جو کہ صوتیاتی طور پر ظاہر نہیں ہے۔

لہٰذا، LF تک کسی بھی جملے کے بنانے کے عمل یا حرکت کی التوا کو ''Procrastination'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

5.12.6 Greed

جب کوئی جزو اپنے آپ کو صرفیاتی طور پر واضح کرنے کے لیے ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتا ہے تو اس حرکت کو "Greed" کہا جاتا ہے یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب عنصر کسی صرفیاتی وجہ سے نیچے سے اوپر کی طرف جاتا ہے تو ہم اسے ''Greed'' کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر:

Both the men were watching him.

The men were both watching him.

The men ……. both−Both the men

5.13 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

- ☆ نحو (Syntax) لسانیات کی وہ شاخ ہے جو جملے کی ساخت کا مطالعہ کرتی ہے۔
- ☆ نحو کو فقرہ (Clause)، ترتیب (Phrase)، اور جملوں میں الفاظ کی ترتیب کے مطالعہ کے طور پر بھی بیان کیا جاتا ہے۔
- ☆ نحو کی سب سے چھوٹی اکائیاں الفاظ ہیں۔
- ☆ قواعدداں (Grammarian) انگریزی زبان میں الفاظ کی درجہ بندی آٹھ قسم کے اجزائے کلام (Parts of speech) میں کرتے ہیں: اسم (Noun)، ضمیر (Pronoun)، فعل (Verb)، صفت (Adjective)، تمیز (Adverb)، جارِ مقدسم (Preposition)، عطف (Conjunction)، اور فجائیہ (Interjection)۔
- ☆ اسم ایک قواعدی زمرہ ہے جو کسی شخص، جگہ، چیز وغیرہ کا نام ہوتا ہے۔
- ☆ ضمیر ایک ایسا اجزائے کلام ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔
- ☆ فعل ایک ایسا عمل ہے جو کسی جملے میں فاعل کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے۔ فعل کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
- ☆ صفت ایک ایسا اجزائے کلام ہے جو کسی اسم یا ضمیر کو ترمیم کرنے یا ان کی خصوصیات بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

☆ تمیز کسی فعل، صفت، یا کسی اور تمیز کی خصوصیات بیان کرتا ہے یا اس میں ترمیم کرتا ہے، لیکن کبھی بھی اسم کی کی خصوصیات بیان نہیں کرتا ہے۔

☆ جارِ موخر ایک ایسا اجزائے کلام ہے جو کسی جملے میں کسی اسم یا ضمیر کا کسی دوسرے لفظ سے تعلق ظاہر کرتا ہے۔

☆ ایک معطوف اجزائے کلام، جملوں، یا فقروں کو جوڑتا ہے، اور جوڑے ہوئے عناصر کے درمیان تعلق کی نشاندہی کرتا ہے۔

☆ فجائیہ ایک ایسا اجزائے کلام ہے جو جذبات کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے بعد اکثر فجائیہ نشان ہوتا ہے۔

☆ تاکیدی حرف کسی بھی جملے میں زور کا اظہار کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اسم، ضمیر، صفت، فعل، تمیز یا جارِ موخر کے بعد تاکیدی حرف کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

☆ الفاظ کا ایک گروپ جو نحوی اکائی کی طرح برتاؤ کرتا ہے، اسے 'ترکیب' (Phrase) کہا جاتا ہے۔

☆ چومسکی نے "عمومی قواعد" کا تصور دیا۔ جس کا مطلب ہے "لوگوں کے ذہن میں موجود تجریدی اصولوں (Abstract rules) کا مطالعہ کرنا قواعد ہے۔

☆ انگریزی زبان کی ترکیب (Phrase) میں سر لفظ (Head word) پہلے واقع ہوتا ہے جب کہ اردو زبان کی ترکیب (Phrase) میں سرلفظ (Head word) آخری میں واقع ہوتا ہے۔

☆ قواعد میں اکتفا کے تین درجے ہوتے ہیں۔

5.14 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
اجزائے کلام		ایک زمرہ جس میں کسی لفظ کو اس کے نحوی افعال کے مطابق تفویض کیا جاتا ہے۔
ترکیب	:	الفاظ کا ایک گروپ جو نحوی اکائی کی طرح برتاؤ کرتا ہے جس کا اپنا فاعل (Subject) اور مسند (Predicate) نہیں ہوتا ہے
فقرہ	:	الفاظ کا ایک گروپ جو نحوی اکائی کی طرح برتاؤ کرتا ہے جس کا اپنا فاعل (Subject) اور مسند (Predicate) ہوتا ہے۔
مطابقت	:	کسی فعل کی اس کے فاعل (Subject) اور مفعول (Object) کے ساتھ شخص، عدد اور جنس کے لحاظ سے مطابقت۔
عمومی قواعد	:	لوگوں کے ذہن میں موجود تجریدی اصولوں (Abstract rules) کا مطالعہ کرنا
متعلقہ	:	جملے کے اندر اسی غیر لازمی ترکیب کو ہم متعلقہ (Adjunction) کہتے ہیں

5.15 نمونہ امتحانی سوالات

5.15.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ اردو میں تاکیدی حرف کیا ہے؟

2۔ اجزاء کی تعریف بیان کریں۔

3۔ بامعنی الفاظ کا مطلب بیان کریں۔

4۔ تفاعلی الفاظ کیا ہیں؟

5۔ اسمی ترکیب کی تعریف بیان کریں۔

6۔ جارِ موخر کی مثال بتائیں؟

7۔ عمومی قواعد کا تصور کس نے دیا؟

8۔ متعلقہ کیا ہے؟

9۔ تکمیل سے آپ کیا سمجھتے ہو؟

10۔ سرلفظ کسے کہتے ہیں۔

5.15.2 ۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ ادغام کی تعریف بیان کریں۔

2۔ مشاہدی اکتفا سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

3۔ ادغام اور Crash میں کیا فرق ہے؟

4۔ Theta Theory پر مثالوں کے ساتھ ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

5۔ Binding theory تکی مثالوں کے ساتھ تعریف بیان کیجیے۔

5.15.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ قواعد میں اکتفا کے مختلف اقسام پر ایک نوٹ لکھیں۔

2۔ اجزائے کلام پر ایک مضمون لکھیں۔

3۔ ترکیبی زمروں پر ایک وضاحتی نوٹ لکھیں۔

5.16 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	عام لسانیات	پروفیسر گیان چند جین
2۔	لسانی تناظر	پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ
3۔	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں
4۔	عمومی لسانیات	عبدالسلام
5۔	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں،

اکائی 6 : معنیات

اکائی کے اجزا

6.0		تمہید
6.1		مقاصد
6.2		مفہوم اور حوالہ
6.3		تجنیس
6.4		کثیر معنیت
6.5		تجنیس اور کثیر معنیت کے درمیان فرق
6.6		مترادفات
6.7		متضاد
	6.7.1	جوڑے دار متضاد الفاظ
	6.7.2	درجہ بندی کے قابل متضاد الفاظ
	6.7.3	برعکس متضاد الفاظ
6.8		شمولیت معنی
6.9		پارٹ ہول ریلیشن
6.10		لغوی اور تعبیری معنی
6.11		معنی کی اقسام
	6.11.1	تصوراتی معنی
	6.11.2	تعبیری معنی
	6.11.3	سماجی معنی
	6.11.4	فجائی معنی
	6.11.5	معکوسی معنی
	6.11.6	مجموعی معنی

6.11.7 منسوبی معنی
6.12 جزیاتی تجزیہ
6.13 تضاد اور حشو مترادفات
6.14 ابہام اور اس کی اقسام
6.14.1 لغوی ابہام
6.14.2 ساختی ابہام
6.15 اکتسابی نتائج
6.16 کلیدی الفاظ
6.17 نمونہ امتحانی سوالات
6.17.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
6.17.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
6.17.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
6.18 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

6.0 تمہید

معنیات ایک تکنیکی اصطلاح ہے جو معنی کے مطالعہ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ کسی بھی زبان کے معنی کے مطالعہ کو معنیات کہتے ہیں۔ چوں کہ معنی زبان کا ایک اہم حصہ ہے، اس لیے معنیات بھی لسانیات کا ایک مخصوص حصہ ہے جو کہ زبان کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ معنی مستحکم نہیں ہوتے بلکہ بولنے والے، سننے والے اور سیاق وسباق پر منحصر ہوتے ہیں۔ جملے کے معنی ہمیشہ لفظی معنی جیسے نہیں ہوتے ہیں۔ جملے کے معنی اور کلمے کے معنی کے لحاظ سے سب سے مفید فرق یہ ہے کہ جملے کے معنی کا براہ راست تعلق جملے کی قواعدی (Grammatical) اور لغوی (Lexical) خصوصیات سے ہوتا ہے جب کہ کلمات کے معنی میں معنی کے تمام ثانوی پہلو شامل ہوتے ہیں خاص طور پر جو سیاق وسباق سے متعلق ہوتے ہیں۔

لفظ "Semantics" یونانی لفظ کا فرانسیسی ورژن ہے جس کا 17 ویں صدی تک کوئی وجود نہیں تھا اور 18 ویں صدی میں اس کا عروج ہوا۔ ایم بریل کی کتاب ''Semantics: Studies in the Science of Meaning''
لسانیات کی ابتدائی کتابوں میں سے ایک ہے جس نے معنیات کو معنی کی سائنس سمجھا۔

6.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

☆ معنیات کی صطلاحات کے بنیادی تصورات سے متعارف ہوسکیں۔

☆ حسی تعلقات کی مختلف اقسام کی وضاحت کر سکیں۔

☆ معنی کے رجحان میں زبان کے کردار کے بارے میں معلومات حاصل کرسکیں۔

6.2 مفہوم (Sense) حوالہ (Reference)

مفہوم اور حوالہ معنی کے دومختلف لیکن متعلقہ پہلو ہیں۔حوالہ لسانی عناصر جیسے الفاظ، جملے وغیرہ اور تجربے کی غیر لسانی دنیا کے درمیان تعلق سے متعلق ہے یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حوالہ زبان کے حصوں اور زبان سے باہر (دنیا میں) چیزوں کے درمیان تعلق ہے۔اظہار کے حوالہ سے مراد دنیا میں کسی چیز یا شخص سے ہے۔مثال کے طور پر انگریزی کا لفظ بلی (جانور) جو حقیقی دنیا میں موجود ہے'' کے درمیان تعلق کو حوالہ کہتے ہیں۔

مفہوم سے مراد خود لسانی عناصر کے درمیان تعلق کی پیچیدگی ہے۔یہ ایک درون لسانی پہلو ہے۔مفہومی تعلق (Sense Relation) میں یکسانیت (Sameness)،مخالفت (Apposition)،شمولیت (Inclusion) اوراخراج (Exclusion) وغیرہ شامل ہیں۔مفہوم کسی زبان میں ایک اظہار کا دوسرے اظہار کے ساتھ معنوی تعلق کا نظام عمل ہے۔مفہوم حوالہ کے برخلاف زبان کے اندرونی تعلق کی نمائندگی کرتا ہے۔ہر وہ اظہار جس میں معنی ہوں اس کا مفہوم ضرور ہوتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کا حوالہ بھی ہو۔

مثال کے طور پر:

1۔ میرا تعلق بدایوں سے ہے۔

2۔ میرا ناطہ بدایوں سے ہے۔

اوپر دیے گئے جملوں میں ''تعلق'' اور ''ناطہ'' کے مفہوم ایک جیسے ہیں۔

ایک لفظ ایک سے زیادہ مفہوم رکھتا ہے۔مثال کے طور پر- انگریزی زبان کے لفظ "Bank" پر غور کریں جس کا مطلب ایک ہی وقت میں "River Bank" (ساحل) اور "Financial Bank" (مالیاتی بینک) ہے۔

کچھ مفہومی تعلق (Sense Relation) ذیل میں زیر بحث ہیں۔

6.3 تجنیس (Homonymy)

جب دو الفاظ کے دو مختلف اور غیر متعلق معنی ہوں لیکن ایک ہی تلفظ اور/ یا ہجے ایک ہی ہوں، تو اسے تجنیس (Homonymy) کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر:

1۔سال- ''پورے بارہ مہینے کا سال''

سال- ''ایک عمدہ عمارتی لکڑی''

انگریزی زبان کی مثالیں۔

1۔ Bear- ''ایک جانور''

Beer- ''شراب''

2۔ Bat- ''اڑنے والی مخلوق''

Bat- ''کرکٹ کا بلا''

وہ الفاظ جن کے معنی اور تلفظ مختلف ہوتے ہیں لیکن ہجے (Spelling) ایک ہی ہوتے ہیں، ہم ان الفاظ کو ہم ترسیم (Homographs) کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر:

Live- زندہ

Live- "براہ راست ٹیلی کاسٹ"

وہ الفاظ جن کے معنی اور ہجے مختلف ہوں، لیکن تلفظ ایک جیسا ہو، ان الفاظ کو ہم صوت (Homophones) کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر:

Whole- "سب کچھ/مکمل"

Hole- " گیپ"

وہ الفاظ جن کے ہجے اور تلفظ ایک جیسے ہوں، لیکن معنی مختلف ہوں، ہم ان الفاظ کو "Homophonous" اور "Homographous" کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر:

Fan- ''پنکھا''

Fan- ''مداح''

6.4 کثیر معنیت (Polysemy)

لفظ کثیر معنیت (Polysemy) یونانی لفظ "Polysema" سے ماخوذ ہے جس میں (Poly) کا مطلب ''بہت سے'' ہے اور "Sema" کا مطلب ''معنی'' ہے۔اس طرح ''Polysemy'' کا لغوی معنی بہت سے معنی رکھنا ہے۔

کثیر معنیت (Polysemy) سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے متعدد معنی ہوتے ہیں۔ مzید جن کے بنیادی اور مرکزی معنی ایک ہی یا متعلقہ ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر:

Head- "باس"

Head- " جسم کا حصہ"

Head- " کمپنی یا دفتر کا سربراہ''

Head- " جسم کا سب سے اوپری حصہ"

6.5 تجنیس (Homonymy) اور کثیر معنیت کے درمیان فرق

1۔ لفظی سطح پر homonymy اور polysemy دونوں کا اپنا وجود ہے۔

2۔ کثیر معنیت الفاظ ہجے کے لحاظ سے مختلف نہیں ہوتے ہیں جب کہ تجنیس (homonymy) الفاظ ہجے کے لحاظ سے مختلف ہو سکتے ہیں۔

3۔ کثیر معنیت الفاظ کے متعدد (Multiple) معنی ہوتے ہیں جب کہ تجنیس (homonymy) الفاظ کے مختلف (Different) معنی ہوتے ہیں۔

4۔ کثیر معنیت میں، بنیادی معنی ایک ہی ہیں جب کہ تجنیس میں، الفاظ کے غیر متعلقہ معنی ہوتے ہیں۔

5۔ کثیر معنیتی الفاظ لغت میں ایک ہی اندراج کے تحت درج ہیں جب کہ تجنیس (homonymy) الفاظ کو لغت میں ہر ایک لفظ کے لیے الگ اندراج کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

6.6 مترادفات (Synonymy)

دو یا دو سے زیادہ الفاظ شکلیں، جو متعلق معنی رکھتی ہیں ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر جانی جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر:

Liberty :Freedom

Hide:Conceal

Broad: Wide

لیکن یہ بھی دھیان کرنا ضروری ہے کہ کوئی بھی دو الفاظ بالکل ایک جیسے نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ اگر دو الفاظ بالکل ایک ہی حوالہ کے معنی رکھتے ہیں، تو وہ اپنے جذباتی (Emotive) معنی کے نقطہ نظر سے یا ان کی انجمنوں کے نقطہ نظر سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ اٹھارویں صدی کے مشہور لغت نگار ڈاکٹر جانسن نے بجا طور پر کہا کہ "words are seldom exactly synonymous"

"الفاظ شاذ و نادر ہی مترادف ہوتے ہیں"۔

6.7 متضاد (Antonymy)

مخالف معنی رکھنے والے الفاظ کو متضاد کہتے ہیں۔ یہاں، ہم تین قسم کے متضاد الفاظ کا ذکر کرینگے۔

1) جوڑے دار متضاد الفاظ (Binary Antonyms)

2) درجہ بندی کے قابل متضاد الفاظ (Gradable Antonyms)

3) برعکس متضاد الفاظ (Converse Antonyms)

6.7.1 جوڑے دار متضاد الفاظ:

متضاد الفاظ کا ایک ایسا جوڑا جہاں جوڑے میں ایک لفظ کی سچائی دوسرے کے متضاد کو ظاہر کرتی ہے اور اسی طرح ایک متضاد دوسرے کی سچائی کو ظاہر کرتی ہے۔

مثال کے طور پر:

غیر شادی شدہ : شادی شدہ

ملازمت یافتہ : بے روزگار

مردہ : زندہ

''فرحان شادی شدہ ہے''، مطلب ''فرحان غیر شادی شدہ نہیں ہے''۔اسی طرح ''فرحان شادی شدہ نہیں ہے''، مطلب ''فرحان غیر شادی شدہ ہے''۔

ان متضاد الفاظ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ درجہ بندی (Gradable) کے قابل نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر: ایک شخص یا تو غیر شادی شدہ ہے یا شادی شدہ، وہ دوسرے شخص سے زیادہ غیر شادی شدہ نہیں ہوسکتا۔

6.7.2 درجہ بندی کے قابل(Gradable) متضاد الفاظ:

متضاد الفاظ کا ایک ایسا جوڑا جس میں ایک لفظ کی سچائی دوسرے کی ضد کو ظاہر کرتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ ایک کی ضد دوسرے کی سچائی کو ظاہر کرے۔مثال کے طور پر:

بڑا : چھوٹا

اچھا : برا

جوان : بوڑھا

''یہ کتاب اچھی ہے'' سے مراد ہے کہ ''یہ کتاب بری نہیں ہے''، لیکن ''یہ کتاب اچھی نہیں ہے''اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ''یہ کتاب واقعی بری ہے''۔ ہوسکتا ہے کہ کتاب نہ اچھی ہو نہ بری۔

درجہ بندی کے قابل(Gradable) متضاد الفاظ، خصوصیات کے پیمانے کی دو مخالف انتہاؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، گرم اور ٹھنڈا ایک ترازو یا پیمانے کی دو انتہا ہیں جن پر درمیان میں کچھ پوائنٹس کی نمائندگی، گرم(Warm)، گرم(Tepid) اور ٹھنڈا (Cool) جیسی صفت سے کی جاسکتی ہے۔

6.7.3 برعکس متضاد الفاظ (Converse Antonyms)

برعکس متضاد الفاظ جنہیں رشتہ دار (Relational) متضاد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایسے متضاد الفاظ کے جوڑے ہیں، جہاں جوڑے میں سے محض ایک لفظ کا ہونا ہی، لازمی طور پر دوسرے کے وجود کو ظاہر کرتا ہے۔

مثال کے طور پر:

خرید : فروخت

اوپر : نیچے

شوہر : بیوی

لینا : دینا

احمد نے محمود کو ایک کار بیچی اس کا مطلب ہے کہ محمود نے احمد سے ایک کار خریدی۔ بلال نے قاسم کو ایک تحفہ دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قاسم کو بلال سے تحفہ ملا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ تقابلی لاحقہ (Comparative Suffix) ''er-'' کا اضافہ اوراسی طرح مزید استعمال سے ''درجہ بندی صفتوں'' (Gradable Adjective) کو ''برعکس اصطلاحات (Coverse Terms)'' میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

6.8 شمولیت معنی (Hyponymy)

جب ایک لفظ کے معنی میں دوسرے لفظ کے معنی شامل ہوں تو ایسے الفاظ کے درمیان تعلق کو ''شمولیت معنی(Hyponymy)'' کہا جاتا ہے۔

وہ لفظ جس کا مفہوم وسیع ہو اسے ''اعلیٰ لفظ'' (Superordinate Word) کہا جاتا ہے اور جو لفظ اپنے معنی کے اعتبار سے اعلیٰ لفظ میں شامل ہو اسے تخصیصی لفظ کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر:

اعلیٰ الفاظ (Superordinate Word)	تخصیصی الفاظ (Hyponyms)
فرنیچر	کرسی، میز، میز وغیرہ
پھول	گلاب، للّی، ڈافوڈل، کمل وغیرہ

ایک ہی اعلیٰ لفظ کے تخصیصی الفاظ کو ''Co-hyponyms'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

6.9 پارٹ ہول (Part-Whole Relation)

Part-Whole Relation دو لغوی اکائی کے بیچ کا تعلق ہے، جہاں ایک لغوی اکائی کسی چیز کے حصے کی نمائندگی کرتی ہے جبکہ دوسری اس پوری چیز کی نمائندگی کرتی ہے۔

مثال کے طور پر:

پورے (Whole)	حصے (Part)
ہاتھ	کہنی، کلائی، بازو
گھر	چھت، دیوار، کھڑکی

کسی چیز کے حصے اور اس پوری چیز کے بیچ کا تعلق ''Part-Whole Relation'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

6.10 لغوی اور تعبیری معنی (Denotative and Connotative meaning)

دلالت (Denotation) سے مراد کسی لفظ کی لغوی تعریف ہے جو لغت میں موجود ہے۔ یہ کسی علامت (Sign) کے واضح (Explicit) یا حوالہ جاتی معنی (Referential Meaning) کی نمائندگی کرتا ہے۔ کسی لفظ کی دلالت (Denotation) وہ شے یا اشیاء ہیں جن سے وہ زبان سے باہر کی دنیا میں مراد لیتا ہے۔ لفظ ہاتھی کا مطلب دنیا میں رہنے والا اصل جانور ہاتھی ہے۔ اس طرح، کسی لفظ کی دلالت وہی چیز ہے جو اصل دنیا سے اس لفظ کا حوالہ ہے۔

دوسری طرف، ایک لفظ کا ''مفہوم'' (Connotation) ''اتفاقی معنیٰ'' (Incidental Meaning) ہے، جسے ہم وقتاً فوقتاً کسی لفظ کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ مفہوم سے مراد کسی لفظ کے متعلقہ الفاظ (Associated words) کی ایک وسیع رینج (Wide Range) ہے جو زیادہ تر الفاظ میں ہوتی ہے۔ مفہوم، کسی علامت میں موجود سماجی، ثقافتی اور جذباتی مضمرات کی وابستگی کو بیان کرتا ہے۔

مثال کے طور پر: لفظ "شیر" کے لغوی معنیٰ ''اصل شیر ہے'' جب کہ لفظ شیر کا تعبیری معنیٰ ''کوئی شخص جو طاقت اور ہمت کا مظاہرہ کرے''۔

اسی طرح، لفظ "سانپ" کے لغوی معنیٰ ''اصل سانپ'' جب کہ اس کے تعبیری معنیٰ "برائی" یا "خطرہ" ہوگا۔

6.11 معنیٰ کی اقسام (Types of Meanings)

جیفری لیچ نے اپنی کتاب "Semantics: A Study of Meaning" میں معنیٰ کی سات اقسام کے بارے میں بتایا ہے۔)

6.11.1 تصوراتی معنیٰ (Conceptual Meaning)

تصوراتی معنیٰ کو مبہم، منطقی یا علمی معنیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بنیادی تجویذی معنیٰ ہے جو بنیادی لغت کی تعریف سے مماثل ہے۔ اسے ہم کسی لفظ کے لغوی معنیٰ سے مراد لے سکتے ہیں اگر وہ لفظ کسی خیال یا تصور کی نشاندہی کرے۔

مثال کے طور پر: ''لڑکا'' سے مراد = ''+انسان''، ''+مرد'' اور ''-بالغ'' ہوگا۔

تصوراتی معنیٰ معنیٰ کی دیگر تمام اقسام کی بنیاد ہے۔

6.11.2 تعبیری معنیٰ (Connotative Meaning)

تعبیری معنیٰ کسی اظہار کی ''ترسیلی قدر'' (Communicative Value) ہے۔ علاوہ ازیں یہ ایک خالص تصوراتی مواد ہے۔ مفہوم (Connotation) وقتاً فوقتاً اور ایک معاشرے سے دوسرے معاشرے میں مختلف ہوتے ہیں۔ تعبیری معنیٰ کو تصوراتی معنیٰ کے مقابلے میں واقعاتی اور غیر مستحکم سمجھا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر: مغربی معاشرے میں، لفظ "کتے" کا مفہوم "وفادار" ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں یہ ایک گالی ہے۔

6.11.3 سماجی معنیٰ (Social Meaning)

لیچ اس بات پر زور دیتا ہے کہ سماجی معنیٰ میں زبان کے کسی ٹکڑے کے استعمال سے متعلق تمام سماجی حالات شامل ہیں۔ سماجی معنیٰ کا تعلق صورتحال سے ہے، جس میں کوئی جملہ استعمال ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر:

گھر (عام)

ڈومیسائل (سرکاری)

سکونت (رسمی)

رہائش (شاعری)

مندرجہ بالا تمام الفاظ ایک ہی چیز کا حوالہ دیتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک لفظ کا استعمال ایک خاص صورتحال پر منحصر ہے۔

6.11.4 فجائی معنی (Affective Meaning)

فجائی معنی سے مراد جذباتی وابستگی یا الفاظ کے اثرات ہیں جو پڑھنے یا سننے والے میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سننے والے کے تئیں بولنے والے کے ذاتی احساسات یا رویے کے بارے میں بتاتا ہے۔

مثال کے طور پر:

دروازہ بند کرو۔ (کمانڈ)

کیا آپ برائے مہربانی دروازہ بند کردیں گے؟ (درخواست)

6.11.5 معکوسی معنی (Reflected Meaning)

معکوسی معنی اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب ایک لفظ کے ایک سے زیادہ تصوراتی معنی مراد لیے جائیں۔ معکوسی معنی سے مراد بنیادی طور پر ایسے معنی ہیں جہاں ایک لفظ کے معنی کسی دوسرے معنی کے طور پر، ہمارے ردعمل کو متاثر کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر:

شاعر "Gay" نہیں ہوسکتا،

ولیم ورڈز ورتھ کے زمانے میں لفظ "Gay" کثرت سے استعمال ہوتا تھا لیکن اب یہ لفظ ''ہم جنس پرستی'' (Homosexuality) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ لفظ کا ایک احساس دوسرے پر خاص طور پر پڑا ہے۔ ("Homosexuality" کے لیے لفظ "Gay" کا استعمال زیادہ کثرت سے ہوتا ہے اور مانوس بھی ہے)۔

6.11.6 مجموعی معنی (Collocative Meaning)

مجموعی معنی سے مراد کسی لفظ کے بعض الفاظ کے ساتھ اس کے معمول یا عادتاً ہم آہنگ ہونے کی وجہ سے اس کی وابستگی ہے۔ Leech کے مطابق، مجموعی معنی ان وابستگیوں پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک لفظ اس معنی کی وجہ سے حاصل کرتا ہے جو اس کے ماحول میں پائے جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر: لفظ "Pretty" اور "Handsome" دونوں "خوبصورت" کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن لفظ "Pretty" لڑکیوں، عورتوں، گاؤں، باغات، پھولوں وغیرہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، دوسری طرف، لفظ ''Handsome'' لڑکوں، مردوں وغیرہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

6.11.7 منسوبی معنی (Thematic Meaning)

منسوبی معنی سے مراد کوئی مخاطب یا مصنف پیغام کو بولنے یا لکھنے سے پہلے کیسے ترتیب دیتا ہے۔ جس طرح سے ہم اپنے پیغام کو ترتیب دیتے ہیں اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کیا اہم ہے اور کیا نہیں۔ منسوبی معنی کے تحت فعال غیر فعال سے مختلف ہے حالانکہ اس کا تصوراتی معنی ایک ہی ہے۔

مثال کے طور پر:

1۔ بلال نے پہلا انعام عطیہ کیا۔

2۔ پہلا انعام بلال کے ذریعہ عطیہ کیا گیا تھا۔

پہلے جملے میں "انعام کس نے دیا" زیادہ اہم ہے، لیکن دوسرے جملے میں "بلال نے کیا دیا" اہم ہے۔ اس طرح ترتیب میں تبدیلی جملے اور معنی کی توجہ کو بدل دیتی ہے۔

6.12 جزیاتی تجزیہ (Componential Analysis)

جزیاتی تجزیہ سے مراد ہے کہ کسی لفظ کے معنی کی تفہیم اور وضاحت معنی کے بعض اجزاء کے مجموعہ کے طور پر بھی کی جاسکتی ہے۔ یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جزیاتی تجزیہ لفظ کے معنی کو اس کے حتمی متضاد عناصر کے طور پر کم کر رہا ہے۔ معنی کے اجزاء کو بڑے پیمانے پر معنیاتی اجزاء (Semantic Components) کے طور پر جانا جاتا ہے۔

معنی کا تجزیہ اکثر کسی لفظ کے احساس (Sense) کو اس کے کم سے کم اجزاء میں توڑنے کے عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر: "مرد"، "عورت"، "لڑکا" اور "لڑکی" جیسے الفاظ "انسانی نسل" کے معنیاتی میدان (Semantic field) سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے درمیان تعلقات کو دو جہتی میدان کے خاکے سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

	مرد(Male)	خواتین(Female)
بالغ(Adult)	آدمی(Man)	عورت(Woman)
نوجوان(Young)	لڑکا(Boy)	لڑکی(Girl)

انسانی نسل (Human race)

یہ خاکہ معنی کی دو جہتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جو کہ جنس اور بالغ سے متعلق ہے۔ اور نمائندہ معنیاتی میدان انسانی نسل ہے۔ ان احساسات کی نمائندگی کرنے کا ایک اور طریقہ اخذ کردہ فارمولا ہے، جس میں معنی کی جہت خصوصیات کی علامتوں سے ظاہر ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر:

[+ بالغ] کا مطلب [بالغ] ہے۔ اور [+انسان] کا مطلب [انسان] ہے۔

[-بالغ] کا مطلب [نوجوان] ہے۔ اور [-انسان] کا مطلب [جانور] ہے۔

[+مرد] کا مطلب [مرد] ہے اور [-مرد' کا مطلب [عورت] ہے۔

اس طرح، انفرادی اشیاء کے معنی ان خصوصیات کے امتزاج سے ظاہر کیے جاسکتے ہیں۔

آدمی = [+انسان]، [+ بالغ]، +[مرد]

عورت = [+انسان]، [+ بالغ]، [−مرد]

لڑکا = [+انسان]، [− بالغ]، [+مرد]

لڑکی = [+انسان]، [− بالغ]، [−مرد]

جزیاتی تجزیہ میں، معنی کا مطالعہ ''جوڑے دار تضاد'' (Binary Opposition) کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ جوڑے دار تضاد اور جزوی

تجزیہ کا فائدہ یہ ہے کہ یہ [+] اور [–] علامات کے استعمال سے معنی کی وضاحت کرتے ہیں۔

6.13 تضاد (Contradiction) اور حشو مترادفات (Tautology)

تضاد حقیقت کی مخالف اقدار کے ساتھ تجاویز (Propositions) کا ایک جوڑا ہے۔ تضاد ایک جملہ ہے جو لازمی طور پر غلط ہو۔ اس طرح، تضاد تجزیاتی یا تحلیلی جملے (Analytic sentence) کا مخالف ہے۔

مثال کے طور پر:

1۔ کنوارے شادی شدہ آدمی ہیں۔ 2۔ وہ مرد عورت ہے۔ 3۔ کتے انسان ہیں۔

حشو مترادفات (Tautology) میں، دو یا دو سے زیادہ جملے ایک اور ایک جیسے معنی کے اظہار کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک ہی معلومات کو زور دے کر (predicate) دہرایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

1۔ سچ سچ ہوتا ہے۔ 2۔ میری بیوی نے مجھ سے شادی کی ہے۔

6.14 ابہام (Ambiguity) اور اس کی اقسام

جب کسی جملہ یا لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہوں تب وہ مبہم کہلاتا ہے۔ یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک لسانی اظہار اس وقت معنیاتی ابہام (Semantic Ambiguity) کو ظاہر کرتا ہے جب اس میں متعدد حواس (Mutiple Senses) ہوں۔

مثال کے طور پر: انگریزی کا لفظ 'Organ' جسم کے ایک حصے اور ایک موسیقی کے آلات دونوں کو ظاہر کرتا ہے۔

ابہام کو بعض اوقات جان بوجھ کر استعمال کیا جاتا ہے تاکہ دیگر قسم کے لفظ پیدا ہوں۔

ابہام دو طرح کا ہو سکتا ہے:

1۔ لغوی ابہام 2۔ ساختی ابہام

6.14.1 لغوی ابہام (Lexical Ambiguity)

6.14.2 ساختی ابہام (Structural Ambiguity)

لغوی ابہام اس وقت ہوتا ہے جب ایک لفظ کے دو یا زیادہ ممکنہ معنی ہوں۔ اسے معنیاتی ابہام (Semantic Ambiguity) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر:

لڑکا Light Box اٹھائے ہوئے ہے۔

اس جملے میں لفظ "light" کے استعمال کے تین مختلف معنی ہیں:

a) (ہلکا) Box بھاری نہیں ہے۔

b) (Light لیمپ) ایک ڈبہ جس میں برقی لیمپ ہے۔

c) (Light) ایک چمکدار ڈبہ۔

6.14.2 ساختی ابہام (Structural Ambiguity)

جب جملے کی ساخت دو یا زیادہ ممکنہ معنی کی طرف لے جائے تب ساختی ابہام پیدا ہوتا ہے۔ابہام کی اس شکل کو ''نحوی یا قواعدی ابہام'' (Syntactic or Grammatical ambiguity) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر:

میں نے مائیکروفون والے شخص کو مدعو کیا۔اس جملے کے دو مختلف معنی ہیں:

1) میں نے اس شخص کو مدعو کرنے کی بات کی، جو مائیکروفون کا استعمال کرے۔

2) میں نے اس شخص کو مدعو کیا (جس کے پاس مائکروفون ہے)۔

6.15 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ کسی بھی زبان کے معنی کے مطالعے کو معنیات کہتے ہیں۔

☆ معنی مستحکم نہیں ہوتے بلکہ بولنے والے، سننے والے اور سیاق وسباق پر منحصر ہوتے ہیں۔

☆ جملے کے معنی ہمیشہ لفظی معنی جیسے نہیں ہوتے ہیں۔ جملے کے معنی اور کلمے کے معنی کے لحاظ سے سب سے مفید فرق یہ ہے کہ جملے کے معنی کا براہ راست تعلق جملے کی قواعدی (Grammatical) اور لغوی (Lexical) خصوصیات سے ہوتا ہے جب کہ کلمات کے معنی میں معنی کے تمام ثانوی پہلو شامل ہوتے ہیں خاص طور پر جو سیاق وسباق سے متعلق ہوتے ہیں۔

☆ لفظ ''Semantics'' یونانی لفظ کا فرانسیسی ورژن ہے جس کا 17 ویں صدی تک کوئی وجود نہیں تھا اور 18 ویں صدی میں اس کا عروج ہوا۔

☆ مفہوم اور حوالہ معنی کے دو مختلف لیکن متعلقہ پہلو ہیں۔

☆ مفہوم کسی زبان میں ایک اظہار کا دوسرے اظہار کے ساتھ معنوی تعلق کا نظام عمل ہے۔مفہوم حوالہ کے برخلاف زبان کے اندرونی تعلق کی نمائندگی کرتا ہے۔

☆ جب دو الفاظ کے دو مختلف اور غیر متعلق معنی ہوں لیکن ایک ہی تلفظ اور/ یا ہجے ایک ہی ہوں، تو اسے تجنیس کہا جاتا ہے۔

☆ لفظ کثیر معنیت (Polysemy) یونانی لفظ ''Polysema'' سے ماخوذ ہے جس میں (Poly) کا مطلب ''بہت سے'' ہے اور ''Sema'' کا مطلب ''معنی'' ہے۔اس طرح ''Polysemy'' کا لغوی معنی بہت سے معنی رکھنا ہے۔

☆ دو یا دو سے زیادہ الفاظ یا شکلیں، جو متعلق معنی رکھتی ہیں ایک دوسرے کے بدل کے طور پر جانی جاتی ہیں۔مترادفات کہلاتی ہیں۔

☆ متضاد کی تین قسمیں ہیں:1) جوڑے دار متضاد الفاظ (Binary Antonyms)،2) درجہ بندی کے قابل متضاد الفاظ (Gradable Antonyms)،3) برعکس متضاد الفاظ (Converse Antonyms)

☆ جب ایک لفظ کے معنی میں دوسرے لفظ کے معنی شامل ہوں تو ایسے الفاظ کے درمیان تعلق کو ''شمولیت معنی (Hyponymy)'' کہا جاتا ہے۔

☆ Part-Whole Relation دولغوی اکائی کے بیچ کا تعلق ہے، جہاں ایک لغوی اکائی کسی چیز کے حصے کی نمائندگی کرتی ہے جبکہ دوسری اس پوری چیز کی نمائندگی کرتی ہے۔

☆ دلالت (Denotation) سے مراد کسی لفظ کی لغوی تعریف ہے جو لغت میں موجود ہے۔ یہ کسی علامت (Sign) کے واضح (Explicit) یا حوالہ جاتی معنی (Referential Meaning) کی نمائندگی کرتا ہے۔

☆ کسی لفظ کی دلالت (Denotation) وہ شے یا اشیاء ہیں جن سے وہ زبان سے باہر کی دنیا میں مراد لیتا ہے۔ لفظ ہاتھی کا مطلب دنیا میں رہنے والا اصل جانور ہاتھی ہے۔ اس طرح، کسی لفظ کی دلالت وہی چیز ہے جو اصل دنیا سے اس لفظ کا حوالہ ہے۔

☆ جیفری لیچ نے اپنی کتاب "Semantics: A Study of Meaning" میں معنی کی سات اقسام کے بارے میں بتایا ہے۔

☆ جزیاتی تجزیہ سے مراد ہے کہ کسی لفظ کے معنی کی تفہیم اور وضاحت معنی کے بعض اجزاء کے مجموعہ کے طور پر بھی کی جا سکتی ہے۔

☆ جب کسی جملہ یا لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہوں تب وہ مبہم کہلاتا ہے۔ یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک لسانی اظہار اس وقت معنیاتی ابہام (Semantic Ambiguity) کو ظاہر کرتا ہے جب اس میں متعدد حواس (Mutiple Senses) ہوں۔

6.16 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
حوالہ Reference		حوالہ زبان کے حصوں اور زبان سے باہر (دنیا میں) چیزوں کے درمیان تعلق ہے۔
مفہوم Sense	:	مفہوم سے مراد خود لسانی عناصر کے درمیان تعلق کی پیچیدگی ہے
دلالت (Denotation)	:	دلالت (Denotation) سے مراد کسی لفظ کی لغوی تعریف ہے جو لغت میں موجود ہے۔
مفہوم Connotation	:	مفہوم سے مراد کسی لفظ کے متعلقہ الفاظ (Associated words) کی ایک وسیع رینج (Wide Range) ہے جو زیادہ تر الفاظ میں ہوتی ہے
ابہام (Ambiguity)	:	جب کسی جملہ یا لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہوں تب وہ مبہم کہلاتا ہے

6.17 نمونہ امتحانی سوالات

6.17.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ تجنیس کی کوئی ایک مثال بتائیں۔

2۔ تضاد کی کتنی قسمیں ہیں؟

3۔ مفہوم کی تعریف بیان کیجیے۔

4۔ اعلی الفاظ (Superordinate Word) اور تخصیصی الفاظ (Hyponyms) کے درمیان فرق بیان کریں۔

5۔ ابہام کی کتنی قسمیں ہیں؟

6۔ مجموعی معنی کی تعریف بیان کریں۔

7۔ تصوراتی معنی سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔

8۔ ساختی ابہام کی مثال بتائیں۔

9۔ لفظ predicate سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔

10۔ برعکس متضاد کی مثال بتائیں۔

6.17.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ کثیر معنیت کی تعریف بیان کریں۔

2۔ حوالہ کی اصطلاح سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

3۔ کثیر معنیت اور تجنیس میں کیا فرق ہے؟

4۔ متضاد پر مثالوں کے ساتھ ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

5۔ تعبیری معنی کی مثالوں کے ساتھ تعریف بیان کیجیے۔

6۔ مجموعی معنی کی تعریف بیان کریں۔

7۔ تصوراتی معنی سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔

6.17.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ معنی کے مختلف اقسام پر ایک نوٹ لکھیں۔

2۔ جزیاتی تجزیہ پر ایک مضمون لکھیں۔

3۔ ابہام اور اس کی اقسام" پر ایک وضاحتی نوٹ لکھیں۔

6.18 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	اردو لسانیات	پروفیسر نصیر احمد خاں
2۔	لسانی تناظر	پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ
3۔	عام لسانیات	پروفیسر گیان چند جین
4۔	اردو لسانیات	علی رفاد فتیحی
5۔	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں
6۔	عمومی لسانیات	عبدالسلام
7۔	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں

اکائی 7: اسلوبیات

اکائی کے اجزا

7.0 تمہید
7.1 مقاصد
7.2 اسلوبیات کا مفہوم
7.3 اسلوب کی تعریف سے متعلق مختلف نظریات
7.4 اسلوب کی غیر لسانی تعریفات
7.5 اسلوب کی لسانی تعریفات
7.6 اسلوبیات کا لسانیات اور ادب سے تعلق
7.7 اسلوبیات کا طریقہ کار
7.8 ادبی زبان کا مطالعہ
7.8.1 ادب میں زبان کی نوعیت اور خصوصیات
7.9 اسلوبی آلات
7.9.1 آواز: صوتیاتی نمونہ سازی
7.9.2 ساخت: صرفیاتی اور نحویاتی نمونہ سازی
7.9.3 معنی : معنیاتی نمونہ سازی
7.10 اکتسابی نتائج
7.11 کلیدی الفاظ
7.12 نمونہ امتحانی سوالات
7.12.1 معروضی جوابات کے سوالات
7.12.2 مختصر جوابات کے سوالات
7.12.3 طویل جوابات کے سوالات
7.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

7.0 تمہید

اسلوب کے سائنسی مطالعے کو اسلوبیات کہتے ہیں۔

انگریزی ادیب (Spencer) نے اسلوب کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

‘a writer's style may be regarded as an individual and creative utilization of the resources of language'.

اسلوب نگاری کے بنیادی مفروضہ سے مراد کسی بھی ادب میں استعمال کی گئی زبان کا مطالعہ کرکے اس کے اسلوب کی نشاندہی کرنا ہے۔

ادب ایک ایسا فن ہے جو زبان کے بغیر ممکن نہیں ہے اور نہ ہی زبان کے بغیر ادبی سطح پر کسی بھی طرح کی تخلیقی سرگرمیاں ممکن ہیں۔ اس لیے اسلوبیات کا تعلق صرف ادب میں استعمال کی گئی زبان کے تحقیقی اور وضاحتی مطالعہ سے ہے۔

اسلوبیات سے مراد کسی بھی مصنف کے ذریعے استعمال کیا گیا اسلوب ہے جو ایک مصنف زبان کو اپنی تخلیقی (Creative) اور ترسیلی ضروریات (Communicative need) کے مطابق استعمال کرتا ہے۔

ایک مصنف اکثر زبان کو ایک ادبی رنگ دینے کے لیے اپنی مرضی سے ڈھالتا اور تبدیل کرتا ہے اور زبان کے موجودہ ساخت اور نمونوں میں کچھ تبدیلیاں کرتا ہے۔ یعنی وہ زبان کے عام استعمال سے ہٹ کر اور لسانی اصولوں کی خلاف ورزی کر کے اس میں ادبی خصوصیات پیدا کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں کچھ نئے تاثرات اور منفرد لسانی شکلیں اور نمونے تخلیق ہوتے ہیں ۔ اور زبان میں کچھ انحرافی عناصر (Foregounded elements) بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اسلوب کی بنیاد، زبان کی وہ قسم ہے جو ادب کے ذریعہ استعمال کی گئی ہے۔

اسلوبیات ادب کے مطالعہ کے لیے ایک جدید نقطہ نظر ہے جو اس کے طریقہ کار اور لسانیات سے حقائق کو اخذ کرتا ہے۔ ادبی نقادوں کے بہت سے موضوعی تاثرات کو لسانیات کی روشنی میں سائنسی انداز کے ساتھ بیان کیا جاسکتا ہے۔

اسلوب نگاری سے مراد ادبی تنقید کو مزید سائنسی، معروضی اور حتمی بنانے کی کوشش ہے۔ جو کسی زبان کی ادبی قواعد کو تیار کرنے پر زور دیتا ہے۔

7.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ اسلوب اور اسلوبیات کی اصطلاحوں کے بارے میں سمجھ سکیں۔
- ☆ زبان اور ادب کے درمیان تعلق کی تفہیم کر سکیں۔
- ☆ مختلف اسلوبی آلات کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔

7.2 اسلوبیات کا مفہوم (Meaning of Stylistics)

زبان اور ادب کا آپسی تعلق کچھ ایسا ہے کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ زبان ادب کا ذریعہ اظہار ہے۔ زبان کے بغیر ادب کا کوئی وجود نہیں ہے، ہر شعری اور ادبی فکر زبان کے ہی سانچے میں ڈھل کر وجود میں آتی ہے اور زبان ہی ایک ایسا

وسیلہ ہے جس کے ذریعہ ہم ادب کو سامع یا قاری تک پہنچا سکتے ہیں۔ جہاں تک اسلوب (Style) کا تعلق ہے، تو ہر فرد اس معاملے میں منفرد اور جدا گانہ ہے چاہے وہ رہن سہن کا مسئلہ ہو یا معاملات کا یا طرز تکلم کا معاملہ ہو یا زبان کے استعمال کا کسی دو فرد کا اسلوب ایک جیسا نہیں ہوسکتا۔ جب ہم زبان و بیان کے معاملے میں اسلوب (Style) کا مطالعہ کرتے ہیں تو زبان کے ہی مخصوص استعمال سے کسی ادیب یا شاعر کا اسلوب (Style) پہچان میں آتا ہے۔ اسلوب کا مطالعہ و تجزیہ اسلوبیات (Stylistics) کہلاتا ہے جسے کچھ لوگوں نے اسلوبیاتی تنقید کا نام بھی دیا ہے۔ اسلوبیات کی عمارت کا لسانیات (Linguistics) کے بغیر عمل میں آنا ممکن نہیں ہے۔ لسانیات ہی اس کے مطالعے کو معروضی توضیحی، تجزیاتی اور غیر تاثراتی بناتی ہے۔

پروفیسر گوپی چند نارنگ اسلوبیات اور لسانیات کے باہمی تعلق پر اظہار خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''اسلوبیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جس کا ایک سرا لسانیات سے اور دوسرا ادب سے جڑا ہوا ہے۔ ادب کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ موضوعی و جمالیاتی چیز ہے جب کہ لسانیات سماجی وسائنسی ہے اور ہر سائنس معروضی اور تجزیاتی ہوتی ہے۔ ادبی تنقید کا معاملہ دوسرا ہے۔ تنقید کا منصب ادب شناسی ہے اور ادب شناسی کامل خواہ وہ ذوقی اور جمالیاتی ہو یا معنیاتی حقیقتاً تمام مباحث اس لسانی اور ملفوظی پیکر سے پیدا ہوتے ہیں جس سے کسی بھی فن پارے کا بحیثیت فن پارے کے وجود قائم ہوتا ہے اسلوایات اس موضوع کا معروض ہے۔ گویا یا ادبی تنقید کا عملی حربہ ہے۔ اسلوبیات طریقہ کار ہے کل تنقید نہیں'

مرزا خلیل بیگ کے تاثرات اسلوب کے حوالے سے کچھ اس طرح ہیں:

زبان و ادب، زبان و لسانیات، زبان و اسلوبیات نیز ادب و لسانیات کے مابین رشتوں کو ذیل کے نقشہ کی مدد سے ظاہر کیا جاسکتا ہے جس کا سلسلہ زبان سے شروع ہو کر اسلوبیات پر ختم ہوتا ہے۔ چونکہ اسلوبیات میں ہم ادب کے عملی مسئلوں پر گفتگو کرتے ہیں اسی وجہ سے اسلوبیات کو اطلاقی لسانیات (Applied Linguistics) کی ایک شاخ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسلوبیاتی تنقید کا طریقہ کار کسی فن پارے کا لسانیاتی تجزیہ کے علاوہ اس کے اسلوبیاتی خصائص کا تعین بھی ہے۔

7.3 اسلوب کی تعریف سے متعلق مختلف نظریات

اسلوب کو عام طور پر مصنف کے لکھنے کے انداز یا اظہار کی انفرادی خصوصیات کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن 'اسلوب' کی اصطلاح کو درست طریقے سے بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ اسلوب کو مختلف نظریوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اسے مختلف زاویوں اور مختلف نقاط نظر سے دیکھا گیا ہے۔ اسلوب کا ادبی تنقید میں بھی استعمال ہوتا ہے، اور یہ لسانیات اور سماجی لسانیات میں بھی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ اسلوب کے ساتھ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اس کی کوئی مقررہ تعریف نہیں ہے۔ مختلف ادوار میں بہت سے ادیبوں، مفکروں، فلسفیوں، ماہرین لسانیات، ادبی نقادوں اور بعض دیگر شعبوں کے اسکالرز نے اپنے اپنے انداز اور ذاتی خصوصیات کے مطابق اسلوب کی تعریف کی ہے۔

اسلوب کی تعریفوں کو مختلف تنقیدی اور لسانی مطالعات، انسائیکلوپیڈیا (Encyclopedias) اور لغات میں دیکھا جا سکتا ہے، جیسے، آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں اسلوب کی 28 تعریفیں بطور اسم اور 6 فعل کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔ لیکن اسلوب کی اصطلاح کی مزید تعریفیں

اور تشریحات کی وجہ سے اسلوب کو سمجھنا اور پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

اسلوب کے ساتھ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ زیادہ تر تعریفیں مکمل طور پر موضوعی ہیں اور ادبی کاموں کے تاثراتی ردعمل کا نتیجہ ہیں۔ اسلوب کی کچھ تعریفیں فطرت کے لحاظ سے تشخیصی ہیں اور قدر کے فیصلوں پر مبنی ہیں۔ اسلوب کی بہت سی تعریفیں انسان کی شخصیت، انفرادی خصلتوں اور محاورات کے حوالے سے لکھی گئی ہیں۔ اسلوب کی کچھ مزید تعریفیں زبان کی عادات، سماجی حالات اور ادبی متن کی خصوصیات کے بارے میں بتاتی ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلوب کی تخلیق زبان کے استعمال اور جوڑ توڑ سے ہوتی ہے۔ اس لیے زبان کے حوالے سے اسلوب کی تعریف کرنا بہت ضروری ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی تعریفیں جو زبان کو مدنظر رکھتے ہوئے کی جاتی ہیں انہیں اسلوب کی لسانی تعریفیں کہا جاسکتا ہے اور ان کو ان غیر لسانی تعریفوں سے ممتاز کیا جاسکتا ہے جو زبان کے علاوہ دیگر امور پر مبنی ہیں۔ ماہر لسانیات اسلوب کو زبان میں تغیر، متبادل اظہار کے درمیان انتخاب، لسانی اصولوں سے انحراف اور زبان کے خاص استعمال کے طور پر مانتے ہیں۔

اسلوب کی کچھ تعریفیں درج ذیل ہیں جو زبان کی ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وضع کی گئی ہیں اور انہیں اسلوب کی لسانی تعریف کہا جاتا ہے۔

7.4 اسلوب کی لسانی تعریفات (Definiions of Stylistics)

جان لیونز کے مطابق:

''اسلوب کو زبان کے استعمال میں تغیر کے طور پر دیکھتے ہیں''۔

"John Lyons (1970: 19) regards style as variation in the use of language"

Hockett (556:1958) کے ماننا ہے کہ:

''ایک ہی زبان میں دو ایسے الفاظ جو تقریباً ایک جیسی معلومات فراہم کرتے ہیں، لیکن جو اپنی لسانی ساخت میں مختلف ہیں، ان کے اسلوب (Style) کے لحاظ سے مختلف مانا جاسکتا ہے۔

According to Hockett (1958:556), 'two utterances in the same language which convey approximately the same information, but which are different in their linguistic structure, can be said to differ in style.

'' Nils Erik Enkvist '' کے نزدیک:

''اسلوب کی وضاحت 'متبادل اظہار کے درمیان انتخاب کے طور پر' کی جاتی ہے''۔

"Nils Erik Enkvist (1964:12) defines style 'as the choice between alternative expressions".

بروکس اور وارن (640:1950) کا خیال ہے کہ

''اسلوب کی اصطلاح عام طور پر شاعر کے اپنے الفاظ کے انتخاب، ترتیب اور ترتیب کے حوالے سے استعمال ہوتی ہے''۔

"Brooks and Warren (1950: 640) are of the view that the term style 'is usually used with reference to the poet's manner of choosing, ordering and arranging his words".

Traugott and Pratt(409:1980)کے مطابق:

''اسلوب سے مراد نمونہ دار انتخاب ہے، چاہے وہ صوتیاتی، لغوی، نحوی، یا عملی سطح پر ہو'۔

According to Traugott and Pratt (1980: 409), "style refers to patterned choice, whether at the phonological, lexical, syntactic, or pragmatic level".

بیمارڈ بلوچ(Bemard Bloch) اسلوب کی تعریف اس طرح کرتا ہے کہ:

''فریکوئنسی کی تقسیم اور ایک گفتگو کی لسانی خصوصیات کے عبوری امکانات کے ذریعے لے جانے والا پیغام، خاص طور پر چونکہ وہ زبان میں ایک جیسی خصوصیات سے مختلف ہیں۔''

Osgood(293:1960)کے مطابق:

''اسلوب کی تعریف کسی فرد کے ان حالات کے معیارات سے انحراف کے طور پر کی جاتی ہے جن میں وہ کوڈ سازی (Encoding) کر رہا ہوتا ہے، یہ انحراف ان ساختی خصوصیات کی شماریاتی خصوصیات میں ہوتے ہیں جن کے لیے اس کے کوڈ (Code) میں کسی حد تک انتخاب موجود ہوتا ہے۔''

ایرک ویلنڈر(Erik Wellander)کا نظریہ ہے کہ:

''اسلوب، لسانی معنوں میں، عام طور پر ہر خاص استعمال کی نشاندہی کرتا ہے جو جنرل کے خلاف واضح طور پر متضاد ہے''

گراہم ہاگ(Graham Hough)کا خیال ہے کہ:

''زبان سوچ کا لباس ہے، اور اسلوب لباس کا مخصوص کٹ اور فیشن ہے''

''Wales'')''نے اسلوبیات کی تعریف کچھ یوں کی ہے''

''اسلوبیات ایک ایسا موضوع ہے جس میں متون کے ہیئتی عناصر نیز متون کی تشریح میں ان عناصر کی تعاملی اہمیت پر بحث کی جاتی ہے''

دیوکرٹل اور پیچ کے مطابق اسلوبیات کی تعریف یہ ہے کہ:

اسلوبیات لسانیات کی ایک ذیلی شاخ ہے جس کا مقصد زبان میں اسلوب کا سائنسی مطالعہ ہے اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی تحقیق کرنی ہے کہ اصناف، سیاق وسباق، تاریخی حقائق اور مصنف تبدیلی کے ساتھ اسلوب کیسے بدل جاتا ہے۔

اردو کے مشہور ماہر لسانیات پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ نے اسلوبیات کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

''اسلوبیات دراصل ادب کے لسانی مطالعہ کا نام ہے جس میں ادبی فن پارے کا مطالعہ وتجزیہ لسانیات کی روشنی میں اس کی مختلف سطحوں پر کیا جا تا ہے اور ہر سطح پر فن پارے کے e کے خصائص (Style-features) کا پتا لگایا جا تا ہے، لہذا اسلوبیات صحیح معنی میں مطالعہ اسلوب ہے۔ چونکہ اس مطالعے کی بنیاد لسانیات پر قائم ہے اس لیے اسے لسانی مطالعہ ادب بھی کہتے ہیں''

سید عابد علی عابد کی نزدیک:

''اسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ انفرادی طرز نگارش جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے ممیّز ہوجاتا ہے۔

اسلوب اور اسلوبیات کے مصنف طارق سعید کے مطابق:

''جس طرح لسانیات زبان کے سائنسی مطالعے کا نام ہے اسی طرح اسلوبیات اسلوب (Style) کے سائنسی مطالعے کا نام ہے''۔

ڈاکٹر طارق سعید اسلوب کی بہت سے تعریفوں کے مطالعہ کے بعد اسلوبیات کی تعریف کے حوالے سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

1۔کسی بھی کلام کے مخصوص وموثر بیان کا نام اسلوب ہے۔

2-غیر معمولی لسانی اظہار کے مخصوص ڈھنگ کو اسلوب کہتے ہیں۔

3-اسلوب لسانی اظہار کا وہ مخصوص ڈھنگ ہے جو فن کار کی شخصیت (انفرادیت) اور موضوع سے متعلق ہوتا ہے اور جو اجتناب، انتخاب، خوبی امتزاج خوبی تناسب اور غیر موجود عناصر کے اظہار کے لیے غیر معمولی آلہ کار پر مبنی ہوتا ہے۔

4۔ قاری کو متاثر کرنا۔۔۔۔۔دراصل اسلوب یا شخص کا مقصد ہے۔

5-اسلوب صنائع بدائع وشرکت وعلویت کے جملہ عناصر سے مملو ومزین ہوتا ہے۔

6۔ اسلوب کا تعلق انفرادی شخصیت سے ہوتا ہے۔

7-اسلوب کا تعلق موضوع سے بھی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اسلوبیات کی وضاحت کچھ اس طرح کی ہے:

''اسلوبیات وضاحی لسانیت (Descriptive linguistics) کی شاخ ہے جو ادبی اظہار کی ماہیت، عوامل اور خصائص سے بحث کرتی ہے۔''

انھوں نے اسلوبیات کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ:

''اسلوبیات کا بنیادی تصور یہ ہے کہ کوئی خیال، تصور، جذبہ یا احساس زبان میں کئی طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ زبان میں اس نوع کی لینی پیرایہ بیان کے اختیار کی مکمل آزادی ہے۔ شاعر یا صنف قدم قدم پر پیرایہ بیان کی آزادی کا استعمال شعوری بھی کرتا ہے اور غیر شعوری بھی اور اس میں ذوق، مزاج، ذاتی پسند ونا پسند صنف یا ہئیت کے تقاضوں نیز قاری کی نوعیت کے تصور کو بھی دخل ہوسکتا ہے۔ یعنی تخلیقی

اظہار کے جملہ ممکنہ امکانات جو وجود میں آ چکے ہیں اور جو وقوع پذیر ہو سکتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا (جس کا اختیار مصنف کو ہے) دراصل اسلوب ہے''۔

اسلوبیات کی تعریف میں جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اسلوبیات اطلاقی لسانیات کی ایک شاخ ہے اور اس کا انداز تجزیاتی ہے۔

7.5 اسلوب کی غیر لسانی تعریفات (Non-linguistic definitions of style)

غیر لسانی طور پر کسی کام کو کرنے کا ڈھنگ، طریقہ یا انداز کو اسلوب (Style) کہتے ہیں۔ ہر شخص کے رہن سہن، لباس، وضع قطع وغیرہ کا انداز مختلف ہوتا ہے، اور اس خاص طریقے کو استعمال کر کے ایک شخص کوئی کام انجام دیتا ہے اس کو اس شخص کا اسٹائل یا اسلوب کہتے ہیں۔ لیکن یہ اسلوب کا عام مفہوم ہے لسانی پہلو سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مختلف ادوار کے ادیوں اور نقادوں نے اپنے اپنے طور پر اسلوب کی تعریف بیان کی ہے۔

مثلاً (Buffon) اسلوب کو شخصیت کے ہم پلہ گردانتا ہے اس کے بقول اسلوب بذات خود انسان ہے۔

(The style itself is human)

اسی طرح امریکی فلسفی ایمرسن کے بقول اسلوب انسان کے ذہن و دماغ کی آواز کا نام ہے۔

'A man's style is his mind's voice'. (Emerson)

ایک اور مشہور امریکی نقاد ولیس چیٹ مین کے بقول ''اسلوب کسی چیز کو مخصوص طریقے سے انجام دینے کا نام ہے'' لسانی نقطہ نظر سے مندرجہ بالا تعریفوں پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان تعریفوں کا تعلق زبان و بیان سے بالکل نہیں ہے۔

7.6 اسلوبیات کا لسانیات اور ادب سے تعلق (Relation of Stylistics with Linguisctic and Literature)

اسلوبیات لسانیات کی ایک شاخ ہے۔ اسے اطلاقی (Applied) کہا جاتا ہے کیونکہ لسانیات کے نظریاتی علم کا اطلاق ادب کے مطالعہ اور تجزیہ پر کیا جاتا ہے۔ اسلوبیات لسانیات کے نظریات، طریقہ کار اور بصیرت کا بھی استعمال کرتی ہے۔ ادب کی اسلوبیاتی تحقیق میں، لسانی اصول و قواعد یا ضابطہ کار ہمیشہ موجود ہوتے ہیں اور اسلوب نگار ادبی متن کی لسانی ساخت کی وضاحت میں لسانی اصطلاحِ مخصوص (Linguustic jargons) اور علمِ اصطلاحات (Terminologies) کا استعمال کرتے ہیں۔ ادب ان میں سے ایک سب سے اہم شعبہ ہے جہاں لسانیات کا اطلاق ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ اس لیے اسلوب نگاری کا لسانیات اور ادب سے گہرا تعلق ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلوب نگاری محض ادب کا مطالعہ نہیں ہے، اسے 'ادب کا لسانی مطالعہ' کہا جا سکتا ہے۔ یہ محض زبان کا مطالعہ نہیں ہے بلکہ 'ادب میں زبان کے استعمال' کا مطالعہ بھی ہے۔ زبان، ایک طرف، لسانیات کے مواد یا موضوع کی تشکیل کرتی ہے، دوسری طرف، یہ ادب کے لیے ذریعہ اظہار بنتی ہے۔ اسلوبیات میں، مصنف کے اسلوب اور ادب کی زبان کا لسانی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ لسانیات اور ادب بھی ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں اور اسلوبیات ان کے درمیان ثالثی کرتی ہے۔

7.7 اسلوبیات کا طریقہ کار (Method of Stylistics)

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے، اسلوبیات لسانیات پر مبنی ہے۔ اسلوبیات کے آلات اور تجزیے کے طریقے لسانی نظم سے اخذ کیے گئے ہیں۔ لہٰذا

ادبی متن کا اسلوبیاتی تجزیہ بنیادی طور پر ایک لسانی تجزیہ ہے۔لیکن کسی ادبی متن کا محض لسانی تجزیہ یا لسانی وضاحت اسے 'اسلوبیات' نہیں بناتی، جب تک کہ اس متن کے اسلوبی خصائص (Style-features) کی شناخت نہ کی جائے۔اس بات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ ادبی متن کا اسلوبیاتی مطالعہ یا تجزیہ غالباً ایک لسانی مطالعہ ہے، لیکن ہر لسانی مطالعہ کو اسلوبی مطالعہ نہیں سمجھا جاسکتا۔عام طور پر اسلوب نگاری کے طریقہ کار کی تجویز کرتے ہوئے، ایک فارمولہ تیار کیا گیا ہے جس کے مطابق کسی ادبی متن کا اسلوبیاتی تجزیہ (Stylistic Analysis) اس متن کی لسانی وضاحت (Linguistic Description) کے علاوہ اس میں پائے جانے والے اسلوبی خصائص (Style-features) پر مشتمل ہوگا:

اسلوبی خصائص (Style-features) کی شناخت ادبی متن کے اسلوبیاتی تجزیہ کا مرکزی ٹاسک (Task) ہے۔اسلوبیاتی تجزیہ ادبی متن کی لسانی وضاحت سے شروع ہوتا ہے چاہے وہ صوتیاتی، صرفیاتی یا نحوی سطح پر ہو یا پھر قواعد یا معنی کی سطح پر۔ادبی متن کا اسلوبیاتی تجزیہ اسلوبی خصائص (Style-features) کی نشاندہی اور بیان ہونے کے بعد مکمل ہوتا ہے، اور اگر ممکن ہو تو یہ متن کے موضوع یا ممکنہ معنی سے مناسب طور پر متعلق ہوتے ہیں جس میں وہ واقع ہوتے ہیں۔ادب کے مطالعہ کے مختلف طریقے ہیں، جیسے سماجی، نفسیاتی، جمالیاتی، نشانیاتی (Semiotic) اور لسانی، جس میں ادب کے لیے لسانی نقطہ نظر کو ''اسلوبیات'' کہا جاتا ہے۔اس نقطہ نظر کے تحت، اسلوبیاتی تجزیہ وضاحت کی سطحوں پر مشتمل ہوگا، اور ہر سطح پر اسلوبی خصائص (Style-features) کی شناخت کے لیے مخصوص طریقہ کار پر عمل کیا جاتا ہے۔

7.8 ادبی زبان کا مطالعہ (Study of Literary Language)

زبان رابطے کا ذریعہ ہے۔ابلاغ (Communication) کی دو اہم اقسام ہیں، یعنی روزمرہ کی بات چیت اور ادبی بات چیت۔عام رابطے کی زبان ادب کی زبان یا ادبی ابلاغ سے واضح طور پر مختلف ہے۔روزمرہ کے رابطے کی زبان کو ''عام زبانی تبادلہ'' (common verbal exchange) کہا جاتا ہے۔روزمرہ ابلاغ کے برعکس، ادب میں زبان کا خاص استعمال ہوتا ہے لہٰذا ادبی زبان، زبان کی ایک خاص قسم ہے جو روزمرہ کی زبان سے بہت مختلف ہے۔ایک اور فرق جو ادبی اور غیر ادبی زبان کے درمیان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ غیر ادبی زبان کی ابلاغی قدر اور زیادہ ہوتی ہے۔یہ فطرت کے لحاظ سے لغوی معنی پر مشتمل ہے اور اس میں لفظ اور اس کے معنی کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے۔سائنسی تحریروں کی زبان، قانونی دستاویزات، مذہبی گفتگو وغیرہ کو غیر ادبی زبان کی مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ادب میں زبان ضروری نہیں کہ ابلاغی مقصد کو پورا کرے۔یہ ہمیشہ تحویلی مقاصد (Referential purposes) کی تکمیل کے لیے استعمال نہیں ہوتی ہے۔ابلاغی اور ادبی زبان میں تحویلی قدر پر بالکل زور نہیں دیا جاتا ہے۔ادبی زبان ابلاغی مقصد پر زور دینے کے بجائے جمالیاتی اور اظہاری مقاصد کی تکمیل کرتی ہے۔ادب میں زبان کا تخلیقی، جمالیاتی اور بیانیہ استعمال ہوتا ہے۔دوسری طرف روزمرہ یا غیر ادبی زبان میں یہ پہلو ناپید ہوتے ہیں۔

7.8.1 ادب میں زبان کی نوعیت اور خصوصیات

ادبی زبان غیر افادی (Non-utilatarian) ہے۔

ادبی زبان فطرتی طور پر غیر افادی ہے، جبکہ زبان کا روزمرہ استعمال افادی ہے، یعنی اس کا مقصد افادیت (Usefulness) پر مشتمل ہے۔روزمرہ کی زبان براہ راست معلومات پہنچانے کا فوری مقصد پورا کرتی ہے۔دوسری طرف ادبی زبان فوری افادیت سے پرے ہے۔ادبی زبان براہ راست معلومات فراہم نہیں کرتی، کیونکہ یہ فطرتی طور پر براہ راست غیر افادی ہے۔ادبی زبان میں معنی کی مختلف پرتیں ہوتی ہیں اور ایک

لفظ یا اظہار کو مختلف زاویوں اور نقطہ نظر سے سمجھایا جاتا ہے۔

ادبی زبان علامتی (Symbolic) ہوتی ہے۔

ادب میں زبان کو علامتی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ زبان کا علامتی استعمال ادب کی زبان کو روزمرہ کے ابلاغ سے ممتاز کرتا ہے۔روزمرہ کا ابلاغ لغوی معنی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔جب کہ ادبی زبان محرک خیالی (Suggestive) اور علامتی (Symbolic) ہوتی ہے۔ادبی زبان میں علامتی قدر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔فطرتی طور پر علامتی ہونے کی وجہ سے،ادبی زبان اکثر بالواسطہ (Indirect)،مضمر (Impilcit) اور تصوراتی (Imagistic) بن جاتی ہے جبکہ روزمرہ کی اور سائنسی بیانات کی زبان براہ راست رپورٹنگ کرتی ہے۔

ادبی زبان فوق لغوی معنی (Supraliteral meaning) پر مبنی ہوتی ہے۔

ادب میں لسانی ساخت،اظہار یا بیان،الفاظ اور فقروں کے معنی فوق لغوی ہوتے ہیں جن کی تعریف سیاق وسباق کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ براہ راست جو کہا گیا ہے اس کی تشریح اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے،جبکہ روزمرہ کی زبان کے زیادہ تر لفظ لغوی معنی کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ادبی معنی سے ہٹ کر ادبی زبان میں ایک اور معنی بھی ہوتا ہے جسے فوق لغوی معنی کہہ سکتے ہیں۔

ادبی زبان مبالغہ آمیز (Exaggerative) ہوتی ہے۔

ادبی زبان میں منطقی حقیقت کی مبالغہ آرائی ہوتی ہے جب کہ روزمرہ کی زبان میں ایسی مبالغہ آرائی کا استعمال عام طور پر نہیں ہوتا ہے۔

ادبی زبان جان بوجھ کر منصوبہ بندی کرتی ہے۔

ادبی زبان جان بوجھ کر منصوبہ بندی کے ساتھ شعوری طور پر مرکوز ہے۔اس زبان میں الفاظ،ترکیبوں اور جملوں کا جان بوجھ کر اور شعوری طور پر استعمال ہوتا ہے۔شعوری کوشش کے بہ نسبت صحیح لفظ کو صحیح جگہ استعمال کیا جاتا ہے،جب کہ روزمرہ کی زبان میں زبان کو خودکار اور بے ساختہ طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔چونکہ ادبی زبان سوچی سمجھی اور شعوری کوشش ہے اور یہ زبان کا خودکار (Automatic) استعمال نہیں ہے،اس لیے اسے ''De-automatization'' کہا جاتا ہے۔ناقدین کا خیال ہے کہ شاعری کی زبان کو ''De-automatised'' ہونا چاہیے۔ادب میں زبان کو جان بوجھ کر منصوبہ بندی کے ساتھ شعوری طور پر کنٹرول کیا جاتا ہے۔

ادبی زبان تعبیری (Connotative) ہوتی ہے۔

ادبی زبان بھی فطرت کے لحاظ سے معنی خیز اور تعبیری ہوتی ہے۔سائنس میں زبان کا تحویلی (Referential) اور لغوی استعمال ہوتا ہے جسے زبان کا لغوی استعمال (Dennotative use) کہا جاتا ہے۔سائنسی زبان کی مثال ہم کچھ ایسے دے سکتے ہیں جیسے دو اور دو جوڑ کر چار بنتے ہیں،لیکن ادبی زبان میں ایسا نہیں ہوتا،کیونکہ ادب میں زبان اپنے حوالہ یا لغوی معنوں میں استعمال نہیں ہوتی،یہ لغوی معنی کے برعکس استعمال ہوتی ہے۔زبان کے تعبیری استعمال میں کوئی لفظ لغوی طور پر نہیں لیا جاتا لیکن یہ ان کے لغوی معنی کے علاوہ متعدد تلازمی (Associative) معنی لیتا ہے۔

ادبی زبان ثقافت سے متاثر ہوتی ہے۔

ادبی زبان ثقافت سے متاثر ہوتی ہے جب کہ سائنسی زبان ثقافت کو ضائع کرتی ہے۔ادبی زبان ثقافتی اور تعبیری (Cultural and

(associative) معنی میں بہت وسیع ہے؛اس لیے ادبی متن کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

ادبی زبان میں ابہام (Ambiguity) ہے۔

ادبی زبان بعض اوقات حتمی معنی نہیں رکھتی بلکہ مبہم (Ambiguous) اور غیر واضح (Vague) معنی رکھتی ہے۔ایک ادبی یا شاعرانہ متن کی حتمی نہ ہونے کی وجہ سے مختلف انداز میں تشریح کی جاسکتی ہے۔کسی ایک ادبی متن کی مختلف تشریحات ہوسکتی ہیں۔ایک ادبی متن لفظی طور پر کھلا ہوا ہے مطلب اس کی کتنی بھی تشریحات کی جاسکتی ہیں۔ادبی متن کی تشریح میں ہر شخص اپنے ذاتی پس منظر، خیالات اور تجربات سے کام لے سکتا ہے۔

ادبی زبان میں تخلیقی صلاحیتیں شامل ہوتی ہیں۔

ادبی زبان تخلیقی صلاحیتوں سے بھر پور ہوتی ہے۔ادب میں ادیب زبان کو تخلیقی طور استعمال کرتا ہے۔ادب میں تخلیقی صلاحیت کا کافی حد تک فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ایک مصنف نئے الفاظ، نئے تاثرات، اور الفاظ کے کچھ نئے مجموعے بھی تخلیق کرتا ہے تاکہ وہ اپنے معنی کو اس طرح پہنچائے جسے وہ پہنچانا چاہتا ہے۔ایسا کرنے سے، مصنف زبان کی حد کو مزید بڑھا کر اور اظہار کے روایتی ذرائع کی افزودگی میں اپنی شراکت کو بڑھاتا ہے۔

ادب میں زبان کو جمالیاتی اور اظہار خیال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے:

فطرتی طور پر تخلیقی ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی زبان جمالیاتی اور تاثراتی بھی ہے۔ایک مصنف ادبی زبان کو عام زبان سے مختلف بنانے کے لیے مختلف اسلوبی آلات کا استعمال کرتا ہے۔زبان کے جمالیاتی استعمال کی وجہ سے ہی قاری ادب کو سراہتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ادب علم حاصل کرنے یا معلومات حاصل کرنے کے لیے نہیں پڑھا جاتا ہے بلکہ اسے سراہنے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ادب ہمیں علم نہیں دیتا۔یہ ہمیں ایک قسم کی جمالیاتی لذت دیتا ہے جس کی حتمی وضاحت نہیں کی جاسکتی۔ادب میں، زبان کا اظہار بھی ہوتا ہے، جہاں ایک ادیب اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار زبان کے ذریعے کرتا ہے۔زبان کا اظہار خیال ادب کو جذباتی قدر دیتا ہے۔

ادبی زبان معمول سے ہٹ جاتی ہے۔

ادبی زبان میں، لسانی معیار (Linguistic norm) سے انحراف ہوتا ہے۔لسانی معیار سے مراد زبان کے طے شدہ معیارات اور متعین نمونے ہیں۔ادبی زبان ہمیشہ طے شدہ معیار یا زبان کے موجودہ طرز کی پیروی نہیں کرتی ہے۔اس لیے ادبی زبان لسانی معیار سے انحراف کرتی ہے۔زبان میں انحراف اس وقت ہوتا ہے جب زبان کے استعمال میں انتخاب کی پابندیوں کی خلاف ورزی کی جاتی ہے، جب مصنفین لسانی اصولوں سے انحراف کرتے ہیں، تو وہ اپنی زبان میں غیر منطقی تاثرات تخلیق کرتے ہیں۔اسے ''مقررہ قاعدے سے انحراف'' (Foregrounding) کہا جاتا ہے۔'' Foregrounding '' میں زبان کو اس کے پس منظر کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ہر زبان کا اپنا لسانی پس منظر ہوتا ہے اور اس زبان کے استعمال کرنے والے اس پس منظر کی پیروی کرتے ہیں اور اس کا خیال رکھتے ہیں، لیکن ایک ادیب بعض اوقات اس پس منظر کی پیروی نہیں کرتا۔ وہ اس پس منظر کے خلاف زبان کا استعمال کرتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی زبان ''Foregrounded'' بن جاتی ہے۔

مرصّع (Figurative) اور آرائشی (Ornamental) زبان

ادب کی زبان انتہائی مرصّع اور آرائشی ہوتی ہے۔ایک مصنف ادبی زبان کو خوبصورت اور پرکشش بنانے کے لیے مختلف قسم کی تقریروں

کے اعداد وشمار (Figures of speech) کا استعمال کرتا ہے، جیسے کہ تشبیہ، استعارہ، شخصیت(Personification)، مبالغہ، مصوّتی تکرار (Assonance)، ہم آہنگی(Consonance) وغیرہ۔

7.9 اسلوبی آلات (Stylistic Devices)

اسلوبی آلات زبان کے کچھ آلات (Tool) ہیں جو شاعراور ادیب زبان میں نیاپن اور انفرادیت پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں ان آلات کے استعمال سے مصنف کی زبان دوسرے مصنف کی زبان سے مختلف بنتی ہے، اس کے علاوہ، ایک مصنف کی خصوصیت اور انفرادیت اس کے ادبی کام میں اسلوبی آلات کے استعمال میں مضمر ہے۔ جب کوئی ادیب یا شاعر زبان کا خاص استعمال کرتا ہے تو اس کا ادبی کام بہت پرکشش اور خوبصورت ہو جاتا ہے اور لوگ اسے بہت سراہتے ہیں۔ اس طرح، اسلوبی آلات ادب کے کسی ٹکڑے کو خوبصورت بنانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تا کہ پڑھنے والے اسے پڑھتے ہوئے جمالیاتی تجربے سے گزر سکیں۔

اسلوبی آلات تعداد میں بہت زیادہ ہیں، لیکن ہم صرف ان پر غور کریں گے جن کی لسانی طور پر وضاحت کی جاسکتی ہے۔ اس طرح کے اسلوبی آلات کو تین اہم زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے، یعنی آواز، ساخت اور معنی۔ ہر زمرے کے تحت کچھ انتہائی اہم اسلوبی آلات پر بات کی جائے گی:

7.9.1 آواز: صوتیاتی نمونہ سازی (Phonological patterning)

تجنیس صوتی (Alliteration)

ادبی لغت میں، جب دو یا دو سے زیادہ الفاظ ایک ہی آواز سے شروع ہوتے ہیں، تو اس تکنیک کو تجنیس صوتی کہتے ہیں،

مثال کے طور پر:

کبھی سرد، کبھی گرم

مندرجہ بالا مثال میں دونوں الفاظ ایک ہی آواز ''ک'' سے شروع ہوئے ہیں

مصوّتی تکرار (Assonance)

یہ وہ اسلوبی آلہ ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ الفاظ کے درمیان میں ایک ہی مصوّتہ ہوتا ہے، لیکن لفظ کے شروع میں یا آخر میں مختلف مصمتے ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر: شان اور تان

گول اور مول

ہم آہنگی(Consonance)

جب مصنف دو یا دو سے زیادہ الفاظ استعمال کرتا ہے جو ایک ہی مصمتے سے شروع ہوتے ہیں اور ایک ہی مصمتے پر ختم ہوتے ہیں تو اسے ہم آہنگی کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر:

Criss-cross

Tit for tat

Love live

قافیہ (Rhyme)

جب دو یا دو سے زیادہ الفاظ یا جملوں کا آخری حصہ ایک ہی آواز پر ختم ہو جائے تو اسے قافیہ کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر: جھکنا اور بڑھنا

7.9.2 ساخت: صرفیاتی اور نحویاتی نمونہ سازی (Morphological and syntactic patterning)

صنعتِ تقلیب (Chiasmus)

یہ ایک امتزاجی متوازیت (Crossing parallelism) ہے، جہاں قواعد کی تعمیر کا دوسرا حصہ (صرف الٹ ترتیب میں) پہلے حصے سے متوازن یا متوازی ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر: ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ عوام حکومتوں سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ حکومتیں عوام کی ہوتی ہیں۔

تقلیب (Inversion)

تقلیب ان اسلوبی آلات میں سے ایک ہے جہاں مصنف مضمون، فعل اور تکمیلی ترتیب کو اُلٹ کر جملہ تشکیل دیتا ہے۔ شعراء کبھی کبھی اپنی شاعری کو قافیہ اور وزن کے نمونوں کے مطابق کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ نثر لکھنے والے بھی بعض اوقات نثر کو مزید خوبصورت بنانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔

متوازیت (Parallelism)

متوازیت سے مراد متوازی لسانی تعمیر ہے جب دو یا زیادہ جملوں کی نحوی ساخت یا جملے کے کچھ حصے ایک جیسے یا یکساں ہوں؛ اسے متوازیت یا متوازی تعمیر کہا جاتا ہے۔

متوازیت کی دو قسمیں ہیں: جزوی متوازیت تعمیر اور مکمل متوازیت تعمیر۔

مثال کے طور پر:

اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا

مجھے فکر جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا

تکرار (Pepetition)

ایک آلہ جسے مصنف کی طرف سے کسی اہم کردار کی خاصیت پر زور دینے، تھیم کو تقویت دینے، متوازی تعمیر تخلیق کرنے، بولنے والے کے رویے کو اجاگر کرنے، یا قاری کی توجہ کسی شخص، جگہ، چیز یا خیال پر مرکوز کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر:

جس روح کو دھویا اور بچایا گیا وہ ایک روح دوگنا خطرے میں ہے، کیونکہ دنیا کی ہر چیز ایسی روح کے خلاف سازش کرتی ہے"۔

(جان اسٹین بیک)

فجایا استعجاب (Exclamation)

یہ ایک اسلوبی آلہ ہے جسے مصنف حیرانگی، غصے یا عجلت کا احساس دلانے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

مثال کے طور پر:

اوہ!

یا اللہ!

صد افسوس!

واہ!

7.9.3 معنی (Meaning): معنیاتی نمونہ سازی (Semantic patterning)

تضاد (Contrast)

یہ ایک ادبی تکنیک ہے جس میں مصنف دو مخالف الفاظ یا ترکیبوں کا جائزہ لیتا ہے۔

مثال کے طور پر:

جوانی کی توانائی اور عمر کی کمزوری

تعلیمی کامیابی اور غیر نصابی سرگرمیاں

مفہوم (Connotation)

اس سے مراد معنی کی شمولیت ہے، جو لفظ کے اردگرد موجود احساسات یا موضوعیت پر زور دیتا ہے۔ یہ دلالت (Denotation) سے مختلف ہے کیونکہ دلالت (Denotation) میں لفظی معنی اور لغت کے معنی (جو معروضی لہجے بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں) پر زور دیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر: الفاظ (ہم راز، جانِ غزل، ہم نوا،) محبت کے معنی خیز معنی رکھتے ہیں۔

امتزاج (Juxtaposition)

ایک خاص اثر پیدا کرنے، رویہ ظاہر کرنے یا کسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے دو اشیاء کو ساتھ ساتھ رکھنا۔

مثال کے طور پر: دولت اور غربت

جرم اور غم

خدا اور ابلیس۔

صنعتِ اجتماعِ ضدین (Oxymoron)

تضاد کے ذریعے ابہام پیدا کرنے کے لیے جب دو امتزاج چیزوں کا جوڑ استعمال کیا جائے اسے ہم صنعتِ اجتماعِ ضدین کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر: وہ خوبصورتی سے روئے۔

7.10 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں

☆ اسلوب کے سائنسی مطالعے کو اسلوبیات کہتے ہیں۔

☆ اسلوب نگاری کے بنیادی مفروضہ سے مراد کسی بھی ادب میں استعمال کی گئی زبان کا مطالعہ کر کے اس کے اسلوب کی نشاندہی کرنا ہے۔

☆ اسلوبیات سے مراد کسی بھی مصنف کے ذریعے استعمال کیا گیا اسلوب ہے جو ایک مصنف زبان کو اپنی تخلیقی (Creative) اور ترسیلی ضروریات (Communicative need) کے مطابق استعمال کرتا ہے۔

☆ اسلوبیات ادب کے مطالعہ کے لیے ایک جدید نقطہ نظر ہے جو اس کے طریقہ کار اور لسانیات سے حقائق کو اخذ کرتا ہے۔

☆ اسلوب کو عام طور پر مصنف کے لکھنے کے انداز یا اظہار کی انفرادی خصوصیات کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن 'اسلوب' کی اصطلاح کو درست طریقے سے بیان کرنا آسان نہیں ہے۔

☆ ماہر لسانیات اسلوب کو زبان میں تغیر، متبادل اظہار کے درمیان انتخاب، لسانی اصولوں سے انحراف اور زبان کے خاص استعمال کے طور پر مانتے ہیں۔

☆ غیر لسانی طور پر کسی کام کو کرنے کا ڈھنگ، طریقہ یا انداز کو اسلوب (Style) کہتے ہیں۔ ہر شخص کے رہن سہن، لباس، وضع قطع وغیرہ کا انداز مختلف ہوتا ہے، اور اس خاص طریقے کو استعمال کر کے ایک شخص کوئی کام انجام دیتا ہے اس کو اس شخص کا اسٹائل یا اسلوب کہتے ہیں۔ لیکن یہ اسلوب کا عام مفہوم ہے لسانی پہلو سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆ اسلوبیات لسانیات کی ایک شاخ ہے۔ اسے اطلاقی (Applied) کہا جاتا ہے کیونکہ لسانیات کے نظریاتی علم کا اطلاق ادب کے مطالعہ اور تجزیہ پر کیا جاتا ہے۔

☆ اسلوبیات میں، مصنف کے اسلوب اور ادب کی زبان کا لسانی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ لسانیات اور ادب بھی ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں اور اسلوبیات ان کے درمیان ثالثی کرتی ہے۔

☆ اسلوبی خصائص (Style-features) کی شناخت ادبی متن کے اسلوبیاتی تجزیہ کا مرکزی ٹاسک (Task) ہے۔ اسلوبیاتی تجزیہ ادبی متن کی لسانی وضاحت سے شروع ہوتا ہے چاہے وہ صوتیاتی، صرفیاتی یا نحوی سطح پر ہو یا پھر قواعد یا معنی کی سطح پر۔

☆ ابلاغ (Communication) کی دو اہم اقسام ہیں، یعنی روزمرہ کی بات چیت اور ادبی بات چیت۔ عام رابطے کی زبان ادب کی زبان یا ادبی ابلاغ سے واضح طور پر مختلف ہے۔

☆ ابلاغ (Communication) کی دو اہم اقسام ہیں، یعنی روزمرہ کی بات چیت اور ادبی بات چیت۔ عام رابطے کی زبان ادب کی زبان یا ادبی ابلاغ سے واضح طور پر مختلف ہے۔

☆ اسلوبی آلات زبان کے کچھ آلات (Tool) ہیں جو شاعر اور ادیب زبان میں نیا پن اور انفرادیت پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے

ہیں۔ان آلات کے استعمال سے مصنف کی زبان دوسرے مصنف کی زبان سے مختلف بنتی ہے۔

7.11 کلیدی الفاظ

اسلوبیات	:	کسی چیز کے اسلوب کا مطالعہ کرنا۔
اسلوب	:	کسی فرد کا مخصوص انداز
ادبی زبان	:	زبان کا ایسا بیان جو لسانی معیار (Linguistic norm) سے انحراف کرے
اسلوبی آلات	:	زبان کے کچھ ایسے آلات جو شاعر اور ادیب کی زبان میں نیا پن اور انفرادیت پیدا کریں۔
Foregrounding	:	مقررہ قاعدے سے انحراف۔
مبالغہ آمیز	:	روزمرہ کی زبان سے برعکس

7.12 نمونہ امتحانی سوالات

5.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ انحراف کے طور پر اسلوب کی تعریف بیان کریں۔

2۔ اسلوب کی تعریف بیان کریں۔

3۔ مصوّتی تکرار کیا ہے؟

4۔ مثال کے ساتھ قافیہ کی تعریف بیان کریں۔

5۔ ہم آہنگی کی تعریف بتائیں۔

6۔ متوازیت کیا ہے؟

7۔ صنعتِ اجتماعِ ضِدین کا تصور کیا ہے؟

8۔ اسلوبی آلات زبان میں کیوں استعمال ہوتے ہیں؟

9۔ امتزاج سے آپ کیا سمجھتے ہو؟

10۔ تجنیس صوتی کسے کہتے ہیں؟

5.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ ادبی زبان میں تخلیقی زبان سے کیا مراد ہے؟

2۔ لسانی نقطہ نظر سے اسلوب کی وضاحت کیجیے۔

3۔ زبان اور ادب کے درمیان تعلق پر ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

4۔ صوتیاتی نمونہ سازی پر مثالوں کے ساتھ ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

5۔ معنیاتی نمونہ سازی کی مثالوں کے ساتھ تعریف بیان کیجیے۔

5.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ اسلوبی آلات پر ایک مضمون لکھیں۔

2۔ اسلوب کی لسانی تعریف پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں۔

3۔ ادب میں استعمال ہونے والی زبان کی مختلف خصوصیات کیا ہیں؟

7.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	ادبی تنقید اور اسلوبیات	گوپی چند نارنگ
2۔	اسلوب اور اسلوبیات	سعید طارق
3۔	ادبی تنقید کے لسانی مضمرات	مرزا خلیل احمد بیگ
4۔	تنقید اور اسلوبیاتی تنقید	مرزا خلیل احمد بیگ
5۔	زبان اسلوب اور اسلوبیات	مرزا خلیل احمد بیگ
6۔	اسلوب	عابد علی عابد

7. Sebeok, T.A. (ed.) 1960. Style in Language. Cambridge Mass: MIT Press.
8. Toolan, M. 1996. Language in Literature: An Introduction to Stylistics. London: Arnold.
9. Leech, G. and McIntyre, D. 2010.Stylistics. Cambridge: Cambridge University Press.
10. Wales, K. 1989. A Dictionary of Stylistics. London: Longman.

اکائی 8 : سماجی لسانیات

اکائی کے اجزا

8.0 تمہید
8.1 مقاصد
8.2 سماجی لسانیات اور لسانیات (Social Linguistics and Linguistics)
8.3 سماجی لسانیات اور زبان کی سماجیات
(Social Linguistics and Sociolism of Language)
8.4 زبان کا تنوّع (Varieties of Language)
8.4.1 بولی (Dialect)
8.4.2 گروہ بولی (Sociolect)
8.4.3 فرد بولی (Idiolect)
8.4.4 مخصوص طبقاتی بولی (Register)
8.4.5 اسلوب (Style)
8.5 لسانی گروہ (Speech Community)
8.6 لسانی صلاحیت اور ترسیلی صلاحیت
(Linguistic Competence and Communicative Competence)
8.7 ترسیل کی نسلیات (Ethnography of Communication)
8.8 لسانی رابطہ (Language Contact)
8.9 ذولسانیات (Bilingualism)
8.10 مستعاریت (Borrowing)
8.11 کوڈ مکسنگ (Code-mixing) اور کوڈ سوئچنگ (Code-switching)
8.12 ملواں بولی یا پجن (Pidgin) اور کریول (Creole)
8.13 دومعیاری لسانیات (Diglossia)
8.14 لسانی منصوبہ بندی (Language Planning)

8.15 اکتسابی نتائج

8.16 کلیدی الفاظ

8.17 نمونہ امتحانی سوالات

8.17.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

8.17.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

8.17.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

8.18 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

8.0 تمہید

سماجی لسانیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جو معاشرے کے سلسلے میں زبان کا مطالعہ کرتی ہے۔اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ کوئی زبان سماجی عناصر (Social Factors) جیسے کہ جنس (Gender)، نسل (Ethnicity)، عمر (Age) یا سماجی طبقہ (Social Class) سے کیسے متاثر ہوتی ہے۔سماجی ماہر لسانیات اس بات میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ ہم مختلف سماجی حالات میں مختلف طریقے سے کیسے بولتے ہیں۔سماجی لسانی مطالعات زبان کا استعمال اور سماجی دنیا کے درمیان تعلقات کی جانچ کے لیے معاشرے میں زبان پر توجہ دی جاتی ہے۔

سماجی لسانیات ایک تجرباتی شعبہ علم (Empirical Discipline) ہے جس کے تحت یہ دیکھا جاتا ہے کہ کسی معاشرے میں زبان بولنے والے اس زبان کی منظم طور پر کس طرح استعمال کرتے ہیں۔زبان کا یہ منظم استعمال کن خصوصیات کا حامل ہوتا ہے اس کا مطالعہ سماجی لسانیات کے تحت کیا جاتا ہے۔سماجی ماہرین لسانیات اس کے سماجی تناظر (Social Context) میں زبان کے بارے میں فکر مند ہیں۔ان کے لیے زبان ایک ذہنی رجحان نہیں ہے، بلکہ ایک ثقافتی و ایک سیاسی رجحان ہے۔یہ زبان کے استعمال پر سماجی عوامل جیسے ثقافتی اصول، ذات، سماجی درجہ بندی، معیشت وغیرہ کے اثرات کا مطالعہ کرتا ہے۔

واضح طور پر، سماجی ماہرین لسانیات زبان اور معاشرے کے درمیان تعلق کا مطالعہ کرتے ہیں۔وہ زبان کے سماجی تفاعل (Social function) اور اس کے معنی کو پہنچانے کے لیے استعمال ہونے والے طریقوں کو دریافت کرتے ہیں۔سماجی ماہرین لسانیات اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ ہم مختلف سماجی تناظر میں مختلف طریقوں سے کیوں بولتے ہیں۔فش مین کے مطابق سماجی ماہرین لسانیات یہ جاننے میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ "who speaks, which language to whom and when" ''کون بولتا ہے، کون سی زبان کس سے اور کب''۔یعنی کون کس سے کب کون سی زبان بولتا ہے۔

1960 کی دہائی میں زبان اور معاشرے پر سنجیدہ مباحث کا آغاز ہوا۔یہ جزوی طور پر بولیوں (Dialects) کے مطالعہ میں ناکافی طریقوں کے نتیجے میں تیار ہوا۔1960 کی دہائی میں ولیم لیبو (William Labov) کے ذریعے شروع کیے گئے ''تغیر پسند سماجی لسانی'' (Variationist Sociolinguistics) کے مطالعہ نے سماجی لسانیات کو وضع کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اس مضمون کے بنیاد گزاروں کی فہرست میں شامل دیگر ناموں میں باسل برنسٹین، جنہوں نے کلاس سے متعلق کوڈز (Class related codes) پر کام کیا، ڈیل ہائمز

جنھوں نے ایتھنوگرافی آف کمیونیکیشن (Ethnography of Communication) کی ابتدا کی، جان گمپرز، بانی ’’Interactional sociolinguistics‘‘، جوشوافش مین اور چارلس فرگوسن۔

اس مضمون(discipline) کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1۔ مائیکروسماجی لسانیات(Micro Sociolinguistics)

2۔ میکروسماجی لسانیات(Macro Sociolinguistics)

مائیکروسماجی لسانیات سے مراد لسانیات کی عمودی یا افقی طور پر تحقیق کرنا ہے، جو اکثر بولی اور اسلوبیاتی تغیر پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ مزید یہ لسانی رجحان کی کھوج کرتی ہے جیسے کہ بولیوں کے درمیان صوتی فرق یا مرد اور عورت کے درمیان گفتگو کا فرق۔ دوسری طرف میکروسماجی لسانیات پورے لسانی گروہ (Speech Community) کے طرز عمل کو دیکھتی ہے مثال کے طور پر، یہ ان مسائل کا مطالعہ کرتی ہے کہ سماجی شناخت زبان کے انتخاب کو کیسے متاثر کرتی ہے۔

8.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ زبان کے حوالے سے معاشرے اور معاشرے کے حوالے سے زبان کے بارے میں بات کرسکیں۔
- ☆ زبان میں مختلف تنوّع کو سمجھ سکیں۔
- ☆ لسانی رابطے کی صورت حال کے نتائج کی وضاحت کرسکیں۔
- ☆ لسانی منصوبہ بندی کے تصور سے متعارف ہوسکیں۔

8.2 سماجی لسانیات اور لسانیات

لسانیات ہمیں زبان کی ساخت سے آگاہ کرتی ہے جبکہ سماجی لسانیات ہمیں بتاتی ہے کہ ہم روزمرہ کے حالات میں اس شاخت کو استعمال کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ کیسے بات چیت کرتے ہیں۔ ڈیل ہائمز(1974) نے زبان کے مطالعہ کے لیے ساختی(Structural) اور تفاعلی(Functional) نقطہ نظر کے درمیان فرق کیا ہے۔ جیسا کہ نام سے پتہ چلتا ہے، ساختی نقطہ نظر زبان کی ساخت پر مرکوز ہے۔ دوسری طرف، تفاعلی نقطہ نظر زبان کے تفاعلی پہلو یعنی معاشرے میں اس کے استعمال پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ ماہر لسانیات سیاق وسباق سے ہٹ کر محض زبان کی ساخت کا تجزیہ کرتا ہے جبکہ سماجی ماہر لسانیات زبان کا تجزیہ اس بنا پر کرتا ہے جیسے یہ سماجی تناظر میں استعمال ہوتی ہے۔ مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ لسانیات بنیادی طور پر زبان کی ساخت کا مطالعہ ہے، ۔ جبکہ سماجی لسانیات مختلف سطحوں اور مختلف مقاصد اور مختلف افعال کے لیے زبان کے استعمال کا مطالعہ ہے۔

8.3 سماجی لسانیات اور زبان کی سماجیات

ہڈسن(1980) نے سماجی لسانیات اور زبان کی سماجیات کی تعریف اس طرح کی ہے: سماجی لسانیات "معاشرے میں زبان کا مطالعہ" ہے، جب کہ زبان کی سماجیات "زبان کے سلسلے میں معاشرے کا مطالعہ" ہے۔ سماجی لسانیات اور زبان کی سماجیات کے مقاصد مختلف ہیں۔

سماجی لسانیات میں ہم زبان کے بارے میں مزید جاننے کے لیے زبان کے استعمال کے سیاق وسباق (معاشرے) کا مطالعہ کرتے ہیں اور زبان کی سماجیات میں ہم معاشرے کے بارے میں مزید جاننے کے لیے زبان کے استعمال کا مطالعہ کرتے ہیں۔ سماجی لسانیات اور زبان کی سماجیات کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ سماجی ماہر لسانیات خصوصی طور پر معاشرے کے بارے میں کوئی نتیجہ اخذ کرنے سے گریز کرتا ہے اور اسی طرح ایک ماہر سماجیات زبان سے متعلق کسی بھی دریافت کو نظر انداز کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

8.4 زبان کا تنوّع (Varieties of Language)

بولنے کے بہت سے طریقے ہیں، اور بولنے کا ہر طریقہ ایک تنوّع ہے۔ اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مختلف قسم کو لسانی اشیاء کے ایک سیٹ کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے جس میں ایک جیسی سماجی تقسیم ہوتی ہے۔ اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مختلف لہجوں اور بولیوں تنوّع ضروری نہیں کہ ایک مکمل زبان ہو، اور اس کا ایک بڑا ذخیرہ الفاظ اور گرامر ہو۔ یہ محض بول چال کی صورت میں لسانی اشیاء کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہو سکتا ہے۔ موجودہ دور کی لسانیات میں، "تنوّع" کی اصطلاح کا استعمال کسی زبان کی کسی بھی قسم کے لیے کیا جاتا ہے اور اسی طرح کی ایک دوسری صورت سے الگ دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح کی تفریق کی بنیاد سماجی، تاریخی، مقامی یا ان سب کا مجموعہ ہو سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی زبان میں تنوّع کی ایسی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں، درحقیقت یہ تعداد نظریاتی طور پر لامحدود ہے۔

مندرجہ ذیل نکات کی بنیاد پر ان اقسام کی درجہ بندی کی جا سکتی ہے۔

a) صارفین (Users) - جب ہم صارفین کی بنیاد پر زبان کے تغیرات پر توجہ دیتے ہیں تب بولیاں (Dialects) اور لہجے (Accents) جیسی مثالیں ملتی ہیں۔

b) استعمال (Use) - جب ہم استعمال کی بنیاد پر زبان کے تغیرات پر توجہ دیتے ہیں تب رجسٹر (مخصوص طبقاتی بولی) (Register) جیسی مثالیں ملتی ہیں۔

c) سماجی تعلقات (Social relations) - سماجی تعلقات کی بنیاد پر متکلمین (Speakers) کے درمیان زبان کے تغیرات پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔

زبان کے کچھ تغیرات ذیل میں زیر بحث ہیں۔ آیئے ان میں سے ہر ایک پر تفصیل سے گفتگو کریں۔

8.4.1- بولی (Dialect)

بولی سے مراد کسی زبان کا جغرافیائی تغیرہ یا متبادل ہے۔ اس کا تعلق مختلف تغیرات سے ہے اور یہ تغیرات علاقائی ہو سکتے ہیں یعنی اس جگہ یا علاقے کی بنیاد پر جہاں اس کے بولنے والے رہتے ہیں۔ ہر زبان کئی بولیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ بولی کے استعمال کی بنیاد پر اس میں کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جو انہیں اس بولی کے بولنے والے کے طور پر نشان زد کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، جو لوگ اردو کی دکھنی بولی (جنوبی ہندوستان میں بولی جاتی ہے) استعمال کرتے ہیں ان کی اپنی مخصوص خصوصیات ہیں جو کھڑی بولی (جو زیادہ تر دہلی کے اطراف میں بولی جاتی ہے) بولنے والوں سے مختلف ہیں۔ لیکن وہ ایک دوسرے سے اچھی طرح بات چیت کر سکتے ہیں کیونکہ یہ دونوں بولیاں ایک ہی زبان، اردو کا تنوّع (Varieties) ہیں۔

8.4.2-گروہ بولی (Sociolect)

گروہ بولی(Sociolect) کوایک سماجی بولی کےطور پر بھی جانا جاتا ہے سماجی بولی زبان کا ایک تنوّع (Variety) ہے جوایک مخصوص سماجی طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے ایک گروپ کے ذریعہ بولی جاتی ہے۔جیسے لندن میں اعلیٰ،متوسط اور نچلے طبقے کے ذریعے بولی جانے والی انگریزی سماجی بولیاں یا انگریزی زبان کی مختلف شکلیں گروہ بولی کی مثالیں ہیں۔گروہ بولی وہ بولیاں ہیں جو جغرافیہ کے بجائے سماجی عنصر سے طے ہوتی ہیں۔گروہ بولی اکثر معاشرے کے اندر سماجی تقسیم کی وجہ سے ترقی کرتی ہے، جیسے کہ سماجی واقتصادی طبقے اور مذہبی طبقے وغیرہ۔

8.4.3-فرد بولی (Idiolect)

''بولنے کاایک انفرادی طریقہ،ایک ذاتی بولی'' "An individual way of speaking, a personal dialect"

فرد بولی کی اصطلاح کسی زبان کے ہر فرد کی ذاتی بولی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔اس کے دیگر عناصر بھی ہیں، جیسے آواز کا معیار اور طبعی حالت جو کسی فرد کی تقریر میں شناخت کرنے والی خصوصیات کو بیان کرتے ہیں۔

8.4.4-مخصوص طبقاتی بولی(Register)

اگر کسی زبان کے تنوّع میں کچھ خصوصیات ہیں جو مخصوص مضامین/موضوعات/میدانوں/پیشوں کی بنیاد پر پائی جاتی ہیں، تو اسے ایک مخصوص طبقاتی بولی(Register) کے نام سے جانا جاتا ہے جیسے صحافتی رجسٹر یا صحافیوں کی زبان؛ قانونی رجسٹر، قانون/وکلاء کی زبان؛ سائنسی رجسٹر، سائنس کی زبان، وغیرہ۔ یہ مختلف پیشوں سے متعلق زبان کا ماہرانہ استعمال ہے۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب ہم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو ہمیں کچھ ایسے الفاظ ملتے ہیں جو شاید ہم اپنی روزمرہ کی گفتگو میں استعمال نہیں کرتے۔مثلاً نبض کی شرح، بلڈ پریشر، اسٹیتھو سکوپ، نسخہ۔اسی طرح ہم قانون کے رجسٹر، اشتہارات کے رجسٹر، تعلیم کے رجسٹر اور دیگر پیشوں کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔

کسی بھی زبان میں موجود بعض الفاظ کا استعمال عام اور مروجہ معنی کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی کیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر، لفظ ''Sister'' کا عام روزمرہ کی زبان میں ایک مختلف معنی ہے(Sister-بہن بھائی)اور طب کی دنیا میں(Sister-نرس)۔

8.4.5-اسلوب (Style)

سننے والے اور بولنے والے کے درمیان سماجی تعلقات کی بنیاد پر، رسمی نقطہ نظر سے بھی تنوّع کی خصوصیات بیان کی جاسکتی ہے۔تقریر کے اسٹائل کی ایک درجہ بندی انتہائی رسمی سے انتہائی غیر رسمی تک کی جاتی ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ ذیل میں دیے گئے جملے کو رسمیت کے پیمانے کی بنیاد پر مختلف انداز میں کیسے کہا جاسکتا ہے۔

۱۔ No Parking (شاپنگ مال کے باہر لکھا ہوا) ایک ہدایت ہے۔

۲۔ کاریں تہہ خانے میں کھڑی کرنی ہیں۔(رسمی)

۳۔ کیا آپ اپنی کاروں کو تہہ خانے میں پارک کرنے پر اعتراض کریں گے؟(مشاورتی)

۴۔ براہ کرم اپنی کاریں تہہ خانے میں کھڑی کریں۔(عارضی''Casual'')

8.5 لسانی گروہ (Speech Community)

لسانی گروہ سے مراد لوگوں کا ایک گروپ ہے جو ایک جیسی زبان، بول چال کی خصوصیات، اور ابلاغ یا ترسیل کی ترجمانی کے طریقوں کا اشتراک کرتے ہیں۔ لیونارڈ بلوم فیلڈ نے **لسانی گروہ کی تعریف کچھ ایسے کی ہے کہ**

''لوگوں کا ایک گروپ جو تکلم کے اشاروں کا ایک ہی سیٹ استعمال کرتے ہیں''

"A group of people who use the same set of speech signals"

گمپرز (1968) لسانی گروہ کی تعریف میں کہتا ہے کہ۔

"Any human aggregate characterized by regular and frequent interaction by means of a shared body of verbal signs"

انہوں نے مبلغ ابلاغ (Interface Communication)، مشترکہ اصولوں کی موجودگی اور باقاعدہ رابطے پر زور دیا۔ مختصراً، لسانی گروہ میں ایسے لوگ شامل ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ عادتاً گفتگو کے ذریعے رابطے میں رہتے ہیں جس میں یا تو زبان کا مشترکہ تنوّع شامل ہوتا ہے یا اس علاقے میں عام طور پر استعمال ہونے والی زبان کے مختلف تنوّع کی ترجمانی کے مشترکہ طریقے شامل ہوتے ہیں۔

8.6 لسانی صلاحیت اور ترسیلی صلاحیت

(Linguistic Competence and Communicative Competence)

لسانی صلاحیت کی تعریف ایک بولنے والے یا سننے والے کی زبان کو قواعد کے لحاظ سے درست انداز میں بولنے اور سمجھنے کی صلاحیت کے طور پر کی جاتی ہے۔ قواعد پر توجہ دیتے ہوئے یہ سمجھا جاتا ہے کہ لسانی طور پر اہل شخص کو معلوم ہوگا کہ اس کی مادری زبان میں کون سی ساخت قابل قبول ہے یا وہ اپنی زبان میں قواعد کے اصولوں کی وضاحت کرنے سے قاصر ہونے کے باوجود زبانوں کا صحیح استعمال جانتے ہیں۔

چومسکی کے مطابق ''لسانی نظریہ کا تعلق بنیادی طور پر ایک مکمل ہم آہنگ لسانی گروہ میں ایک مثالی بولنے اور سننے والے (Speaker-Listener) سے ہے، جو زبان سے متعلق اپنے علم کو حقیقی کارکردگی (Actual performance) کی زبان میں استعمال کرنے کے لئے، اپنی زبان کو بخوبی جانتا ہے اور اس طرح کی قواعد کے لحاظ سے غیر متعلقہ حالات سے متاثر نہیں ہوتا ہے جیسے میموری کی حدود، خلفشار، زور کی تبدیلی اور دلچسپی اور بے ترتیبی یا خصوصی غلطیاں۔'' Hymes (1971) اس حقیقت کی بنیاد پر صلاحیت (Competence) کے اس تصور پر تنقید کرتا ہے کہ حقیقی ابلاغ، جہاں معاشرے میں زبان کا استعمال شامل ہے، اسے صلاحیت کے تصور میں نظرانداز کیا جاتا ہے۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ ہم آہنگ لسانی گروہ یا ایک ''مثالی مقامی'' (Ideal native) بولنے والے - سننے والے (Speaker-listener) جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہمارے پاس کمیونٹیز میں تنوع (Diversity in community)، امتیازی صلاحیت (Differential competence) اور کوڈ/تنوع/اسٹائل یا اسلوب کا ذخیرہ (Repertoire) ہے۔ لہٰذا، ہائمز نے ایک نظریہ پیش کیا جس میں ایسے عوامل (Factors) کو مدنظر رکھا جاتا ہے اسے "ترسیلی صلاحیت" کہتے ہیں۔

ترسیلی صلاحیت میں زبان استعمال کرنے والوں کے لئے قواعد کے علم کے ساتھ ساتھ اس بارے میں سماجی علم بھی شامل ہوتا ہے کہ کلام

(Utterance) کو کس طرح اور کب مناسب طریقے سے استعمال کرنا ہے۔ یہ بولنے والوں کی معاشرے میں مختلف حالتوں اور زبان کے مختلف استعمال کو منظّم کرنے کی صلاحیت پر غور کرتا ہے۔

8.7 ترسیل کی نسلیات (Ethnography of Communication)

کسی بھی زبان کو صحیح طریقے سے بولنے کے لیے، ایک شخص کو نہ صرف اس کے الفاظ اور قواعد کو جاننے کی ضرورت ہوتی ہے، بلکہ یہ بھی جاننے کی ضرورت ہوتی ہے کہ حالات کے مطابق زبان کا استعمال کیسے کیا جائے۔ Hymes (1974) نے ایک نسلیاتی ماڈل تجویز کیا ہے، جس میں ان مختلف عوامل کو مدنظر رکھا گیا ہے جو بول چال میں شامل ہوتے ہیں۔ Hymes نے ان عوامل کے لیے ایک مخفف ''S-P-E-A-K-I-N-G'' کو استعمال کیا ہے جو اس ماڈل کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔

S ''ترتیب اور منظر'' (Setting and Scene)

ترتیب سے مراد وہ وقت اور جگہ ہے جہاں گفتگو/ کلام واقع ہوتا ہے یعنی وہ طبیعی حالات جن میں کلام واقع ہوتا ہے۔

P ''شرکاء'' (Participants) :

شرکاء صرف وہ ہوتے ہیں جو گفتگو میں حصہ لیتے ہیں۔ اس میں'' بولنے والے- سننے والے'' (Speaker-listener)، ایڈریس- ایڈریسی (addressor-addressee)، یا بھیجنے والے- وصول کنندہ (sender-receiver) کے مختلف مجموعے شامل ہیں۔

E (Ends):

''Ends'' سے مراد گفتگو کے مقصد، اہداف اور نتائج ہیں۔ اہداف ذاتی یا سماجی ہو سکتے ہیں۔

A ''ایکٹ سیکوئنس'' (Act sequence):

ایکٹ سیکوئنس سے مراد واقعہ کی ہیئت (Form) اور موضوع (Content) ہے یعنی اصل میں کیا کہا جاتا ہے اور کیسے کہا جاتا ہے۔

K (Key):

''Key'' سے مراد گفتگو کی "تان (Tone)، انداز (Manner)، یا روح" ہے جس میں کوئی خاص پیغام پہنچایا جاتا ہے۔

I ''آلات'' (Instrumentalities):

آلات سے مراد ترسیل کا طریقہ ہے، جیسے زبانی، تحریری، ٹیلی گرافک، ای میل (Email) اور استعمال شدہ تقریر کی اصل شکلیں، جیسے کہ زبان، بولی، کوڈ، یا رجسٹر جس کا انتخاب کیا گیا ہے۔

N (تفاعل کے معیارات) (Norms of interaction):

تفاعل کے معیارات سے مراد واقعہ (Event) اور شرکاء کے اعمال کو کنٹرول کرنے والے سماجی اصول ہیں۔ مثال کے طور پر، کلاس روم یا چرچ (Church) میں بات چیت کے کچھ اصول ہیں۔

G ''صنف'' (Genre):

Genre سے مراد کلمات کی واضح طور پر محدود کی گئی اقسام ہیں جیسے کہ نظمیں، کہاوتیں، پہیلیاں، وعظ، دعائیں، لیکچر وغیرہ۔

8.8 لسانی رابطہ (Language Contact)

لسانی رابطہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ خود زبان۔ اس سے مراد ایسی صورتحال ہے جس میں دو لسانی گروہوں کے مقررین ایک دوسرے سے رابطے میں آتے ہیں۔ بعض صورتوں میں "رابطہ" میں بولنے والے طبیعی طور پر شامل نہیں ہوتے ہیں۔ ایک کمیونٹی کے افراد مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے خود کو زبان سے آشنا کر سکتے ہیں۔ زبانیں مختلف طریقوں سے رابطے میں آسکتی ہیں۔ بنیادی طور پر اس کی دو قسمیں ہیں: پہلی، جس میں ایک زبان بولنے والے کا دوسری زبان کے بولنے والوں سے براہ راست رابطہ ہوتا ہے (حملہ، اخراج، ہجرت وغیرہ کی وجہ سے)، دوسری وہ ہے جہاں رابطہ ادب کی ثالثی یا آج کل ٹیلی ویژن، ریڈیو یا انٹرنیٹ سے ہوتا ہے۔ یہی معاملہ انگریزی اور جدید یورپی زبانوں کے درمیان رابطے کا ہے جسے تاریخ کی مثالوں سے واضح طور پر بیان کیا جا سکتا ہے جیسے کہ اسکینڈینیوین (Scandinavian) یا انگریزی کے ساتھ فرانسیسی رابطہ۔

کسی بھی رابطے کی صورت حال میں تبدیلی کے لیے مختلف منظرنامے شامل ہوں گے۔ لغوی مستعاریت (Lexical borrowing) ایک زبان سے دوسری زبان میں واقع ہوتی ہے۔ کمیونٹی میں دولسانیات کا ایک درجہ ہونا ضروری ہے؛ ورنہ اس زبان کو بولنے والے مشکل سے کسی ساخت کو دوسری زبان سے اپنی مادری زبان میں منتقل کرتے ہیں۔ بالواسطہ رابطے کی صورت حال کے ساتھ مستعاریت بغیر کسی دولسانی کے ہو سکتی ہے۔

رابطہ حالات (Contact situations) واقع ہونے کی صورت میں بہت سے دوسرے نتائج نکل کر آتے ہیں جیسے دولسانیات، مستعاریت، کوڈ مکسنگ (Code mixing)، کوڈ سوئچنگ (Code switching)، ملواں بولی یا پجن (Pidgin)، کریول (Creole) وغیرہ۔

8.9 ذولسانیات (Bilingualism)

دو زبانوں سے مراد عمل (Function) یا روانی کی سطح پر دو زبانیں استعمال کرنے کی صلاحیت ہے۔ یہ ایک سماجی لسانی رجحان ہے اور اس اصطلاح کی تعریف بہت زیادہ بحث کا موضوع رہی ہے۔

بلوم فیلڈ کے لیے "یہ دو زبانوں کا مقامی جیسا (Native-like) کنٹرول ہے"۔

اس کے برعکس، Mackey نے دو زبانوں کی تعریف ''دو زبانوں کو استعمال کرنے کی صلاحیت'' کے طور پر کی ہے۔ Weinreich نے اسے "دو زبانوں کے متبادل استعمال کرنے" کے طور پر بیان کیا ہے۔ دو زبانوں میں بولنے والوں کی مہارت کی ڈگریوں کی بنیاد پر، دو زبانوں کو متوازن ذولسانی (Balanced bilinguals)، غالب دولسانی (Dominant bilinguals)، غیر فعال یا متواتر دو لسانی (Passive or recessive bilinguals)، نیم لسانی (Semilinguals) یا محدود دولسانی (limited bilinguals) کے طور پر درجہ بندی کی جاتی ہے۔

متوازن ذولسانی:

متوازن ذولسانی دونوں زبانوں میں یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ یہ اصطلاح ان لوگوں کی وضاحت کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو تمام ترتیبات میں دونوں زبانوں پر کامل کنٹرول رکھتے ہیں۔

غالب ذولسانی:

غالب ذولسانی وہ ذولسانی ہیں جس میں مقررین دونوں زبانوں میں سے ایک زبان میں غالب ہوتے ہیں۔اس میں کم غالب زبان کو ماتحت زبان کہا جاتا ہے۔

غیر فعال دولسانی (Passive or recessive Bilinguals):

Passive or recessive bilinguals وہ دولسانی ہیں جہاں اس کے بولنے والے آہستہ آہستہ ایک زبان میں صلاحیت کھو رہے ہیں، زیادہ تر استعمال کی کمی کی وجہ سے۔

نیم لسانی یا محدود دولسانی:

نیم لسانی یا محدود دولسانی وہ دولسانی ہیں جن کی دونوں زبانوں میں مہارت کی کمی ہے۔

8.10 مستعاریت (Borrowing)

زبانوں کا ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کا سب سے عام طریقہ الفاظ کا تبادلہ ہے۔مستعاریت سے مراد کسی زبان میں غیر ملکی الفاظ کو شامل کرنا ہے۔جس تصور کی وضاحت کے لیے کوئی لفظ مقامی زبان میں دستیاب نہیں ہے اس کے لیے ہم غیر ملکی الفاظ کو مستعار لیتے ہیں۔مثال کے طور پر ہندی یا اردو میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور سرور جیسے الفاظ انگریزی سے لیے گئے ہیں۔وہ زبان جس سے الفاظ مستعار لیے گئے ہیں اسے عطیہ کی زبان (Donor Language) کہا جاتا ہے، اور جس زبان میں یہ لیا گیا ہے اسے وصول کنندہ کی زبان (Recipient Language) کہا جاتا ہے۔مستعار الفاظ (Borrowed Words) کو دخیل الفاظ (Loan Words) کہتے ہیں۔ دخیل الفاظ وہ الفاظ ہیں جو براہ راست ایک زبان سے دوسری زبان میں بہت کم یا بغیر ترجمہ کے لیے جاتے ہیں۔اس کے برعکس، عاریتی ترجمہ (Calque) یا لون ٹرانسلیشن ایک ایسا تصور ہے جہاں لفظ کو نہیں بلکہ ترجمے کو مستعار لیا جاتا ہے۔

انگریزی میں کچھ فرانسیسی دخیل الفاظ (Loan Words)

حکومت سے متعلق: tax, revenue, government, royal, state, parliament, authority, prince, duke,slave, peasant

مذہب سے متعلق: prayer, sermon, religion, chaplain, friar

عدلیہ سے متعلق: judge, defendant, jury, evidence, jail, verdict, crime

سائنس سے متعلق: medicine, physician

ثقافت سے متعلق: art, sculpture, fashion, satin, fur, ruby

جنگ سے متعلق: army, navy, battle, soldier, enemy, captain

8.11 کوڈ مکسنگ (Code-mixing) اور کوڈ سوئچنگ (Code-switching)

ذولسانی اور کثیر لسانی افراد کو دو یا دو سے زیادہ زبانوں یا زبان کی اقسام استعمال کرنے میں انتخاب کرنے کا فائدہ ہے۔دو یا دو سے زیادہ

زبانوں کے متبادل انتخاب کو کوڈ مکسنگ یا کوڈ سوئچنگ کہا جاتا ہے۔کوڈ مکسنگ ،ایک ہی کلام کے اندر ایک زبان کی دوسری زبان میں تبدیلی ہے۔اس سے مراد کسی ذولسان شخص کا رویہ ہے جو''زبان B'' سے''زبان A''الفاظ یا فقرے درآمد کرتا ہے۔

مثال کے طور پر- اردو میں''تم میرا باہر انتظار کرو'' کہنے کے بجائے ''تم میرا باہر ویٹ کرو'' tum mera wait karo "bahar" کہنا۔

کوڈ سوئچنگ سے مراد ایک ذولسان کے اس لسانی رویے سے ہے جو لاشعوری طور پر ایک کوڈ کو بولتے ہوئے دوسرے کوڈ میں منتقل ہو جاتا ہے۔دوسرے الفاظ میں، اگر ہم بیک وقت دو مختلف کوڈ کا استعمال کرتے ہیں یا کسی گفتگو میں ایک کوڈ سے دوسرے کوڈ میں سوئچ کرتے ہیں،تو یہ کوڈ سوئچنگ ہے۔

مثال کے طور پر-تم کل کہاں تھی،I wanted to talk to you۔

Tum kal kahaan thi, I wanted to talk to you.

8.12 ملواں بولی یا پجن (Pidgin)اور کریول(Creole)

پجن ایک رابطہ زبان (Contact language) ہے جو باہمی طور پر نا قابل فہم زبانوں (Mutually Unintelligible Languages) کے بولنے والوں کے ذریعہ پیدا کی گئی ہے جو معاشی یا معاشرتی وجوہات کی وجہ سے اکٹھے ہوتے ہیں۔پجن ایک نیا تنوّع (Variety) ہے جو پابندی اور آسان بنانے کے ذریعہ دو یا زیادہ موجودہ تنوّع (Varieties) سے بنایا گیا ہے۔اسے "تجارتی زبان" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اکثر اوقات رابطے میں آنے اور دوسری کمیونٹی کے ساتھ بات چیت کرنے کی وجہ تجارت ہوتی ہے۔ Pidgins کو وہ لوگ جو اسے استعمال کرتے ہیں اپنی ضروریات کے مطابق تیار کر لیتے ہیں اور اس کا سیکھنا ہمیشہ آسان ہوتا ہے۔اگرچہ، pidgin کا ذخیرہ الفاظ عام طور پر غالب زبان پر مبنی ہوتا ہے،لیکن یہ غالب اور ماتحت زبان کے درمیان توازن برقرار رکھتی ہے۔ Pidgin ہمیشہ تجارتی زبان نہیں ہوتی ہے۔یہاں ہم "Tokpisin" کی مثال دے سکتے ہیں جہاں اسے انتظامی مقاصد کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ Pidgin کسی بھی زبان کی نچلی قسم نہیں ہے جس پر یہ مبنی ہے، بلکہ بولنے والوں کی کمیونٹی کے ساتھ ایک زبان ہے۔تاہم، pidgins میں دوسری زبانوں کی طرح مقامی بولنے والے (Native Speakers) نہیں ہوتے ہیں۔

کریول پجن کی وہ قسم ہے جسے مقامی بولنے والوں (Native Speakers) نے حاصل (Acquire) کیا ہے۔یعنی کریول وہ زبان ہے جو پجن بولنے والوں کے بچے بولتے ہیں۔کریولز (Creoles) کریولائزیشن (Creolisation) کے عمل سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ آہستہ آہستہ اپنی شناخت کھونے کا شکار ہوتے ہیں اور اس عمل کو Decreolization کہتے ہیں۔ Decreolization اس وقت واقع ہوتا ہے جب کریول کسی ایسے ملک میں بولا جاتا ہے جہاں دوسرے لوگ کریول کی ماخذ زبان بولتے ہیں۔چونکہ، کریول کی ماخذ زبان کریول سے زیادہ معزز ہوتی ہے اس لیے کریول بولنے والے اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور درمیانی تنوّع کی ایک رینج پیدا کرتے ہیں۔اصطلاح "Basilect" کا استعمال کریول کو ظاہر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، جب کہ معزز تنوّع (Prestige Variety) جس پر کریول کی بنیاد ہے، "Acrolect" کہلاتا ہے۔ decreolization کے عمل میں بننے والی درمیانی تنوّع کو "Mesolects" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

8.13 دومعیاری لسانیات (Diglossia)

فرگوسن (1959) کی طرف سے وضع کردہ ’’Diglossia‘‘ کی اصطلاح کو ایک ایسی صورت حال کے طور پر بیان کیا گیا ہے جس میں "زبان کی دو قسمیں پوری کمیونٹی میں شانہ بشانہ موجود ہیں، جن میں سے ہر ایک کا ایک خاص کردار ہے"۔فرگوسن کے مطابق ’’Diglossia ‘‘ایک نسبتاً مستحکم زبان ہے جس میں، زبان کی بنیادی بولیوں کے علاوہ (جس میں ایک معیاری یا علاقائی معیارات شامل ہو سکتے ہیں)، ایک بہت ہی مختلف، انتہائی کوڈیفائیڈ (اکثر گرائمر کے لحاظ سے زیادہ پیچیدہ) سپر پوزڈ قسم، تحریری ادب کی ایک بڑی اور قابل احترام شکل، یا تو پہلے کے دور کی یا کسی اور لسانی گروہ میں، جو زیادہ تر رسمی تعلیم کے ذریعے سیکھی جاتی ہے اور زیادہ تر تحریری اور رسمی بول چال کے مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہے لیکن اس کا استعمال کسی بھی کمیونٹی کے شعبے میں عام گفتگو کے لیے نہیں ہوتا ہے۔

فعل (Function) ’’diglossia‘‘ کے لیے سب سے اہم معیار رکھتا ہے۔ایک ہی زبان کی دو الگ الگ اقسام ہیں یعنی H–high اور L–Low۔ایک ایسی مخصوص صورت حال ہے جن میں صرف H تنوّع واقع ہوتا ہے اور دیگر جس میں صرف L تنوع بہت کم یا بغیر اوورلیپ کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔عربی میں، H کلاسیکی عربی ہے جو کہ قرآن کی زبان ہے اور بول چال کی زبان کی شکلیں ہیں۔ایسی زبانیں سیکھنے والے کو اس کی اقسام کا عملی استعمال سیکھنا پڑتا ہے۔H قسم کو رسمی مقاصد کے لیے اور L کو غیر رسمی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔فرگوسن درج ذیل حالات کی فہرست دیتا ہے جن میں H اور L استعمال ہوتے ہیں۔

H قسم یا تنوّع	L قسم یا تنوّع
چرچ یا مسجد میں خطبہ	کام کرنے والوں یا نوکروں کو ہدایات،
پارلیمنٹ میں خطاب	دوستوں، ساتھیوں اور اہل خانہ سے گفتگو،
یونیورسٹی لیکچر	ریڈیو "soap opera"
شاعری	سیاسی کارٹون پر کیپشن
خبریں کو نشر کرنا۔	لوک ادب

8.14 لسانی منصوبہ بندی (Language Planning)

لسانی منصوبہ بندی سے مراد ایسی کسی بھی طرح کی شعوری سرگرمیاں ہیں جو زبانوں کی ساخت اور حیثیت میں تبدیلیاں لانے کی کوشش کرتی ہیں، سماجی لسانی تصورات اور معلومات کا استعمال کرتے ہوئے پالیسی فیصلے کرنے اور ان پر عمل درآمد کرنے کے لیے، لسانی اور/ یا اضافی لسانی مسائل سے نمٹنے کے لیے۔(کوپر، 1989)۔ Einar Haugen کو ناروے میں زبان کی معیار بندی کے مطالعہ کے ساتھ ماہرین تعلیم میں "Language Planning" کی اصطلاح لانے کے لیے تسلیم کیا گیا ہے۔اس نے زبان کی منصوبہ بندی کی تعریف اس طرح کی جیسے "ایک غیر یکساں لسانی گروہ میں مصنفین اور بولنے والوں کی رہنمائی کے لئے ایک معیاری علم ہجا (Orthography)، قواعد اور لغت تیار کرنے کی سرگرمی" (ہاؤگن، 1959)۔

Heinz Kloss (1969) زبان کی منصوبہ بندی کے طول وعرض میں فرق کرنے کے لیے نوعی کارپس پلاننگ- اسٹیٹس پلاننگ کا

استعمال کرتا ہے۔

کارپس پلاننگ(Corpus Planning):

کارپس پلاننگ میں زبانوں کی ساخت یا شکل سے متعلق تمام کوششیں شامل ہیں۔

اسٹیٹس پلاننگ(Status Planning):

اسٹیٹس پلاننگ سے مراد وہ کوششیں ہیں جو کسی زبان کے فنکشن کو تبدیل کرنے کے لیے کی جاتی ہیں اور اس لیے اس کی حیثیت لسانی گروہ میں ہوتی ہے۔

1989 میں،کوپر نے ایک تیسری قسم کی منصوبہ بندی متعارف کرائی جسے "ایکوزیشن پلاننگ" کہا جاتا ہے۔

حصول کی منصوبہ بندی(Acquisition Planning):

یہ کسی زبان کو سیکھنے کے لئے اسے پھیلانے اور فروغ دینے کی تمام کوششوں کی نمائندگی کرتی ہے۔

زبان کی منصوبہ بندی کے مطالعہ کے لیے ہوگن کا ماڈل (1966) زبان کی منصوبہ بندی کے درج ذیل چار مراحل پر مشتمل ہے:

1۔ انتخاب(Selection)

اس سے مراد کسی مخصوص معاشرے میں مخصوص افعال کے لیے زبان کی قسم کا انتخاب ہے۔

2۔ ضابطہ بندی(Codification)

یہ کسی منتخب کوڈ کے لیے لسانی معیار یا معیار کی تخلیق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔اس میں تین مراحل شامل ہیں:

(Graphization): اس سے مراد تحریری نظام تیار کرنے کا عمل ہے۔

(Grammatization): یہ گرامر کے اصولوں کا فیصلہ کرنے کا عمل ہے۔

(Lexicalization): لغت سازی الفاظ کے انتخاب اور اشاعت کا عمل ہے۔

3۔ نفاذ(Implementation)

یہ انتخاب اور ضابطہ بندی کے مراحل میں کیے گئے فیصلوں کا فروغ ہے جس میں مارکیٹنگ کی حکمت عملی، کتابوں کی تیاری، نصابی کتب وغیرہ شامل ہو سکتے ہیں۔

4۔ تفصیل(Elaboration)

اس سے مراد جدید زندگی اور ٹکنالوجی کے ترسیلی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ایک کوڈ فائیڈ زبان کی اصطلاحی اور طرز کی ترقی ہے۔

8.15 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو مکمل کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ سماجی لسانیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جو معاشرے کے سلسلے میں زبان کا مطالعہ کرتی ہے۔

☆ اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ کوئی زبان سماجی عناصر (Social Factors) جیسے کہ جنس (Gender)،نسل (Ethnicity)،عمر

(Age) یا سماجی طبقہ (Social Class) سے کیسے متاثر ہوتی ہے۔

☆ سماجی لسانیات ایک تجرباتی نظم (Empirical Discipline) ہے جس کے تحت یہ دیکھا جاتا ہے کہ کسی معاشرے میں زبان بولنے والے اس زبان کی منظّم طور پر کس طرح استعمال کرتے ہیں۔

☆ فش مین کے مطابق سماجی ماہرین لسانیات یہ جاننے میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ "who speaks, which language to whom and when" ''کون بولتا ہے، کون سی زبان کس سے اور کب''۔ یعنی کون کس سے کب کون سی زبان بولتا ہے۔

☆ ڈیل ہائمز (1974) نے زبان کے مطالعے کے لیے ساختی (Structural) اور تفاعلی (Functional) نقطہ نظر کے درمیان فرق کیا ہے۔

☆ ماہر لسانیات سیاق وسباق سے ہٹ کر محض زبان کی ساخت کا تجزیہ کرتا ہے جبکہ سماجی ماہر لسانیات زبان کا تجزیہ اس بنا پر کرتا ہے جیسے یہ سماجی تناظر میں استعمال ہوتی ہے۔

☆ بولی سے مراد کسی زبان کا جغرافیائی تغیرہ یا متبادل ہے۔ اس کا تعلق مختلف تغیرات سے ہے اور یہ تغیرات علاقائی ہو سکتے ہیں یعنی اس جگہ یا علاقے کی بنیاد پر جہاں اس کے بولنے والے رہتے ہیں۔

☆ ہر زبان کئی بولیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ بولی کے استعمال کی بنیاد پر اس میں کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جو انہیں اس بولی کے بولنے والے کے طور پر نشان زد کرتی ہیں۔

☆ گروہ بولی (Sociolect) کو ایک سماجی بولی کے طور پر بھی جانا جاتا ہے سماجی بولی زبان کا ایک تنوّع (Variety) ہے جو ایک مخصوص سماجی طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے ایک گروپ کے ذریعہ بولی جاتی ہے۔

☆ اگر کسی زبان کے تنوّع میں کچھ خصوصیات ہیں جو مخصوص مضامین/ موضوعات/ میدانوں/ پیشوں کی بنیاد پر پائی جاتی ہیں، تو اسے ایک مخصوص طبقاتی بولی (Register) کے نام سے جانا جاتا ہے جیسے صحافتی رجسٹر یا صحافیوں کی زبان؛ قانونی رجسٹر، قانون/ وکلاء کی زبان؛ سائنسی رجسٹر، سائنس کی زبان، وغیرہ۔

☆ لسانی گروہ سے مراد لوگوں کا ایک گروپ ہے جو ایک جیسی زبان، بول چال کی خصوصیات، اور ابلاغ یا ترسیل کی ترجمانی کے طریقوں کا اشتراک کرتے ہیں۔

☆ لسانی رابطے سے مراد ایسی صورتحال ہے جس میں دو لسانی گروہوں کے مقررین ایک دوسرے سے رابطے میں آتے ہیں۔

☆ مستعاریت سے مراد کسی زبان میں غیر ملکی الفاظ کو شامل کرنا ہے۔ جس تصور کی وضاحت کے لیے کوئی لفظ مقامی زبان میں دستیاب نہیں ہے اس کے لیے ہم غیر ملکی الفاظ کو مستعار لیتے ہیں۔

☆ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے متبادل انتخاب کو کوڈ مکسنگ یا کوڈ سوئچنگ کہا جاتا ہے۔

☆ پجن ایک رابطہ زبان (Contact language) ہے جو باہمی طور پر ناقابل فہم زبانوں (Mutually Unintelligible Languages) کے بولنے والوں کے ذریعے پیدا کی گئی ہے جو معاشی یا معاشرتی وجوہات کی وجہ سے اکٹھے ہوتے ہیں۔

☆ لسانی منصوبہ بندی سے مراد ایسی کسی بھی طرح کی شعوری سرگرمیاں ہیں جو زبانوں کی ساخت اور حیثیت میں تبدیلیاں لانے کی کوشش کرتی ہیں۔

8.16 کلیدی الفاظ

زبان	:	مواصلات کا ایک نظام جو کسی معاشرے کے ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے
معاشرہ	:	لوگوں کا ایک گروہ جو ایک ہی زبان بولتا ہو
لسانی منصوبہ بندی	:	زبانوں کی ساخت اور حیثیت میں تبدیلیاں لانا
تنوع	:	کسی زبان کی کوئی بھی قسم۔
بولی	:	زبان کی جغرافیائی تغیرہ یا متبادل ہے
لسانی گروہ	:	لوگوں کا ایک گروپ ہے جو ایک جیسی زبان، بول چال کی خصوصیات، اور ابلاغ یا ترسیل کی ترجمانی کے طریقوں کا اشتراک کرے

8.17 نمونہ امتحانی سوالات

8.17.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ دخیل الفاظ کیا ہیں؟

2۔ "Calque" کی تعریف بیان کریں۔

3۔ ترسیل کی نسلیات میں، "End" سے کیا مراد ہے؟

4۔ "Idiolect" کی تعریف بیان کریں؟

5۔ بولی کیا ہے؟

6۔ اصطلاح "Codification" آپ سے کیا سمجھتے ہیں؟

7۔ مختصراً کوڈ مکسنگ (Code-mixing) پر بحث کریں۔

8۔ مناسب مثال کے ساتھ اسٹائل پر بحث کریں۔

9۔ غالب دولسانی (Dominant bilinguals) کیا ہے؟

10۔ "Communicative Competence" کا تصور کس نے دیا؟

8.17.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ لسانی گروہ پر ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

2۔ مستعاریت کی تعریف کریں۔

3۔ "Ethnography of Communication" پر ایک نوٹ لکھیں۔

4۔ زبان کی سماجیات سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

5۔ دومعیاری لسانیات کی وضاحت کریں۔

6۔ "pidgin " کیا ہے؟

7۔ کریول کیا ہے؟

8۔ دولسانیات پر ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

8.17.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

1۔ لسانی منصوبہ بندی" پر ایک مضمون لکھیں۔

2۔ سماجی لسانیات کیا ہے؟ اس کے دائرہ کار پر بحث کریں۔

3۔ زبان کی تنوّع پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں۔

8.18 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔ لسانیات کے بنیادی اصول — پروفیسر اقتدار حسین خاں

2۔ لسانی تناظر — پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ

3۔ عام لسانیات — پروفیسر گیان چند جین

4– لسانیات کے بنیادی اصول — پروفیسر اقتدار حسین خاں

5۔ عمومی لسانیات — عبدالسلام

6. Gerard, V. (2012). What is Sociolinguistics? Malden, MA: Wiley-Blackwell.

7. Hudson, R. A. (1980). Sociolinguistics. London: Cambridge University Press.

8. Trudgill, P. (1974).Sociolinguistics: An introduction. Middlesex: Penguin.

9. Wardhaugh, R. (1986). An Introduction to Sociolinguistics. Oxford: Basil Blackwell.

بلاک III

اکائی 9 : عصبی لسانیات

اکائی کے اجزا

9.0 تمہید
9.1 مقاصد
9.2 دماغ میں زبان کے علاقے
9.2.1 بروکا کا علاقہ (Broca's Area)
9.2.2 ورنیکس علاقہ (Wernicke's Area)
9.3 افیزیا (Aphasia)
9.3.1 بروکا کی افزیا (Broca's Aphasia)
9.3.2 ورنکس افیزیا
9.3.3 کنڈکشن افیزیا (Conduction Aphasia)
9.4 نازک دور (Critical Period)
9.5 ڈس لیکسیا
9.6 الیکسیا (Alexia)
9.7 ڈس گریفیا (Dysgraphia)
9.8 ڈیمینشیا (DEMENTIA)
9.9 اکتسابی نتائج
9.10 کلیدی الفاظ
9.11 نمونہ امتحانی سوالات
9.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
9.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
9.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
9.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

9.0 تمہید

عصبی لسانیات (neurolinguistics) زبان اور دماغی تعلقات کا مطالعہ ہے۔اس کا مقصد زبان کے علم اور استعمال کے لیے اعصابی اساسوں کی فہم اور وضاحت کرنا ہے۔عصبی لسانیات اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک بین المضامین شاخ ہے۔

عصبی لسانیات دماغی فنکشن کے مختلف پہلوؤں سے زبان اور ترسیل (Communication) کے تعلق کا مطالعہ کرتی ہے، دوسرے لفظوں میں یہ دریافت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ دماغ کیسے سمجھتا ہے اور کیسے زبان اور ترسیل کو پیدا کرتا ہے۔اس میں لسانی تھیوری (زبان کی ساخت کیسی ہوتی ہے اور یہ کیسے فنکشن کرتی ہے) کے ساتھ نیورولوجیکل/ نیوروفزیولوجیکل تھیوری (دماغ کی ساخت کیا ہے اور یہ کیسے فنکشن کرتی ہے) کو یکجا کرنے کی کوشش شامل ہے۔

نیورولوجی اور لسانیات کے علاوہ، نفسیات عصبی لسانیات کا ایک اور مرکزی discipline ہے۔عصبی لسانیات کا نفسیات سے بہت گہرا تعلق ہے، لیکن یہ دماغ کے مطالعے پر زیادہ توجہ مرکوز کرتی ہے۔دماغ کے نقصان (Brain Damage) کے بعد زبان اور بات چیت کا مطالعہ سب سے عام قسم کا نیورولسانی مطالعہ ہے۔تاہم، تجربات، ماڈل کی تعمیر (model construction)، کمپیوٹر سمیلیشنز (computer simulations)، اور نیورو امیجنگ اسٹڈیز (neuroimaging studies)، آج کل کثرت سے استعمال ہونے والے طریقہ کار (Methods) ہیں۔

لسانیات اور دیگر مضامین کے درمیان کا مطالہ جس کا تعلق دماغ سے ہے وہ بنیادی طور پر علمی نفسیات، عصبی نفسیات اور علمی نیوروسائنس ہیں۔جب عصبی لسانیات کا نیوروسائنس کے نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے تب عصبی لسانیات اس بات پر مرکوز ہوتی ہے کہ صحت منداور مرضیاتی دونوں ہی صورت حال میں دماغ زبان کے عمل میں کس طرح برتاؤ کرتا ہے۔اس کے برعکس، لسانیات کے نقطہ نظر سے، عصبی لسانیات کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ کس طرح زبان کی ساخت کو دماغ، یعنی دماغ میں کس طرح انسانی زبانوں کے نمونوں اور قواعد کی نشاندہی کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ، عصبی لسانیات کا ایک بنیادی طبی مقصد aphasia اور دیگر امراض میں مبتلا مریضوں کی تشخیص اور علاج کرنا ہے۔

عصبی لسانیات کا آغاز عام طور پر انیسویں صدی کے نیورولوجسٹ neurologist پال بروکا نے زبان کی خرابی اور دماغی نقصان (Brain Damage) کے درمیان تعلق کے اپنے مشاہدات کے ساتھ کیا تھا۔اس کے بعد سے، دماغ میں زبان کی ترتیب کے بارے میں 100 سال سے زیادہ کی تحقیقات لوکلائزیشن localisations کے نقطہ نظر میں، lesion-deficit کے نقطہ نظر پر مبنی تھیں۔دماغی علاقے کی اہمیت کا اندازہ اس مخصوص دماغی علاقے میں ہونے والے زخم کے بعد ہونے والے نقصان کے مشاہدے کے ذریعے لگایا گیا تھا، اور پوسٹ مارٹم کے معائنے کے ذریعے زخم کے اصل علاقے کی تصدیق کی گئی تھی۔

9.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ عصبی لسانیات کے بنیادی تصورات (Concepts) سے متعارف ہو سکیں۔
- ☆ دماغ میں زبان کی لوکلائزیشن کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں۔

☆ مختلف قسم کے افیسیا (Aphasia) اوراس کی علامات کی سمجھ پیدا کرسکیں۔

9.2 دماغ میں زبان کے علاقے (Language areas in the brain)

اب تک دماغ کے ان مخصوص حصوں کے بارے میں کئی دریافتیں ہوچکی ہیں جن کا تعلق زبان کے فنکشن سے ہے۔ نتیجتاً ہم یہ جان چکے ہیں کہ دماغ کے سب سے اہم حصے بائیں کان کے اوپر والے حصے میں ہوتے ہیں۔ ہم بنیادی طور پر دماغ کو دو حصوں، بائیں نصف کرہ left hemisphere اور دائیں نصف کرہ right hemisphere میں تقسیم کرتے ہیں۔

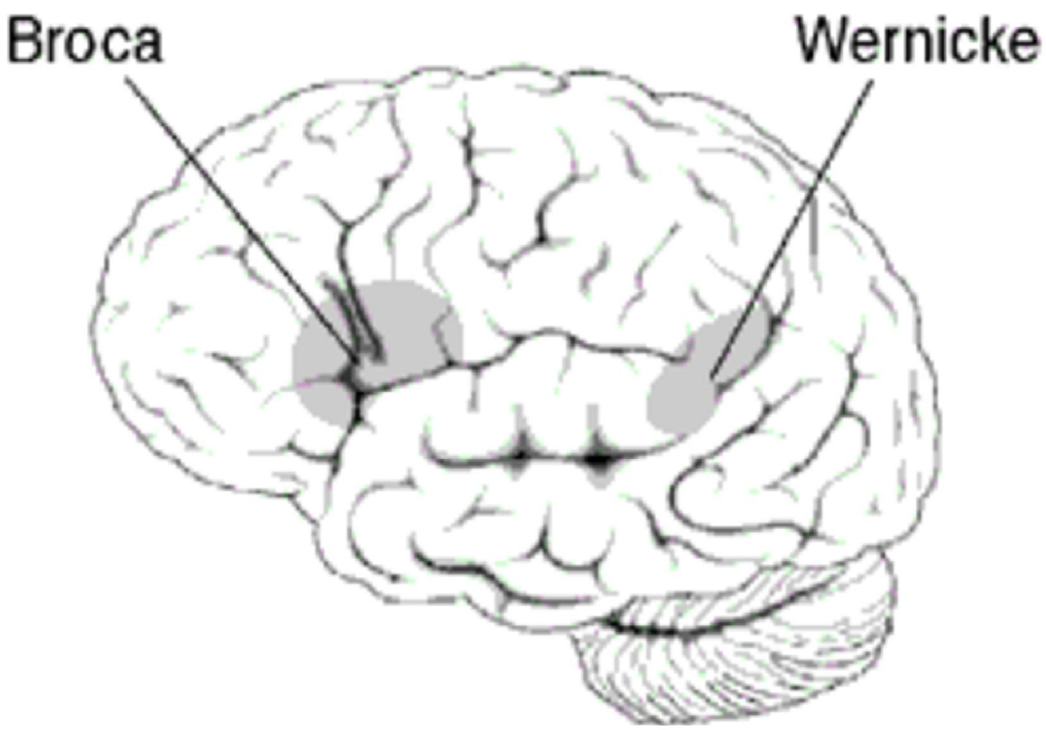

اس تصویر میں سایہ دار علاقے بولنے اور سننے سے تعلق رکھتے ہیں۔

جب زبان کی مخصوص معذوری سے متاثر لوگوں کے دماغوں کا پوسٹ مارٹم اور جانچ کی گئی تب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ زیادہ تر انہیں علاقوں (بائیں نصف کرہ left hemisphere اور دائیں نصف کرہ right hemisphere) میں نقصان ہوا جو گزشتہ تصویر میں بیان کیے گئے ہیں۔

یہاں ہم نے اس بات کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے کہ عام استعمال کے لیے زبان کی قابلیت دماغ کے کن علاقوں میں ہونی چاہیے، اور ہم نے ان لوگوں کے دماغوں میں مخصوص نقصان والے علاقوں کی نشاندہی کی جو لوگ زبان کی معذوری کا شکار تھے۔

9.2.1 بروکا کا علاقہ Broca's area

تصویر میں سایہ دار علاقہ جو کہ Broca کے نام سے دکھایا گیا ہے، تکنیکی طور پر "anterior speech cortex" یا ''بروکا کا علاقہ'' (Broca's area) کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک فرانسیسی طبیب سرجن پال بروکا نے 1860 کی دہائی میں بتایا کہ دماغ کے اس مخصوص

حصے کو پہنچنے والے نقصان کا تعلق تقریر پیدا(speech production) کرنے میں انتہائی دشواری سے ہے۔اس کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ ’’right hemisphere‘‘ میں پہنچنے والے نقصان سے (speech production) میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔ اس انکشاف کا استعمال سب سے پہلے اس بحث کے لیے کیا گیا تھا کہ زبان کی قابلیت کا تعلق ’’left hemisphere‘‘ سے ہے۔اور تب سے اس بات پر توجہ دی گئی کہ ’’Broca's area‘‘ تقریر پیدا کرنے (speech production) میں بنیادی طور پر شامل ہے۔

9.2.2 ورنیک کا علاقہ Wernicke's area

تصویر میں سایہ دار علاقہ جو کہ Wernicke کے نام سے دکھایا گیا ہے، "posterior speech cortex" یا ورنیک کا علاقہ Wernicke's area کے نام سے جانا جاتا ہے۔

کارل ورنک ایک جرمن ڈاکٹر تھے جنہوں نے 1870 کی دہائی میں بتایا کہ دماغ کے Wernicke's area میں نقصان ان مریضوں میں پایا جاتا ہے جن کو بامعنی الفاظ بولنے میں دشواری ہوتی ہے۔اس تلاش نے ’’left hemisphere‘‘ کے مقام کی تصدیق کی۔اس کے بعد اس نظریے کی طرف رہنمائی ہوئی کہ Wernicke's area دماغ کا وہ حصہ ہے جو تقریر کو سمجھنے میں اہم طور پر شامل ہے۔

9.3 افیزیا 'Aphasia'

جو لوگ زبان کی مختلف قسم کی خرابیوں کے شکار ہوتے ہیں، اس صورت کو عام طور پر افیزیا ’’Aphasia‘‘ کہا جاتا ہے۔ ’’Aphasia‘‘ کی تعریف زبان کے فنکشن کی خرابی کے طور پر کی جاتی ہے کیونکہ دماغ کے کسی علاقے میں نقصان کی وجہ سے لسانی شکلوں (Linguistic Forms) کو سمجھنے اور/ یا بولنے میں دشواری ہوتی ہے۔

’’Aphasia‘‘ کی سب سے عام وجہ فالج ہے(جب دماغ میں کوئی خون کی نس بند ہو جاتی ہے یا پھٹ جاتی ہے)، حالانکہ کسی تشدد یا حادثے سے سر کی تکلیف یا چوٹوں سے بھی اسی طرح کے اثرات ہو سکتے ہیں۔ یہ اثرات زبان کے استعمال کی صلاحیت میں ہلکے سے لے کر شدید کی تک ہو سکتے ہیں۔کوئی بھی شخص جو افیزیک (Aphasic) ہو، اکثر زبان کی خرابی سے متعلق ہوتا ہے۔اس شخص میں زبان کو سمجھنے کی مشکلات کچھ وقت بعد زبان کو بولنے کی مشکلات کا باعث بن سکتی ہے۔نتیجتاً، مختلف قسم کے aphasia کی درجہ بندی عام طور پر اس کی زبان میں دشواری کا شکار ہونے کی بنیادی علامات پر مبنی ہوتی ہے۔

9.3.1 بروکا کی افزیا Broca's Aphasia

زبان کی وہ خرابی جسے ’’Broca's Aphasia‘‘ یا "motor aphasia" کہا جاتا ہے۔اس کی نشاندہی اس بات پر مرکوز ہے جب تقریر(Speech) کافی حد تک کم ہو جائے، مثلاً تحریف شدہ بیان اور سست بیان اکثر کوشش کردہ تقریر سے عمل میں آتا ہے۔ ایسا شخص جب بھی بولے گا تب اس کی تقریر میں اکثر لغوی (Content) الفاظ (مثلاً اسم،فعل) ہی ہونگے۔فعال (Functional)الفاظ (مثلاً کنجکشن Conjunction آرٹیکل Article اور انفلیکشنز Inflections (Plural -s، Past Morpheme -ed)کو کثرت سے چھوڑنے کی وجہ سے اس کی تقریر خراب گرامر پر مشتمل ہوتی ہے۔اگرامیٹک Agrammatic تقریر میں، اکثر گرامر کے نشانات غائب ہوتے ہیں۔

Wernicke's Aphasia 9.3.2

زبان کی خرابی کی وہ قسم جس میں سمعی فہم (auditory comprehension) میں دشواری ہوتی ہے اسے بعض اوقات "حساسی افیزیا (Sensory Aphasia) بھی کہا جاتا ہے، لیکن عام طور پر Wernicke's aphasia کے نام سے ہی جانا جاتا ہے۔ اس '' Langauge Disorder'' میں مبتلا کوئی بھی شخص درحقیقت بہت روانی سے بول تو سکتا ہے مگر وہ بے معنی الفاظ ہونگے جنھیں سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔

اس طرح Wernicke's Aphasia میں مبتلا شخص کو صحیح لفظ تلاش کرنے میں بھی دشواری ہوتی ہے، جسے بعض اوقات اینومیا Anomia بھی کہا جاتا ہے۔ اس لفظ تلاش کرنے کی مشکلات پر قابو پانے کے لیے، مقررین مختلف حکمت عملیوں کا استعمال کرتے ہیں جیسے کہ اشیاء کو بیان کرنے کی کوشش کرنا یا ان کے مقصد کے بارے میں بات کرنا۔

مندرجہ ذیل مثال جو (Lessor and Milroy, 1993) سے ہے، جب کوئی Speaker تصویر میں کسی چیز کے لیے لفظ ("پتنگ") کو یاد نہیں کر سکتا تب اسے وہ لفظ یاد دلانے کے لئے بہت سی حکمت عملیوں کی کوشش کی جاتی ہے۔ جیسے:

it’s blowing, on the right, and er there’s four letters in it, and I think it begins with a C – goes – when you start it then goes right up in the air – I would have to keep racking my brain how I would spell that word – that flies, that that doesn’t fly, you pull it round, it goes up in the air

Conduction Aphasia کنڈکشن افیزیا 9.3.3

یہ aphasia کی وہ قسم ہے جو زیادہ عام نہیں ہے، اور یہ آرکیویٹ فاسکیولس Arcuate Fasciculus میں ہونے والے نقصان سے وابستہ ہے اور اسے کنڈکشن افیزیا Conduction Aphasia کہا جاتا ہے۔ اس Disorder میں مبتلا افراد بعض اوقات الفاظ کا غلط تلفظ کرتے ہیں، لیکن انھیں اس لفظ کو بولنے میں عام طور پر کوئی مشکلات پیش نہیں آتی ہے۔ وہ روانی کے ساتھ بول سکتے ہیں، لیکن وقفے اور ہچکچاہٹ کی وجہ سے اس کی Rhythm میں خلل پڑ سکتا ہے۔ اسے الفاظ کی سمجھ تو اچھی ہوتی ہے۔ تاہم، کسی لفظ یا فقرے کو دہرانے کا کام، اس کے لئے بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ اس میں بولنے والا جو کچھ سنتا اور سمجھتا ہے اسے تقریر کی پیداوار کے علاقے میں کامیابی کے ساتھ منتقل نہیں کر پاتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ ان میں سے بہت سے Disorder (مثلاً لفظ تلاش کرنے میں دشواری) ہر قسم کے افیزیا Aphasia میں ہوسکتی ہے۔ وہ دماغی بیماری کے نتیجے میں زیادہ عام عوارض میں بھی ہو سکتے ہیں، جیسا کہ ڈیمنشیا (Dementia) اور الزائمر (Alzheimer's) کی بیماری میں۔

بولنے میں دشواریوں کے ساتھ ساتھ لکھنے میں بھی دشواری ہوسکتی ہے۔ سمعی فہم کی خرابی میں پڑھنے کی دشواریاں بھی شامل ہیں۔ ہم نے جس قسم کی زبان کی خرابی بیان کی ہے وہ زیادہ تر ''left hemisphere'' کی چوٹ کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔

9.4 Critical Period

زبان کے لیے ”left hemisphere“ کی ظاہری تخصص کو عام طور پر Lateral Dominance کے غلبہ یا” Lateralization“ کے لحاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔حالاں کہ کوئی انسانی بچہ مکمل طور پر واضح زبان استعمال کرتے ہوئے پیدا نہیں ہوتا ہے، عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لیٹرلائزیشن Lateralization کا عمل ابتدائی بچپن میں شروع ہوتا ہے۔ یہ اس مدت کے ساتھ جڑا ہے جس دوران زبان کے حصول Language Acquisition کا عمل پیش آتا ہے۔ بچپن میں، یہ وہ مدت جب انسانی دماغ ان پٹ (Input) حاصل کرنے اور کسی خاص زبان کو سیکھنے کے لیے سب سے زیادہ ایکٹو (Active) ہوتا ہے۔ اسے بعض اوقات زبان کے حصول کے لیے، حساس دور (Sensitive Period) بھی کہا جاتا ہے، لیکن اسے عام طور پر Critical Period کے نام سے ہی جانا جاتا ہے۔

اگر چہ کچھ کے خیال میں Critical Period کا آغاز پیدائش کے شروعاتی دور سے ہوسکتا ہے، لیکن عام خیال یہ ہے کہ پہلی زبان (L1) کے حصول First Language Aquistion کے لیے خصوصی مدت پیدائش سے بلوغت تک جاری رہتی ہے۔ اگر کوئی بچہ اس عرصے کے دوران کسی وجوہات سے زبان نہیں سیکھ پاتا ہے، تو بعد میں اس کے لیے زبان سیکھنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

9.5 ڈسلیکسیا(Dyslexia)

Dyslexia کا تعلق بنیادی طور پر پڑھنے کی خرابی سے ہے۔ پڑھنے کی خرابی میں دو قسم کے افراد شامل ہیں:

1۔ اس بیماری کے دوران بچوں کو پڑھنے کا ہنر (Reading skills) سیکھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جب یہ بچے بڑے ہو جائیں اور وہ اس مسئلے پر کافی حد تک قابو بھی پالیں تب بھی ان میں کچھ علامات برقرار رہتی ہیں۔

2۔ جب کوئی بالغ جو پہلے نارمل تھا اور بعد میں دماغی نقصان(brain damage) کی وجہ سے اس میں پڑھنے کی خرابی (reading disorder) پیدا ہوئی۔ دماغی نقصان کے بعد پیدا ہونے والی ریڈنگ ڈس آرڈر کو الیکسیا(Alexia) کہا جاتا ہے۔

بچپن کے ڈسلیکسیا(Dyslexia) کو سمجھنے کے لیے”reading acquisition“ کے عمل پر سب سے پہلے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

Firth نے reading acquisition کے چار مراحل کی نشاندہی کی ہے جس میں ہر مرحلہ پچھلے مرحلے کی بنا پر تیار کیا گیا ہے۔ یہ ہیں

a) بچوں میں لوگوگرافک اسکلس (Skills) کی نشوونما یعنی مانوس آوازوں کو پہچاننے کی صلاحیت۔

b) حروف تہجی (Skills) کی نشوونما یعنی فونیمز (Phoneme) کو ان کے آرتھوگرافیم (Arthographeme) یا حروف کے ساتھ جوڑنا۔

c) آرتھوگرافک(Skills) کی نشوونما یعنی مورفیمز سے متعلق حروف کے جھرمٹ کی شناخت۔

d) تحریری زبان کو پڑھنے(reading) کی ترقی جو بولی جانے والی زبان(Spoken Language) سے مکمل طور پر آزاد ہو جائے۔

فرتھ نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اگر کسی بچے کو مندرجہ بالا مراحل میں سے کسی ایک میں بھی دشواری ہوتی ہے، تو اسے بعد کے مرحلے میں کسی بھی قسم کی”Reading“ میں دشواری ہوگی۔

ڈیولپمنٹل ڈیسلیکسیا(Developmental dyslexia) مختلف اقسام کی ہوسکتی ہیں:

1) Dyseideitic: اس قسم کی dyslexia میں بچوں کو پورے الفاظ کی شناخت میں دشواری ہوتی ہے۔

2) Dysphonetic: اس قسم کی dyslexia میں بچے حروف کو اپنی آواز کے ساتھ جوڑنے میں قاصر رہتے ہیں۔

3) Hyperlexics: اس قسم کی dyslexia میں بچے بظاہر بہت کم عمری میں پڑھنا سیکھنے لگتے ہیں اور وہ بلند آواز سے پڑھ بھی سکتے ہیں حتیٰ کہ ''Irregular'' ہجے ہونے کے باوجود بڑی مشکل سے اور سمجھے بغیر پڑھتے ہیں۔ یہ بچے عام طور پر Autistic ہوتے ہیں۔

9.6 الیکسیا (Alexia)

الیکسیا سے مراد ریڈنگ ڈس آرڈر (Reading disorder) ہے جو دماغی نقصان (Brain damage) کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اس سے پہلے مریض نارمل ہوتا ہے۔ الیکسیا کی مختلف اقسام کی نشاندہی کی گئی ہے۔ آرتھوگرافیوں کی درجہ بندی پڑھنے کے مسائل (reading problems) میں جھلکتی ہے۔ تجزیہ کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ ''reading problems'' کی سب سے نچلی سطح حرف ہے، اس سے اگلی سطح لفظ ہے، اور سب سے اعلیٰ ترین سطح جملہ ہے۔ نتیجتاً ہم اس مقام پر پہنچے کہ ''pure alexics'' میں دماغ کے دو اہم حصوں کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے یعنی بائیں occipital lobe اور corpus callosum کا پچھلا حصہ۔

اگر ہم dyslexia کے بارے میں بات کریں تو، dyslexia کے دو اقسام کی نشاندہی کی گئی ہے:

1) سرفیس ڈسلیکسیا (Surface Dyslexia): اس بیماری میں بچے الفاظ کو صوتیاتی طور پر ڈی کوڈ کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ انگریزی جیسی زبانوں میں، یہ مریض ''regular'' الفاظ کو درست طریقے سے پڑھ سکتے ہیں لیکن وہ ''irregular'' الفاظ کو پڑھنے سے قاصر ہیں یعنی ایسے الفاظ جن کی ہجے ''regular'' نہیں ہوں۔

2) ڈیپ ڈسلیکسیا (Deep Dyslexia)، اس بیماری میں مریض الفاظ کو صوتی طور پر ڈی کوڈ کرنے سے قاصر ہوتے ہیں یعنی وہ الفاظ کے ہجے نہیں کر پاتے اور وہ ایسے الفاظ پڑھنے سے بھی قاصر ہوتے ہیں جن کا سامنا انہیں پہلے کبھی نہیں ہوا۔ وہ کسی لفظ کو لفظی طور پر متعلقہ لفظ سے بدل کر پڑھ سکتے ہیں۔

9.7 ڈسگرافیا (Dysgraphia)

Dysgraphia بنیادی طور پر زبان کے لکھے جانے کی خرابی سے متعلق ہے۔ dysgraphia پر زیادہ تر کام انگریزی میں کیا گیا ہے جس میں ہجے کی ایک بہت ہی بے ترتیب قسم ہے۔ دو قسم کی dysgraphia کی شناخت کی جاتی ہے یعنی Deep dysgraphia اور Surface dysgraphia۔

1) ڈیپ ڈسگرافیا (Deep dysgraphia) ڈیپ ڈسلیکسیا (Deep dyslexia) کی ہی طرح ہے۔ ڈیپ ڈسگرافیا میں، مریض معنوی طور پر اس سے متعلق لفظ لکھتے ہیں جب انہیں 'stapler' جیسا لفظ کہا جاتا ہے تو وہ 'scissors' لکھتے ہیں۔

2) سرفیس ڈسگرافیا (Surface dysgraphia) سرفیس ڈسلیکسیا (Surface dyslexia) کی طرح ہے۔ یہاں، مریض ہجے کی غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کے علاوہ سطحی Deep dyslexics ہیں جو تحریری طور پر حروف کی ''mirror images'' بناتے ہیں۔

9.8 ڈیمینشیا (Dementia)

ڈیمنشیا سے مراد'' دماغی نقصان(brain damage) ''{جو کہ دماغی چوٹ سے مختلف ہے} کے نتیجے میں علمی کی (cognitive decline) ہے۔مختلف'' Dementia'' دماغ کے مختلف حصوں کو متاثر کرتی ہیں لیکن یہ اثر'' aphasias'' میں دماغی نقصان کی قسم سے مختلف ہے۔ aphasias میں دماغ میں کوئی زخم یا چوٹ پائی جاتی ہے لیکن'' Dementia'' میں ایسا نہیں ہے۔

ڈیمنشیا کی دو وسیع اقسام اس طرح ہیں: 1۔کارٹیکل ڈیمنشیا(Cortical Dementia)،2۔ ذیلی کارٹیکل ڈیمنشیا (Sub-Cortical Dementia)

Cortical Dementia میں، ڈیمنشیا سے منسلک سیلولر تبدیلیاں(Cellular changes) بنیادی طور پر کورٹیکل ریجن (cortical region) میں ہوتی ہیں۔الزائمر(Alzheimer's) کی بیماری سب سے زیادہ مشہور کورٹیکل ڈیمینشیا ہے۔

ذیلی کارٹیکل ڈیمینشیا(Sub-Cortical Dementia) میں، ڈیمینشیا سے وابستہ سیلولر تبدیلیاں(Cellular changes) بنیادی طور پر ذیلی کارٹیکل ریجن(Sub-cortical region) میں ہوتی ہیں۔ Parkinson's کی بیماری ایک ذیلی کورٹیکل ڈیمنشیا ہے جس کا عام طور پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔

الزائمر کی بیماری کی کچھ نمایاں علامات یہ ہیں۔

1۔ ان کی گفتگو میں اکثر موضوع کی تبدیلی کے ساتھ'' cohesion '' کی کمی ہوتی ہے۔

2۔ ان کی تقریر دہرائی جانے والی اور معنوی طور پر خالی ہوتی ہے۔

3۔ اس میں اکثر مورفولوجیکل اور نحوی غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔

4۔ ڈیمنشیا کے ابتدائی مراحل میں مریضوں کو متعلقہ لفظ تلاش کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

پارکنسنز (Parkinson's) کے مرض میں مریضوں کو'' کوئی عمل شروع کرنے''(initiating)، چلنے پھرنے اور بولنے میں دشواری ہوتی ہے۔ان دونوں سرگرمیوں میں وہ شروع میں کافی آہستہ حرکت کرتے ہیں اور پھر ان کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔پارکنسن کی بیماری میں زیادہ تر دماغ کے ذیلی حصے متاثر ہوتے ہیں،اس قسم کے دماغی بافتوں کی خرابی کا مریض کی بولنے کی صلاحیت پر خاصا اثر پڑتا ہے۔

پارکنسنز (Parkinson's) کی بیماری کی کچھ اہم علامات یہ ہیں کہ۔

1۔ اس میں عضلاتی کنٹرول(muscular control) کا عمومی نقصان ہوتا ہے لہذا آواز کے آلات پر کنٹرول ختم ہو جاتا ہے۔اس کے علاوہ وہ dysgraphia کی علامات بھی ظاہر کرتے ہیں۔ان کا dysgraphia مختلف قسم کا ہوتا ہے وہ یا تو بہت چھوٹے حروف میں لکھتے ہیں یا بہت بڑے حروف میں جس کا مطلب ہے کہ ہاتھوں کا عضلاتی کنٹرول(muscular control)ختم ہو جاتا ہے۔

2۔ اس میں مبتلا اشخاص'' dysarthria'' کو بھی ظاہر کرتے ہیں یعنی تقریر کی آواز کے بیان میں مسائل ہوتے ہیں۔

3۔اس میں یادداشت اور توجہ کی کمی بھی ہے۔

4۔ وہ صرفی اور نحوی دونوں ہی غلطیوں کی بھی نمائش کرتے ہیں۔

9.9 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو مکمل کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ عصبی لسانیات (neurolinguistics) زبان اور دماغی تعلقات کا مطالعہ ہے۔اس کا مقصد زبان کے علم اور استعمال کے لیے اعصابی اساسوں کی فہم اور وضاحت کرنا ہے۔

☆ عصبی لسانیات دماغی فنکشن کے مختلف پہلوؤں سے زبان اور ترسیل (Communication) کے تعلق کا مطالعہ کرتی ہے۔

☆ عصبی لسانیات کا نفسیات سے بہت گہرا تعلق ہے، لیکن یہ دماغ کے مطالعے پر زیادہ توجہ مرکوز کرتی ہے۔

☆ لسانیات اور دیگر مضامین کے درمیان کا مطالعہ جس کا تعلق دماغ سے ہے وہ بنیادی طور پر علمی نفسیات، عصبی نفسیات اور علمی نیوروسائنس ہیں۔

☆ عصبی لسانیات کا آغاز عام طور پر انیسویں صدی کے نیورولوجسٹ neurologist پال بروکا نے زبان کی خرابی اور دماغی نقصان (Brain Damage) کے درمیان تعلق کے اپنے مشاہدات کے ساتھ کیا تھا۔

☆ دماغ کے سب سے اہم حصے بائیں کان کے اوپر والے حصے میں ہوتے ہیں۔

☆ ایک فرانسیسی طبیب سرجن پال بروکا نے 1860 کی دہائی میں بتایا کہ دماغ کے اس مخصوص حصے کو پہنچنے والے نقصان کا تعلق تقریر پیدا (speech production) کرنے میں انتہائی دشواری سے ہے۔

☆ کارل ورنک ایک جرمن ڈاکٹر تھے جنھوں نے 1870 کی دہائی میں بتایا کہ دماغ کے Wernicke's area میں نقصان ان مریضوں میں پایا جاتا ہے جن کو بامعنی الفاظ بولنے میں دشواری ہوتی ہے۔

☆ کارل ورنک ایک جرمن ڈاکٹر تھے جنھوں نے 1870 کی دہائی میں بتایا کہ دماغ کے Wernicke's area میں نقصان ان مریضوں میں پایا جاتا ہے جن کو بامعنی الفاظ بولنے میں دشواری ہوتی ہے۔

☆ Dyslexia کا تعلق بنیادی طور پر پڑھنے کی خرابی سے ہے۔

☆ الیکسیا سے مراد ریڈنگ ڈس آرڈر (Reading disorder) ہے جو دماغی نقصان (Brain damage) کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اس سے پہلے مریض نارمل ہوتا ہے۔

☆ Dysgraphia بنیادی طور پر زبان کے لکھے جانے کی خرابی سے متعلق ہے۔

☆ ڈیمنشیا سے مراد ''دماغی نقصان (brain damage) ''{جو کہ دماغی چوٹ سے مختلف ہے} کے نتیجے میں علمی کمی (cognitive decline) ہے۔

9.10 کلیدی الفاظ

الفاظ		معنی
عصبی لسانیات	:	زبان اور دماغی تعلقات کا مطالعہ

افیزیا	:	کسی قسم کی زبان کی خرابی
Language Disorder	:	زبان کے استعمال کسی قسم کا نقصان
زبان کے حصول	:	زبان کوقدرتی طور پر حاصل کرنے کا عمل
Critical Period	:	زبان کو Acquire کرنے کا سب سے مفید دور۔
Anomia	:	صحیح لفظ یا کسی کا نام تلاش کرنے میں دشواری

9.11 نمونہ امتحانی سوالات

9.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ عصبی لسانیات کیا ہیں؟

2۔ "Aphasia" کی تعریف بیان کریں۔

3۔ Left hemisphere میں چوٹ لگنے سے زبان کس طرح متاثر ہوگی؟

4۔ "Broca's Aphasia" کی تعریف بیان کریں؟

5۔ (speech production) کس Aphasia سے متاثر ہوگا؟

6۔ کس قسم کی ''Aphasia'' سمعی فہم (auditory comprehension) میں دشواری ہوتی ہے؟

7۔ مختصراً کوڈ مکسنگ (Critical Period) پر بحث کریں۔

8۔ مناسب مثال کے ساتھ Language disorder کو بیان کریں۔

9۔ Wernicks Aphasia کیا ہے؟

10۔ "Broca's Aphasia" کا تصور کس نے دیا؟

9.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

1۔ Wernicks Aphasia پر ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

2۔ Conduction Aphasia کی تعریف کریں۔

3۔ "Demensia" پر ایک نوٹ لکھیں۔

4۔ Parkinson’s کی بیماری سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

5۔ Dysgraphia کی وضاحت کریں۔

6۔ " pidgin" کیا ہے؟

9.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

1۔ ''دماغ میں زبان کے علاقے'' پر ایک مضمون لکھیں۔

2۔ Aphasia کیا ہے؟اس کے مختلف اقسام بیان کریں۔

3۔ ’’Critical Period ‘‘پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں۔

9.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	اردو لسانیات	ڈاکٹر شوکت سبزواری
2۔	عام لسانیات	پروفیسر گیان چند جین
3 ۔	اردو لسانیات	نصیر احمد خان
4-	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں
5۔	عمومی لسانیات	عبدالسلام

1. Beg, M. K. A. (1991). Psycholinguistics and Language Acquisition. Cambridge: Cambridge University Press.

2. Caplan, D. (1987). Neurolinguistics and Linguistic Aphasiology. Cambridge: Cambridge University Press.

3. Obler, L. K. and Gjerlow, K. (1999). Language and Brain. New York: Cambridge University Press.

4. Reed, V. A. (2018). An Introduction to Children with Language Disorders. New York: Pearson.

اکائی 10: تاریخی لسانیات

اکائی کے اجزا

10.0 تمہید
10.1 مقاصد
10.2 تقابلی طریقہ کار (Comparative method)
10.3 زبانوں کی درجہ بندی (Classification of languages)
10.3.1 نسبی درجہ بندی(Genealogical classification)
10.3.2 نوعی درجہ بندی(Typological classification)
10.4 لسانی خاندان (Language Family)
10.4.1 ہند-یورپی لسانی خاندان (Indo-european language family)
10.4.2 دراویڈین لسانی خاندان (Dravidian language family)
10.4.3 آسٹروایشیاٹک لسانی خاندان (Austro-asiatic language family)
10.4.4 تبتّی برمن لسانی خاندان (Tibeto-Burman language family)
10.5 صوتی تبدیلی (Sound change)
10.5.1 ترتیب وار تبدیلی(Sequential change)
10.5.2 ضعیفی اور حذفی(Weakening and deletion)
10.5.3 شق (Split)
10.5.4 انضمام(Merger)
10.5.5 منتقلی(Shift)
10.5.6 مماثلت(Analogy)
10.5.7 معنیاتی تبدیلی (Semantic Change)
10.6 اکتسابی نتائج
10.7 کلیدی الفاظ
10.8 نمونہ امتحانی سوالات

10.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

10.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

10.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

10.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

10.0 تمہید

تاریخی لسانیات (Historical linguistics) جدید لسانیات کے قدیم ترین مرجع (Antecedent) میں سے ایک ہے۔ یہ لسانیات کی وہ شاخ ہے جو زبان کی ترقی اور تبدیلی پر مرکوز ہے۔ زبان کا تاریخی مطالعہ بہت پرانا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انیسویں صدی زبانوں کے تقابلی اور تاریخی مطالعہ کا دور تھا، خاص طور پر ہند-یورپی (Indo-European) زبانوں کے۔

یوروپ میں تاریخی کاموں کا آغاز دانتے (1265-1321) کے ساتھ ہوا لیکن 1786 کے آخر میں سر ولیم جون کے ذریعہ سنسکرت اور یورپ کی بہت ساری زبانوں کے درمیان تعلقات کی بنیاد دریافت ہوئی جس نے تاریخی مطالعہ کے لئے ایک منظم اور مسلسل راستہ ہموار کیا۔ سر ولیم جون نے یہ رائے ظاہر کی کہ سنسکرت اور ہند-یورپی زبانوں کے مشترکہ آبا و اجداد ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ مشترکہ لسانی خصوصیات کا اشتراک کرتے ہیں، اور اسی کے ساتھ ساتھ، 18ویں اور 19ویں صدی کے دوران اس نے تاریخی لسانیات کے باضابطہ افتتاح کیا۔ سر ولیم جون کی شراکت خاص طور پر تقابلی لسانیات (Comparative linguistics) اور عمومی طور پر تاریخی لسانیات کی ترقی میں اہم ہے۔ اس وقت کے لوگوں کا خیال تھا کہ دنیا کی تمام جدید زبانیں بائبل کے زمانے کی زبان عبرانی سے جا ملتی ہے۔ سر ولیم جونز نے اس خیال کو رد کر دیا اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی (Royal Asiatic Society) میں 1786 میں اپنے خیالات پیش کیے کہ "سنسکرت زبان خواہ وہ کتنی بھی قدیم زبان ہو لیکن وہ ایک ہی خاندان (ہند-یورپی) میں شامل ہو سکتی ہے"۔ سر ولیم جونز نے ''ماقبل زبان'' (Proto Language) کا تصور بھی دیا تھا۔

19ویں صدی میں تاریخی لسانیات کے کاموں کے لیے چار مشہور اسکالرز ہیں {D.R. Rask(1787-1832)}، {J. Grimms(1785-1863)}، {F. Bopp (1791-1867)} اور {Humboldt(1767-1835)}۔ ہند-یورپی کی تاریخی و تقابلی لسانیات درحقیقت راسک Rask اور گریم Grimm کے ساتھ شروع ہوئی۔ یہ لوگ سائنسی تاریخی لسانیات کے بانی مانے جاتے ہیں۔ فرانز بوپ (Franz Bopp) نے زبانوں کے لسانی نظاموں کے درمیان خط و کتابت کا استعمال کرتے ہوئے ان زبانوں (سنسکرت اور ہند یورپی) کے درمیان تولیدی نسبت (Genetic relationship) کو قائم کر کے ابتدائی اقدام کیا۔ اسی دوران، جیکب گریم نے جرمن اور دیگر ہند یورپی زبانوں کے مصمّتوں (Consonants) کے درمیان متعلقہ آوازوں کا مطالعہ کیا، اس طرح ''گرم کا اصول'' Grimm's Law تجویز کیا۔ ''گرم کا اصول'' Grimm's Law اور اس کی مستثنیات (Exceptions) 19ویں صدی میں ماہر لسانیات کی ایک بڑی مصروفیت رہی۔ بوپ Bopp نے اپنے مقاصد کو متعلقہ زبانوں کی تقابلی وضاحت، ان کو چلانے والے اصولوں کی تحقیقات اور ان کی تصریفی شکلوں (Inflectional forms) کی ابتدا میں گزار دیا۔ ہمبولٹ (Humboldt) کی ''Tripartite language typology'' اور اگست شلیچر August Schleicher بھی تاریخی تقابلی لسانیات کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگست شلیچر نے

ایک نظریہ دیا جس کا نام ''The Stammbaum theory'' یا ''genelogically Tree Modal'' تھا۔ جس کے ذریعے اس نے مادری زبان اور معروف ہند یورپی زبانوں کے درمیان تعلقات کا تعین کیا۔ 1970 کی دہائی کے دوران، نوجوان ماہر لسانیات کا ایک گروپ، جن میں سے اکثر شلیچر کے طالب علم تھے، اس دلیل کے ساتھ سامنے آئے کہ صوتی تبدیلیوں کی وضاحت 'صوتی اصولوں (Sound Laws) سے کی جا سکتی ہے۔ وہ اسکالرز ''Neogrammarians'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ (1975) Verner's Law Neogrammarian hypothesis کے لیے ایک مشہور ثبوت ہے۔ شمٹ Schmidt نے 1972 میں ایک متبادل ماڈل 'Wave Modal' تجویز کیا، جس میں اس نے دعویٰ کیا کہ لسانی خصوصیات لہروں کی طرح پھیلتی ہیں اور اس طرح ماقبل زبانوں (Proto Languages) کے درمیان سرحدیں مسلسل بدل رہی ہیں۔

زبانوں کا موازنہ 19 ویں صدی میں لسانیات کا ایک اہم موضوع ہے۔ نسبی موازنہ (Genealogical Comparison) کا مقصد زبان کے خاندانوں کو قائم کرنا، غیر تصدیق شدہ ماقبل زبانوں Proto Languages کی تشکیل کرنا ہے۔ تاریخی لسانیات کے مطالعے میں تحریری ریکارڈ کو ہمیشہ غیر متنازعہ اہمیت دی جاتی تھی۔ پرانے تحریری ریکارڈوں کی تاریخی تحقیقات کئی طریقوں سے کی جا سکتی ہیں، مثال کے طور پر، صوتی تبدیلیوں کی دستاویز کرکے، وراثت میں ملی آوازوں (Inherited sounds) کو مستعار آوازوں سے الگ کرکے، تبدیلیوں اور مستعاریت (Borrowing) کو نوٹ کرکے (Campbell)۔ تاریخی لسانیات کے پانچ اہم خدشات ہیں۔

1۔ مخصوص زبان میں تبدیلیوں کو دیکھنے کے لیے وجوہات کی وضاحت کرنا۔

2۔ زبانوں کی ماقبل تاریخ کی تشکیل نو اور زبان کے خاندانوں سے ان کے تعلق اور گروہ بندی کا تعین کرنا۔

3۔ زبانیں کیسے اور کیوں تبدیل ہوتی ہیں اس بارے میں عمومی نظریات تیار کرنا۔

4۔ تقریری برادریوں کی تاریخ بیان کرنا۔

5۔ الفاظ کی تاریخ کا مطالعہ کرنا، یعنی ایٹیمولوجی۔

10.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

☆ طلبا کو تاریخی لسانیات کے بنیادی تصورات سے متعارف ہو سکیں۔

☆ لسانی خاندانوں کی بنیاد کے بارے میں سمجھ سکیں۔

☆ زبانوں کی نسبی اور نوعی درجہ بندی کا علم حاصل کر سکیں۔

☆ زبانوں کی ترقی اور زبان کی تبدیلی سے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔

10.2 تقابلی طریقہ کار (Comparative Method)

تقابلی طریقہ کار زبان کی پرانی شکل یا مرحلے کی تشکیل نو کی ایک تکنیک ہے۔ اس کا مقصد ایک آبائی زبان (Ancestor language) (اس کی آواز، گرامر، الفاظ وغیرہ) کی تشکیل نو کرنا ہے۔ (Daughter) زبانوں میں موجود شواہتوں سے آبائی زبان کے ساتھ

تولیدی نسبت (Genetic relationship) قائم کرنا۔ یہ زبان کی قبل از تاریخ اور تولیدی نسبت کے مطالعہ کے لیے بہت اہم ہے۔

غیر رسمی طور پر، تقابلی طریقہ کار اس طرح کام کرتا ہے کہ:

1۔ ہم سب سے پہلے معائنہ کے ذریعے فیصلہ کرتے ہیں کہ بعض زبانیں شاید تولیدی طور پر ایک دوسرے سے متعلق ہیں اور اسی لیے وہ ایک مشترکہ آبائی زبان سے نکلی ہیں۔

2۔ جن زبانوں کا ہم نے موازنہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے ہم ان زبانوں سے ملتے جلتے معانی والے الفاظ کو ساتھ رکھتے ہیں۔

3۔ پھر ہم ان کی جانچ کرتے ہیں کہ کیا منظّم مطابقت (Systematic correspondence) دکھائی دیتی ہے۔

4۔ ہم دستیاب شدہ منظّم مطابقت کے گروپ تیار کرتے ہیں۔

5۔ ہمیں ملنے والی ہر مطابقت کے لیے، ہم آبائی زبان میں ایک قابل فہم نظر آنے والی آواز فرض کرتے ہیں، جو مناسب طور پر ان آوازوں میں تبدیل ہوسکتی ہے جو کئی ''Daughter languages'' میں پائی جاتی ہیں، اس دوران ان آوازوں کی صوتیاتی تبدیلی کو ذہن میں رکھتے ہیں۔

6۔ مختلف ''Daughter languages'' میں زندہ رہنے والے ہر لفظ کے لیے، ہم نمبر (5) کے نتائج کو دیکھتے ہیں اور اس طرح یہ طے کرتے ہیں کہ آبائی زبان میں اس لفظ کی شکل کیا رہی ہوگی۔

7۔ آخر میں، ہم نمبر (5) اور (6) کے نتائج کو دیکھتے ہیں تا کہ معلوم کیا جا سکے کہ آبائی زبان میں بظاہر آوازوں کا کون سا نظام تھا اور ان آوازوں کو ملانے کے کیا اصول تھے۔

عملی طور پر اس کام کو انجام دینا اتنا اسان نہیں ہے جتنا ہمیں مندرجہ بالا بیان سے محسوس ہو رہا ہے بلکہ عملی طور پر، تقابلی طریقہ کار کے کامیاب استعمال کے لیے تمام زبانوں (جن زبانوں موازنہ کیا جا رہا ہے) سے بڑی مقدار میں الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔

10.3 زبانوں کی درجہ بندی (Classification of Languages)

لسانیات میں زبانوں کی درجہ بندی کے دو اہم طریقے ہیں- نوعی درجہ بندی (Typological classification) اور نسبی درجہ بندی (Genealogical classification)۔ نوعی درجہ بندی عالمگیر مماثلت پر غور کرتی ہے۔ جبکہ نسبی درجہ بندی زبانوں کو ان کے جینیاتی تعلق یا تولیدی نسبت کی بنیاد پر الگ کرتی ہے۔

10.3.1 نسبی درجہ بندی (Genealogical Classification)

زبانوں کی درجہ بندی یا گروہ بندی کو ایک عام اصل (Common origin) یا آبائی زبان کے مفروضے کے مطابق نسبی درجہ بندی یا جینیاتی درجہ بندی کے طور پر جانا جاتا ہے۔ دو زبانوں کو جینیاتی طور پر متعلق زبانیں کہا جا سکتا ہے اگر وہ مشترکہ آباؤ اجداد کا اشتراک کریں۔ جو خصوصیات انہیں اپنے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملی ہیں ان کی بنیاد پر زبانوں کو مختلف خاندانوں میں درجہ بند کیا گیا ہے۔ نسبی درجہ بندی دو یا زیادہ زبانوں میں ایک جیسی خصوصیات پر مبنی نہیں ہے بلکہ غیر عالمگیر عناصر کے درمیان بار بار ہونے والی مطابقت پر مبنی ہے۔

زبانوں اس سلسلے میں، متجانسات (cognates) کو جینیاتی تعلق کے بہترین اشارے سمجھا جاتا ہے۔

زبانوں کے درمیان مماثلت کی وضاحت یہ کہہ کر کی جاتی ہے کہ ماضی میں ان زبانوں کے درمیان قطعی رابطہ تھا۔ یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ نسب کی درجہ

بندی ایک حقیقت (Fact) اور مفروضے (Hypothesis) پر مبنی ہے۔

حقیقت: زبانیں ایک دوسرے سے قابل ذکر مماثلتیں ظاہر کرتی ہیں اور یہ مماثلت کسی تبدیلی یا مستعاریت کی وجہ سے نہیں ہوسکتی۔

مفروضہ: یہ زبانیں ایک زبان کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ زبانیں کبھی ایک ہی زبان تھیں اور اس زبان کو ان کی مادری زبان (Parent language) / آبائی زبان (Ancestor language) / عام زبان (Common language) کے طور پر جانا جاتا ہے۔

مشترکہ زبان کا تصور 1786 میں سر ولیم جونز نے پیش کیا تھا۔ انہوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سنسکرت زبان جو بھی ہو اس کی قدیم شکل یونانی اور لاطینی زبانوں سے کافی مماثلت رکھتی ہے۔ اور وہ ایک مشترکہ وسیلہ (Common source) سے نکلے ہوں گے جو شاید اب موجود نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان زبانوں کا تعلق جینیاتی طور پر ایک ہی خاندان سے ہے کیونکہ وہ عام زبان یعنی آبائی زبان سے نکلی ہیں اور وہ وہ عام زبان وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہی ہے۔ زبان کی مقدار وقت کی لمبائی، جیسے عوامل جغرافیائی علیحدگی کی ڈگری، مستعاریت اور دوسری زبانوں کے ساتھ رابطے کی مقدار جیسے عوامل پر منحصر ہوگی۔

جب کسی زبان کا کوئی ہم رشتہ زبان زندہ یا ریکارڈ میں محفوظ نہ ہو تو اسے لسانی انفصال (Linguistic isolate) کہا جاتا ہے۔ سب سے مشہور لسانی انفصال کی مثال باسک (Basque) زبان ہے، یہ زبان شمالی سپین اور جنوبی فرانس میں بولی جاتی ہے۔ اس لیے باسک کو کسی بھی زبان کے خاندان کو تفویض نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر کچھ اور زبانیں منفصل ہیں۔ مثلاً شمالی جاپان کی عینو (Ainu)، پاکستان میں بولی جانے والی بروشاسکی (Burushaski) اور سائبیریا میں بولی جانے والی گلیاک (Gilyak)۔

10.3.2 نوعی درجہ بندی (Typological Classification)

نوعی درجہ بندی زبانوں کو ان کی ساختی خصوصیات کے مطابق زمروں میں تقسیم کرتی ہے۔ 19 ویں صدی کے دوران اور اس کے بعد نوعی درجہ بندی اکثر استعمال میں آئی ہے۔ بنیادی طور پر یہ نظام زبانوں کے ایک گروپ کو اکٹھا کرتا ہے جو زبانوں کی کچھ اہم خصوصیات جیسے کہ صوتیات، قواعد اور لغت کا اشتراک کرتا ہے۔ یہ تاریخی اصل یا جغرافیائی محل وقوع کا معیار استعمال نہیں کرتا۔ نوعی درجہ بندی مختلف سطحوں پر زبانوں کی مشترکہ خصوصیات اور ساخت کی ہم شکلیت (isomorphism) کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

سب سے مشہور نوعی درجہ بندی شاید غیر ترکیبی یا انفصالی (Isolating)، امتزاجی (Agglutinating)، اور تصریفی (Inflecting) یا ادغامی (Fusional) زبانوں کی ہے، جس کا ذکر 19 ویں صدی میں زبان کی نشو ونما کے ارتقائی نظریہ کی حمایت میں کثرت سے کیا گیا۔

موٹے طور پر، ایک غیر ترکیبی یا انفصالی زبان وہ ہوتی ہے جس میں تمام الفاظ صرفیاتی طور پر غیر تجزیاتی (Unanalyzable) ہوتے ہیں (یعنی، جس میں ہر لفظ ایک ہی صرفی شکل (Morph) پر مشتمل) چینی اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز طور پر، ویتنامی انتہائی غیر ترکیبی ہیں۔ ایک امتزاجی زبان (مثال کے طور پر، ترکی) وہ ہے جس میں لفظ کی شکلوں کو صرفی شکلوں (Morphs) میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، جن میں سے ہر ایک صرفی شکل ایک مخصوص قواعدی زمرے کی نمائندگی کرتی ہے۔ ایک تصریفی زبان وہ ہوتی ہے جس میں مخصوص الفاظ کے حصوں اور مخصوص قواعدی

زمروں کے درمیان ایک دوسرے سے کوئی میل نہیں ہوتا ہے۔ پرانی ہند-یورپی زبانیں اس معنی میں تصریفی ہوتی ہیں۔

10.4 لسانی خاندان (Language Family)

لسانی خاندان جینیاتی طور پر متعلقہ زبانوں کا ایک گروپ ہے۔ وہ زبانیں جو مشترکہ آباؤاجداد (Common ancestor) سے پیدا ہونے کی وجہ سے قرابت (Kinship) کا اشتراک کرتی ہیں وہ جینیاتی طور پر متعلق سمجھی جاتی ہیں۔

زبانوں کے مشترکہ اجداد (Common ancestor) کو مقابل زبان (Proto language) کہا جاتا ہے۔ مقابل زبان دو یا تین بولیوں میں بٹ گئی، جو وقت گزرنے کے ساتھ بہت مختلف ہوگئی تھیں جواب باہمی تفہیم (Mutually intelligible) نہیں تھیں۔ یہ کئی سالوں تک جاری رہا اس طرح بڑے لسانی خاندانوں کا جنم ہوا۔ اس دوران ان کے آباؤاجداد (Ancestors) میں سے زیادہ تر معدوم ہو چکے ہوں گے۔ لسانی خاندان کی نمائندگی کرنے کے لیے، زبانوں کو شجری خاکے (Tree diagram) میں رکھا جاتا ہے اور یہ تولیدی نسبت پر منحصر ہوتا ہے۔

10.4.1 ہند-یورپی لسانی خاندان (Indo-european language family)

ہند-یورپی زبانوں کے قدیم ترین خاندانوں میں سے ایک ہے جس کا وسیع پیمانے پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس خاندان کو نامزد کرنے کے لیے مختلف نام استعمال کیے گئے ہیں۔ اب سب سے زیادہ استعمال ہونے والی اصطلاح ہند-یورپی ہے، جو زیادہ واضح طور پر خاندان کی جغرافیائی حد کو بتاتی ہے۔ مادری زبان جس سے ہند-یورپی زبانیں نکلتی ہیں تاریخ کے طلوع ہونے سے پہلے ہی منقسم اور بکھر چکی تھیں۔ جب ہم مختلف لوگوں سے ملتے ہیں جن کے ذریعہ یہ زبانیں بولی جاتی ہیں تو وہ اپنی سابقہ وابستگی کے بارے میں تمام معلومات کھو چکے ہیں۔ نتیجتاً ہمارے پاس عام ہند-یورپی (Common Indo-European) زبان کا کوئی تحریری ریکارڈ نہیں ہے۔ تاہم، اس کی اولاد (Descendants) کے تقابل سے، اس کے بارے میں ایک منصفانہ خیال پیدا کرنا اور اس کی لغت (Lexicon) اور تصریف یا گردان (Inflections) کی قابل فہم تعمیر نو ممکن ہے۔ اب تک جو زبانیں زندہ بچ گئی ہیں وہ ایک دوسرے سے مماثلت کے مختلف درجات دکھاتی ہیں، مماثلت ان کی جغرافیائی تقسیم سے کم وبیش براہ راست تعلق رکھتی ہے۔ اس کے مطابق وہ گیارہ پرنسپل گروپس میں آتی ہیں: ہندوستانی، ایرانی، آرمینیائی، ہیلینک، البانوی، اٹالک، بالٹوسلاوی، جرمن، سیلٹک، ہٹائٹ، اور ٹوچارین۔

ہندآریائی زبانیں جنوبی ایشیا کے سب سے بڑے رقبے پر قابض ہیں۔ یہ زبانیں بنیادی طور پر ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، سری لنکا اور مالدیپ کے جزائر میں تقریباً 640 ملین لوگوں کے ذریعہ بولی جاتی ہیں (میسیکا 1991)۔ ہندآریائی زبانوں سے تعلق رکھنے والی زیادہ تر زبانیں ہندی، بنگلہ، پنجابی، مراٹھی، اردو، اڑیہ، سندھ، آسامیہ، سنہالا، نیپالی، دردک، گجراتی، کشمیری، کونکنی، میتھلی، ماگھی، کانگڑی، ڈوگری وغیرہ ہیں۔

ہندآریائی زبانیں جیسے۔ ہندی، مراٹھی، نیپالی، سنسکرت وغیرہ دیوناگری (Devanagari) میں لکھی جاتی ہیں، براہمی (Brahmi) کا مشتق بنگلہ، آسامیہ، اڑیہ، سنہالا وغیرہ لکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اردو، سندھی اور کشمیری عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں۔ گرومکھی رسم الخط میں پنجابی اور رومن رسم الخط کو کونکنی لکھنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ہندآریائی زبانیں SOV ورڈ آرڈر (Word order) کے ساتھ آخری

مرکوزہ (Head final) ہیں۔

10.4.2 ڈراویڈین لسانی خاندان (Dravidian Language Family)

رابرٹ کالڈویل (1856، 3rd edn، 1956 repr. :6–3) نے ہند-آریائی (انڈو-یورپی کی ایک شاخ) کے بعد 'دراوڑی' (Dravidian) کو بڑے لسانی خاندان کے نام کے طور پر استعمال کیا، جو برصغیر پاک و ہند میں بولی جاتی ہے۔ دراوڑی زبانیں تقریباً 200 ملین لوگوں کے ذریعہ بولی جاتی ہیں جو زیادہ تر مشرقی اور وسطی ہندوستان کے جنوبی ہندوستانی حصوں میں آباد ہیں۔ شمالی دراوڑی زبان ''براہوئی'' بولنے والے لوگوں کا ایک چھوٹا گروہ پاکستان میں بھی آباد ہے۔ دراوڑی زبان کا خاندان تعداد کے لحاظ سے پانچواں بڑا خاندان ہے۔ یہ کم ازکم چھبیس زبانوں پر مشتمل ہے جو بنیادی طور پر جنوبی ایشیا میں بولی جاتی ہیں۔ چار اہم دراوڑ زبانیں- تیلگو، تمل، ملیالم اور کنڑ ہیں جن کی اپنی ادبی تاریخ اور مخصوص رسم الخط ہے۔

دراوڑی زبانوں میں بندشیہ (Stop)، انفی (Nasal)، پہلوئی (Laterals)، ارتعاشیہ (Trill)، غیر صفیری جاریے (Approximant) اور نیم مصوّتہ (Semi-vowel) ہیں۔ ان میں مکعوس (Retroflex) آوازیں بھی ہیں جو برصغیر پاک و ہند کی زبانوں کی ایک خصوصیت ہے۔ دراوڑی زبانیں فطرتی طور پر امتزاجی (Agglutinating) ہوتی ہیں۔ یہ آخری مرکوزہ (Head final) یا بائیں شاخ (Left branching) کی زبانیں ہیں۔

10.4.3 آسٹروایشیاٹک لسانی خاندان (Austro-asiatic Language Family)

آسٹرو ایشیاٹک لسانی خاندان تین شاخوں میں تقسیم ہے، یعنی۔ منڈا (Munda)، نکوباریس (Nicobarese) اور مونکھیمر (Monkhemer) زبانیں۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً 90 ملین لوگ آسٹروایشیاٹک زبانیں بولنے والے ہیں، جن میں سے 70 ملین سے زیادہ ویتنامی، 10 ملین کھمیر اور تقریباً 50 لاکھ سنتالی بولتے ہیں۔

منڈا آسٹروایشیاٹک لسانی خاندان کی مغربی شاخ ہے جو جنوبی ایشیا میں پرانی آبادی کے لوگوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ منڈا بولنے والے اڑیسہ، جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، مغربی بنگال، اتر پردیش، آندھرا پردیش اور مہاراشٹر میں پائے جاتے ہیں۔ سنتالی، جو کہ ایک شمالی منڈا زبان ہے، یہ آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑی منڈا زبان ہے۔ منڈا زبانیں SOV لفظی ترتیب کے ساتھ آخری مرکوزہ (Head final) زبانیں ہیں اور اس لیے یہ جارِ موخری (Postpositional) زبانیں ہیں۔ جو فطرتی طور پر امتزاجی (Agglutinating) ہوتی ہیں۔

آسٹروایشیاٹک لسانی خاندان کی مشرقی شاخ Monkhemer ہے۔ Gerard Diffloth نیر مونکھیمر (Monkhemer) زبانوں کی بارہ شاخوں میں درجہ بندی کی گئی ہے، یعنی۔ Khasi، Paaungic، Monic، Khmuic، Viet-Muong، Katuic، Bahnaric، Pearic، Khemer، Jahaic، Semoic اور Semelaic۔ کھاسی (Khasi)، میگھالیہ میں بولی جانے والی واحد مونکھیمر زبان ہے جو ہندوستان کی بائیس سرکاری زبانوں کی فہرست میں شامل ہے۔

10.4.4 تبّتی برمن لسانی خاندان (Tibeto-Burman language family)

تبّتی برمن زبانیں جنوبی ایشیا کے وسیع علاقے بشمول بنگلہ دیش، بھوٹان، نیپال، شمالی ہندوستان، شمال مشرقی ہندوستان اور پاکستان میں

بولی جاتی ہیں۔ جنوبی ایشیا میں تبّتی برمن زبانوں کا وسیع پیمانے پر مطالعہ یا دستاویز کی شکل نہیں دی گئی ہے۔اس لیے ان زبانوں کی درجہ بندی ایک مشکل کام ہے۔شیفر (1994) نے تبّتی برمن زبانوں کو چھ گروپوں میں تقسیم کیا: سینیٹک (Sinitic)، بوڈک (Bodic)، برمک (Burmic)، باریک (Baric)، کیرن (Karen) اور ڈائیک (Daic)۔

تبّتی برمن زبانوں میں بندشیہ (Stop)، انفی (Nasal)، جاریہ (Continuent) اور نیم مصوّتہ (Semi-vowel) ہوتے ہیں۔تبّتی برمن زبان کے خاندان میں زیادہ تر الفاظ یک صوت رکنی (Monosyllabic) ہیں اور وہ لغوی تان (Lexical tone) کے مالک ہیں۔ یہ زبانیں واحد (Singular)، تثنیہ (Dual) اور جمع (Plural) عدد (Number) کی تفریق کو ظاہر کرتی ہیں۔تمام زبانیں جو اس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، سوائے کیرن اور بائی (Karen and Bai) (SVO لفظی ترتیب) SOV لفظی ترتیب کی پیروی کرتی ہیں۔

10.5 صوتی تبدیلی (Sound Change)

اگرچہ گرامر کے تمام اجزا وقت کے ساتھ تبدیل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن تبدیلی کی کچھ اقسام دوسروں کے مقابلے زیادہ واضح نتائج پر مبنی ہوتی ہیں۔ کسی زبان کی صوتیات میں تغیر اور تبدیلی (Variation and change) خاص طور پر نمایاں ہوتی ہے۔آواز کی تبدیلی کی کئی عام اقسام کو پہچانا جاسکتا ہے۔

زیادہ تر صوتی تبدیلیاں مخصوص صوتیاتی ماحول میں کسی زبان کے صوتی نمونے (Sound pattern) میں ''باریک تغیر'' (Subtle alteration) سے شروع ہوتی ہیں۔

10.5.1 ترتیب وار تبدیلی (Sequential change)

10.5.1.1 ادغام (Assimilation)

ترتیب وار تبدیلی کی سب سے عام قسم ادغام ہے، جس کے اثر سے تلفّظی حرکات میں آسانیوں ذریعے تلفّظ کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

انضمام

ہسپانوی اور لاطینی (Spanish and Latin) میں مقام تلفظ (Point of Articulation) کے تحت ادغام:

یہاں، ہسپانوی اور لاطینی مثالوں میں انفی ادغام (Nasal assimilation) کو مندرجہ ذیل کنسونٹ میں مقام تلفظ کے تحت دکھایا گیا ہے۔

Old Spanish *semda* **Modern Spanish** *senda* =path

Early Latin *inpossibilis* **Later Latin** **impossibilis** =impossible

قدیم انگریزی میں ادغام

مندرجہ ذیل مثالوں میں پرانی انگریزی کے مسموعی ادغام (Voicing assimilation) اور انفی ادغام کو دکھایا گیا ہے۔

(جہاں فونیم /f/ فونیم /m/ میں تبدیل ہو جائیگا اگر وہ فونیم /n/ کے سامنے ہوگا)۔

Early Old English **Later Old English**

slapte =slept‘	*slapde*
stemn =stem (of a plant)‘	*stefn*

اطالوی میں مکمل ادغام

Italian	Latin
otto =eight‘	*octo* (c = [k])
sette =seven‘	*septem*
danno =damage	*damnum*

10.5.1.2 خلافِ ادغام (Dissimilation)

خلافِ ادغام، ایک ایسا عمل ہے جس کے تحت ایک قطعہ (Segment) دوسرے قطعہ کے ماحول میں کچھ اس کی طرح بن جاتا ہے، یہ ادغام کے مقابلے کم کثرتی ہے۔ اس قسم کی تبدیلی عام طور پر اس وقت ہوتی ہے جب ''Close proximity'' میں دو ایک جیسی آوازوں کو بیان کرنا یا محسوس کرنا مشکل ہوتا ہو۔ مثال کے طور پر لیٹ لاطینی میں لفظ (amna) 'روح' کو ہسپانوی میں (ama) میں تبدیل کر دیا گیا، اس طرح دو لگاتار انفی مصمتوں سے اجتناب کیا گیا۔

ادغام کی طرح، خلافِ ادغام بھی غیر متصل قطعات (Non-adjacent segments) کو متاثر کرنے کے لیے فاصلے پر کام کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، لاطینی لفظ *arbor* 'tree' ہسپانوی میں *arbol* اور اطالوی میں *albero* بن گیا، اس طرح متصل صوت رکن (Adjacent syllable) میں /r/ کی دو مثالوں کو واقع ہونے سے گریز کیا گیا۔ (اس کے برعکس، فرانسیسی میں خلافِ ادغام واقع نہیں ہوتا، جہاں *arbre* نے r کی دونوں صورتیں برقرار رہتی ہیں۔)

10.5.1.3 حشو (Epenthesis)

حشو ایک اور عام صوتی تبدیلی ہے، جہاں ایک مخصوص ماحول میں ایک مصوتے یا مصمتے کا داخل کرنا شامل ہے۔ بعض صورتوں میں، حشو سے مراد آنے والی آواز کی پیش بینی (Anricipation) ہے۔

پرانی انگریزی میں Epenthesis

Earlier form	**Change**	**Later form**
ganra	*VnrV > VndrV*	*gandra* =gander‘
simle	*VmlV > VmblV*	*simble* =always‘
amtig	*VmtV > VmptV*	*amptig* =empty‘

ان مثالوں میں، حشو (epenthetic) [d],[b], اور [p] کا مقامِ تلفظ سابقہ (Preceding) انفی آواز کے لحاظ سے ہے۔ لیکن صوت اور انفی کے لحاظ سے وہ درج ذیل (Following) قطعہ (Segment) سے متفق ہے۔ اس لیے حشو (epenthetic) قطعہ دونوں

طرف کے حصوں کے درمیان منتقلی کے لیے ایک پل(Bridge) کا کام کرتا ہے۔

10.5.1.4 تقلیب(Metathesis)

تقلیب سے مراد قطعات (Segments) کی متعلقہ پوزیشننگ میں تبدیلی ہے۔ یہ تبدیلی، ادغام **(Assimilation)** اور خلافِ ادغام (Dissimilation)، کی طرح ہی متّصل (Adjacent) اور فاصلے پر واقع قطعات کو متاثر کرتی ہے۔

پرانی انگریزی میں متّصل قطعات (Adjacent segments) کا تقلیب۔

پہلے کی شکل	بعد کی شکل	
wæps	wæsp	"wasp"
þridda	þirdda	"third"

10.5.2 ضعیفی اور حذفی(Weakening and Deletion)

مصوتہ اور مصمتہ، دونوں مکمل طور پر حذف ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف ضعیفی(Weakening) کے عمل کے لیے بھی حساس ہیں۔ ہم سب سے پہلے مصوتوں پر ان عمل کے اثرات کا بیان کریں گے اور پھر مصمتوں پر۔

مصوتہ حذف کرنے میں عام طور پر لفظ کا حتمی مصوتہ(apocope) یا لفظ کا اندرونی مصوتہ(syncope) شامل ہوتا ہے۔ غیر تاکیدی صوتی رکن(unstressed syllable) میں ایک مصوتہ خاص طور پر حذف ہونے کا حساس ہوتا ہے، خاص طور پر جب قریبی پڑوسی صوتی رکن ''تاکیدی''(Stressed) ہوتا ہے۔

فرانسیسی میں مصوتہ حذف(Vowel deletion) کرنے کا عمل

Apocope آخری مصوّتی حذف

French	Latin
cure [kyr] ="cure"	cu:ra
orner ="decorate"	o:rna:re
Syncope	**درمیانی حذف**
French	Latin
perdre ="lose"	pe:rdere
vivre ="live"	ve:vere

Syncope کے اثرات جدید انگریزی الفاظ جیسے'' vegetable ''، ''Interest'' اور''Family''میں درمیانی مصوتے کے حذف (Loss) سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

10.5.3 شق (Split)

بعض اوقات صوتی تبدیلی زبان کے صوتیاتی نظام میں فونیمز (Phonemes) کو شامل کرنے، ختم کرنے یا دوبارہ ترتیب کے بعد وجود میں آنے والی تبدیلیوں کا باعث بن سکتی ہے۔ اس طرح کی صوتیاتی تبدیلی میں شق (Split)، انضمام (Merger)، یا منتقلی (Shift) شامل ہو سکتے ہیں۔

ایک صوتیاتی **شق** میں، مشروطی ماحول (Conditioning environment) کے حذف (Loss) کی وجہ سے ایک ہی فونیم کے ایلوفون ایک دوسرے سے متضاد ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایک یا زیادہ نئے فونیم پیدا ہوتے ہیں۔

انگریزی فونیم /ng/ ایک صوتیاتی تقسیم کا نتیجہ تھا۔ اصل میں، /ng/ صرف /n/ کا ایلوفون تھا جو ایک velar consonant سے پہلے ظاہر ہوتا تھا۔ درمیانی انگریزی کے دوران، تلفظ کے حذف ہونے کے نتیجے میں انفی حرف کے بعد لفظ کی آخری پوزیشن میں /g/ کا حذف ہوا، اور "Sing" الفاظ میں /ng/ کو حتمی آواز کے طور پر چھوڑ دیا۔

10.5.4 انضمام (Merger)

صوتیاتی انضمام میں، دو یا دو سے زیادہ فونیم ایک میں بدل جاتے ہیں، اس طرح زبان میں فونیم کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔ اوپر زیر بحث آڈٹوری (auditorily) پر مبنی متبادل کا معاملہ کائی انگلش میں یہ اثر رکھتا ہے، جہاں انٹرڈینٹل فریکیٹیو (interdental fricative) /u/ کی تمام مثالیں /f/ میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ نتیجتاً، فونیمز /u/ اور /f/ فونیم /f/ میں ضم ہو گئے ہیں اور *thin* اور *fin* جیسے الفاظ کی ایک ہی صوتیاتی شکل ہے۔

10.5.5 منتقلی (Shift)

ایک صوتیاتی **منتقلی** ایک تبدیلی ہے جس میں فونیمز کی ایک سیریز (Series) کو منظّم طریقے سے تبدیل کیا جاتا ہے تاکہ ایک دوسرے کے حوالے سے ان کی تنظیم کو تبدیل کیا جائے۔ ایسی تبدیلی کی ایک معروف مثال عظیم (Great) انگریزی "مصوتہ منتقلی" (Vowel Shift) کہلاتا ہے۔ درمیانی انگریزی دور سے شروع ہو کر اور اٹھارویں صدی تک جاری رہنے والی، زبان نے اپنے لمبے مصوتوں (Long vowels) میں کئی طرح کی تبدیلیاں کیں۔

Middle English	Great Vowel Shift	Modern English
/ti:d/	/i:/ > /aj/	/tajd/ ="tide"
/lu:d/	/u:/ > /aw/	/lawd/ ="loud"
/ge:s/	/e:/ > /i:/	/gis/ ="geese"
/sE:/	/E:/ > /i:/	/si/ ="sea"

Middle English	Great Vowel Shift	Modern English

/go:s/	/o:/ > /u:/	/gus/ =goose'
/na:ma/	/a:/ > /e:/	/nem/ =name'

10.5.6 مماثلت (Analogy)

آواز کی تبدیلی سے زبان کی مورفولوجی پر جو سخت اثرات پڑ سکتے ہیں وہ اکثر مماثلت کے ذریعے کم کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، پرانی انگریزی 'hand' کی جمع handa تھی۔

''Hand'' پر مصوتہ کی تخفیف (Vowel reduction) اور آخری مصوتی حذف (Apocope) کا اطلاق کرنے سے ایک جدید انگریزی جمع شکل ملے گی جو واحد شکل کی طرح ہے، یعنی "Hand"۔

پرانی انگریزی ''Handa '' (Hands) پر صوتی تبدیلیوں کا اطلاق

handa	
hande	**=vowel reduction**
hand	**=apocope**

ماڈرن انگریزی میں جمع شکل (Hands) ظاہر ہے آواز کی تبدیلی کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ، یہ مڈل انگلش ''Hund''(Hound) جیسے الفاظ کے ساتھ پہلے کی مماثلت کا نتیجہ ہے، جس نے لاحقہ (Suffix) [-s] کے ساتھ جمع شکل بنائی ہے۔ یہ لاحقہ، جس کی ابتدائی شکل [-as] تھی جو کہ پرانی انگریزی میں بھی غالب تھی، اس کو چند مستثنیات (oxen, men, geese, etc.) کے ساتھ تمام انگریزی اسموں کے ساتھ مماثلت کے ذریعہ استعمال کیا گیا۔

10.5.7 معنیاتی تبدیلی (Semantic Change)

اگرچہ لفظ کے معنی میں تبدیلیاں تمام زبانوں میں مسلسل ہوتی رہتی ہیں، لیکن الفاظ شاذونادر ہی ایک معنی سے غیر متعلقہ معنی میں جاتے ہیں۔ عام طور پر، تبدیلیاں مرحلہ وار ہوتی ہیں اور اس میں مندرجہ ذیل مظاہر میں سے ایک شامل ہوتا ہے۔

معنیاتی وسعت (Semantic broadening) وہ عمل ہے جس میں کسی لفظ کا معنی اس کی تاریخی طور پر پہلے کی شکل سے زیادہ عام یا زیادہ جامع ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

Word	Old meaning	New meaning
bird	"small fowl"	"any winged creature"
barn	"place to store barley"	"farm building for storage and shelter"
aunt	"father's sister"	"father or mother's sister"

معنیاتی تنگی (Semantic narrowing) وہ عمل ہے جس میں کسی لفظ کا معنی اس کے تاریخی طور پر پہلے کے معنی سے کم عام یا کم جامع ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

Word	Old meaning	New meaning
hound	"any dog"	"a hunting breed"
meat	"any type of food"	"flesh of an animal"
fowl	"any bird"	"a domesticated bird"
disease	"any unfavourable state"	"an illness"

اصلاح **(Amelioration)** میں، کسی لفظ کے معنی زیادہ مثبت (Positive) یا سازگار (Favourable) ہو جاتے ہیں۔ اسکے مخالف تبدیلی کو تحقیرِ معنی (Pejoration) کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر(**Amelioration**):

Word	Old meaning	New meaning
pretty	"tricky, sly, cunning"	"attractive"
knight	"boy"	"a special title or position"

مثال کے طور پر((pejoration):

Word	Old meaning	New meaning
silly	"happy, prosperous"	"foolish"
wench	"girl"	"wanton woman, prostitute"

10.6 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو مکمل کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ تاریخی لسانیات (Historical linguistics) جدید لسانیات کے قدیم ترین مرجع (Antecedent) میں سے ایک ہے۔ یہ لسانیات کی وہ شاخ ہے جو زبان کی ترقی اور تبدیلی پر مرکوز ہے۔

☆ یوروپ میں تاریخی کاموں کا آغاز دانتے (1265-1321) کے ساتھ ہوا لیکن 1786 کے آخر میں سر ولیم جون کے ذریعہ سنسکرت اور یورپ کی بہت ساری زبانوں کے درمیان تعلقات کی بنیاد دریافت ہوئی جس نے تاریخی مطالعہ کے لئے ایک منظّم اور مسلسل راستہ ہموار کیا۔

☆ لسانیات میں زبانوں کی درجہ بندی کے دو اہم طریقے ہیں-نوعی درجہ بندی (Typological classification) اور نسبی درجہ بندی (Genealogical classification)۔

☆ لسانی خاندان جینیاتی طور پر متعلقہ زبانوں کا ایک گروپ ہے۔ وہ زبانیں جو مشترکہ آباؤاجداد(Common ancestor) سے پیدا ہونے کی وجہ سے قرابت(Kinship) کا اشتراک کرتی ہیں وہ جینیاتی طور پر متعلق سمجھی جاتی ہیں۔

☆ زبانوں کے مشترکہ اجداد (Common ancestor) کو مقابل زبان (Proto language) کہا جاتا ہے۔

☆ ہند-یورپی زبانوں کے قدیم ترین خاندانوں میں سے ایک ہے جس کا وسیع پیمانے پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔

☆ ہندآریائی زبانیں جنوبی ایشیا کے سب سے بڑے رقبے پر قابض ہیں۔ یہ زبانیں بنیادی طور پر ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، سری لنکا اور مالدیپ کے جزائر میں تقریباً 640 ملین لوگوں کے ذریعے بولی جاتی ہیں۔

☆ رابرٹ کالڈویل (1856، 3rd edn، 1956 repr: 6–3) نے ہند-آریائی (انڈو-یورپی کی ایک شاخ) کے بعد 'دراوڑی' (Dravidian) کو بڑے لسانی خاندان کے نام کے طور پر استعمال کیا، جو برصغیر پاک و ہند میں بولی جاتی ہے۔

☆ آسٹرو ایشیاٹک لسانی خاندان تین شاخوں میں تقسیم ہے، یعنی۔ منڈا(Munda)، نکوباریس(Nicobarese) اور مونکیمر (Monkhemer) زبانیں۔

☆ تبّتی برمن زبانیں جنوبی ایشیا کے وسیع علاقے بشمول بنگلہ دیش، بھوٹان، نیپال، شمالی ہندوستان، شمال مشرقی ہندوستان اور پاکستان میں بولی جاتی ہیں۔

☆ ترتیب وار تبدیلی کی سب سے عام قسم ادغام ہے، جس کے اثر سے تلفّظی حرکات میں آسانیوں ذریعے تلفّظ کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ خلافِ ادغام، ایک ایسا عمل ہے جس کے تحت ایک قطعہ (Segment) دوسرے قطعہ کے ماحول میں کچھ اس کی طرح بن جاتا ہے، یہ ادغام کے مقابلے کم کثرتی ہے۔

☆ حشو ایک اور عام صوتی تبدیلی ہے، جہاں ایک مخصوص ماحول میں ایک مصوتے یا مصمتے کا داخل کرنا شامل ہے۔ بعض صورتوں میں، حشو سے مراد آنے والی آواز کی پیش بینی (Anricipation) ہے۔

☆ صوتیاتی انضمام میں، دو یا دو سے زیادہ فونیم ایک میں بدل جاتے ہیں، اس طرح زبان میں فونیم کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔

☆ ایک صوتیاتی **منتقلی** ایک تبدیلی ہے جس میں فونیمز کی ایک سیریز(Series) کو منظّم طریقے سے تبدیل کیا جاتا ہے تاکہ ایک دوسرے کے حوالے سے ان کی تنظیم کو تبدیل کیا جائے۔

10.7 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
لسانی خاندان	:	جینیاتی طور پر متعلقہ زبانوں کا ایک گروپ۔
زبان کی تبدیلی	:	کسی خاص ماحول میں زبان کی صوتیاتی اور قواعدی تبدیلی
زبان کی درجہ بندی	:	زبان کی نسبی اور نوعی درجہ بندی
والدین کی زبان	:	مقابل زبان

10.8 نمونہ امتحانی سوالات

10.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ ادغام کیا ہے؟

2۔ مثال کے ساتھ تقلیب کی تعریف بیان کریں۔

3۔ اصلاح کیا ہے؟ ایک مثال دیں۔

4۔ ہند-یورپی لسانی خاندان کی کسی بھی چار زبانوں کے نام بتائیں؟

5۔ شق (Split) کی تعریف بیان کریں۔

6۔ آسٹرو ایشیا ٹک زبان کے خاندان کی تین شاخیں کیا ہیں؟

7۔ خلاف ادغام کی مثال بتائیں؟

8۔ معنیاتی وسعت (Semantic Broadening) کی اصطلاح سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

9۔ مماثلت سے آپ کیا سمجھتے ہو؟

10۔ منتقلی (Shift) کسے کہتے ہیں۔

10.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ مماثلت پر ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

2۔ معنیاتی تبدیلی کیا ہے؟ اس کی اقسام پر بحث کریں۔

3۔ ڈراویڈین لسانی خاندان پر ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

4۔ تقابلی طریقہ کار (Comparative method) سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

5۔ انضمام کی اصطلاح سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ اپنے جواب کی تائید میں مثال دیں۔

10.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ 'تاریخی لسانیات' پر ایک مضمون لکھیں۔

2۔ لسانی خاندان پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں۔

3۔ ادب میں استعمال ہونے والی زبان کی مختلف صوتیاتی تبدیلیوں پر ایک وضاحتی مضمون لکھیں۔

10.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔ عام لسانیات	پروفیسر گیان چند جین
2۔ لسانی مطالعے	پروفیسر گیان چند جین

3۔ لسانی تناظر — مرزا خلیل احمد بیگ

4۔ اردو لسانیات — علی رفاد فتیحی

5۔ عمومی لسانیات — عبدالسلام

6. Arlotto, A. 1972. Introduction to Historical Linguistics. Boston: Houghton Mifflino Company.

7. Lehmann, W. P. 1962. Historical Linguistics: An Introduction. New York: Holt, Rinehart and Winston.

8. Trask R.L. 1996. Historical Linguistics. New York: Arnold Publishers.

اکائی 11 : دولسانیت

اکائی کے اجزا

11.0 تمہید
11.1 مقاصد
11.2 دولسانیت کی تعریفیں
11.3 دولسانیت کے عوامل (Factors for bilingualism)
11.4 دوزبانی یا ذولسانی میں زبان کی پروسیسنگ
(Language Processing in Bilinguals)
11.5 دوزبانی یا ذولسانی میں زبان کے کنٹرول کا عمل
11.6 ذولسانی تعلیم (Bilingual education)
11.7 اسکلس (Skills) کا کراس لینگویج ٹرانسفر
(CROSS-LANGUAGE TRANSFER OF SKILLS)
11.8 اکتسابی نتائج
11.9 کلیدی الفاظ
11.10 نمونہ امتحانی سوالات
11.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
11.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
11.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
11.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

11.0 تمہید

دولسانیت (یا کثیر لسانیات) سے مراد ایک ہی فرد کے اندر دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا نظام عمل ہونا۔ دونوں زبانیں علمی اور طرز عمل کی سطح پر کس طرح تعامل کرتی ہیں، یہ سوال ماہرین نفسیات کے ساتھ ساتھ نیورولوجسٹ، طبی ماہرین اور ماہرین تعلیم کے لیے دیرینہ دلچسپی کا موضوع رہی ہے۔ جب کوئی شخص وسیع لسانی رابطے میں رہے گا تب دولسانیات کی پیداوار ہوگی (یعنی کسی فرد کا مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کے درمیان رہنا)۔ مختلف زبانوں کے بولنے والوں کے ایک دوسرے سے رابطے میں آنے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ اس میں ایک گروہ وہ ہے جو اپنی مرضی سے

ایسا کرتا ہے، جب کہ دوسرا گروہ حالات سے مجبور ہوکر ایسا کرتا ہے۔ عام طور پر جو عوامل لسانی رابطے (Language Contact) میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ان میں تعلیم، جدید ٹیکنالوجی، معیشت، مذہب اور ثقافت، سیاسی یا فوجی کارروائیاں، اور قدرتی آفات ہیں۔ کسی کو مختلف زبان بولنے والے لوگوں سے رابطے میں رہنے کے لیے کسی دوسرے مقام پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ہی ملک، ایک ہی برادری، ایک ہی محلے، یا یہاں تک کہ ایک ہی خاندان میں لسانی رابطے کے کافی مواقع ہیں۔

ذولسانیات کو صرف چند الفاظ میں بیان کرنا آسان نہیں ہے، کیونکہ ہر ایک کی خصوصیات مختلف ہیں۔ "ذولسانی" اور "دولسانیات" اصطلاحات کی تعریف متعدد مطالعات میں کی گئی ہے جو ایک ماحول سے دوسرے ماحول میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ Grosjean نے دولسانیت کو 'دو (یا دو سے زیادہ) زبانوں کے باقاعدہ استعمال کے طور پر وضع کیا، اور دولسانی وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں دو (یا دو سے زیادہ) زبانوں کی ضرورت ہے اور استعمال کرتے ہیں' (51:1992)۔ بلوم فیلڈ (56:1933) نے اسے "دو زبانوں کے نیٹو زبان (Native language) جیسے کنٹرول" کے طور پر وضع کیا۔

دولسانی لوگ دونوں زبانوں میں ماہر ہو سکتے ہیں یا ان کی ایک زبان دوسرے پر غالب ہو سکتی ہے۔ لوگ کبھی کبھی فطرتی طور پر دولسانی ہو جاتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں دونوں زبانیں بولنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ نتیجتاً دولسانیات کی ڈگری ایک فرد سے دوسرے فرد میں مختلف ہو سکتی ہے۔ ضروری نہیں کہ دولسانی ہمیشہ اپنی زبانوں میں براہ راست لسانی روانی رکھتے ہوں۔ جب کے دولسانیوں میں ایک زبان کا غالب ہونا حقیقت میں بہت عام ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دو زبانوں میں اظہار خیال کرنے میں وقت لگتا ہے۔ چھ ماہ تک کسی زبان کا مطالعہ کرنے کے بعد ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی دو زبانی بن جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک مخصوص دولسانی فرد ''مکمل، مربوط، مرکب، ماتحت'' طور پر دولسانی ہو۔ ایک ''Ideal'' مربوط دولسانی میں دو مکمل طور پر الگ الگ لسانی نظام ہو سکتے اور وہ کبھی بھی کسی بھی سطح پر زبانوں کو ''Mix'' نہیں کرے گا۔

Wei (2000) دولسانیت کی مختلف تعریفوں/ اقسام کا ایک مفید جدول پیش کرتا ہے۔

11.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ طلباء کو دولسانیات کے تصور سے متعارف ہو سکیں۔
- ☆ طلباء میں دولسانیات کی اقسام اور عوامل کی سمجھ پیدا کر سکیں۔
- ☆ طلباء میں دولسانی تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کر سکیں۔
- ☆ دولسانی بولنے والوں میں دونوں زبانوں کی پروسیسنگ اور کنٹرول کی سمجھ پیدا کر سکیں۔

11.2 دولسانیت کی تعریفیں

1۔ Achieved bilingual اچیوڈ دولسانی: Late bilingual کی طرح ہی ہے

2۔ Additive bilingual اڈیٹو دولسانی: کوئی ایسا شخص جس کی دو زبانیں ایک تکمیلی اور افزودہ انداز میں یکجا ہوں۔

3۔ Ambilingual :متوازن دولسانی(balanced bilingual) کی طرح ہی ہے۔

4۔ Ascendant bilingual:کوئی ایسا شخص جس کی دوسری زبان میں کام کرنے کی صلاحیت زیادہ استعمال کی وجہ سے ترقی کر رہی ہو۔

5۔ Ascribed bilingual: early bilingual کی طرح ہی ہوتی ہے۔

6۔غیر متناسب دولسانی asymmetrical bilingual: receptive bilingual کی طرح ہی ہوتی ہے۔

7۔ متوازن دولسانی Balanced bilingual:کوئی ایسا شخص جو دو زبانوں پر یکساں عبور رکھتی ہو۔

8۔ مرکب دولسانی Compound bilingual:کوئی ایسا شخص جس کی دو زبانیں ایک ہی وقت میں اور ایک ہی تناظر میں سیکھی جائیں۔

9۔ Consecutive bilingual:successive bilingual کی طرح ہی ہے

10۔ کوآرڈینیٹ دولسانی Co-ordinate bilingual:کوئی ایسا شخص جس کی دو زبانیں الگ الگ سیاق وسباق میں سیکھی گئی ہوں۔

11۔ مخفی دولسانیCovert bilingual:کوئی ایسا شخص جو رویہ کی وجہ سے کسی دی گئی زبان کے بارے میں اپنے علم کو چھپاتا ہے۔

12۔ Diagonal bilingual:کوئی ایسا شخص جو غیر معیاری زبان یا بولی اور غیر متعلقہ معیاری زبان میں دولسانی ہو

13۔ Early bilingual:وہ شخص جس نے بچپن میں ہی دو زبانیں سیکھ لی ہوں۔

14۔ فنکشنل دولسانی Functional bilingual:کوئی ایسا شخص جو مکمل روانی fluency کے ساتھ یا اس کے بغیر دو زبانوں میں کام کر سکتا ہے۔

15۔ افقی دولسانیHorizontal bilingual:کوئی ایسا شخص جو دو الگ الگ زبانوں میں دولسانی ہو اور جس کی حیثیت ایک جیسی یا مساوی ہو۔

16۔ ابتدائی دولسانی Incipient bilingual:کوئی ایسا دولسانی شخص جو ابتدائی مراحل میں ہو جہاں ایک زبان پوری طرح سے تیار نہیں ہوئی ہے۔

17۔ Late bilingual:کوئی ایسا شخص جو اپنے بچپن کے بعد دولسانی بنا ہو۔

18۔ Maximal bilingual:کوئی ایسا شخص جس کے پاس دو یا زیادہ زبانوں کا ''native control'' ہو۔

19۔ Minimal bilingual:کوئی شخص جس کے پاس دوسری زبان میں صرف چند الفاظ اور جملے ہوں۔

20۔ قدرتی دولسانی Natural bilingual:کوئی ایسا شخص جس نے کوئی خاص تربیت نہ لی ہو اور جو اکثر دو زبانوں کے درمیان سہولت کے ساتھ ترجمہ یا تشریح کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو۔

21۔ مجہول دولسانی Passive bilingual:receptive bilingual کی طرح ہی ہے۔

22۔ بنیادی دولسانی Primary bilingual:قدرتی دولسانیNatural bilingual کی طرح ہی ہے۔

23۔ Productive bilingual:کوئی ایسا شخص جو دو یا زیادہ زبانوں میں نہ صرف سمجھتا ہو بلکہ بولتا بھی ہو اور ممکنہ طور پر دو یا زیادہ زبانوں میں لکھتا ہو۔

24۔ Receptive bilingual:کوئی ایسا شخص جو دوسری زبان کو، یا تو اس کی بولی یا تحریری شکل میں، یا دونوں میں سمجھتا ہو، لیکن ضروری نہیں

کہ اسے بول یا لکھ بھی سکے۔

25۔ متواتر دولسانیRecessive bilingual: کوئی ایسا شخص جو استعمال نہ ہونے کی وجہ سے دوسری زبان کو سمجھنے یا آسانی کے ساتھ اظہار کرنے میں کچھ دشواری محسوس کرنے لگتا ہے۔

26۔ ثانوی دولسانی Secondary bilingual : وہ شخص جس کی دوسری زبان کو ہدایات کے ذریعے پہلی زبان میں شامل کیا گیا ہو۔

27۔ نیم دولسانی receptive bilingual:Semibilingual کی طرح ہی ہوگا۔

28۔ نیم لسانی Semilingual: کسی بھی زبان کا ناکافی علم رکھنے والا

29۔ بیک وقت دولسانی Simultaneous bilingual: وہ شخص جس میں دو زبانوں کا علم تقریر کے آغاز سے ہی موجود ہو۔

30۔ ماتحت دولسانی Subordinate bilingual: کوئی ایسا شخص جو دوسری زبان کے نمونوں کو پہلی زبان سے کم کر کے اپنی زبان کے استعمال میں مداخلت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

31۔ ذیلی دولسانی Subtractive bilingual: کوئی ایسا شخص جس کی دوسری زبان پہلی زبان میں پہلے سے حاصل کردہ اہلیت کے ذریعہ حاصل کی گئی ہو۔

32۔ Successive bilingual: وہ شخص جس کی دوسری زبان پہلی زبان (جو ترقی کرنا شروع کر چکی ہو) کے بعد کسی مرحلے پر شامل کی جاتی ہے۔

33۔Symmetrical bilingual: متوازن دولسانیbalanced bilingual کی طرح ہی ہے

34۔ عمودی دولسانی Vertical bilingual: کوئی ایسا شخص جو معیاری زبان اور ایک الگ لیکن متعلقہ زبان یا بولی میں دولسانی ہو۔

11.3 دولسانیت کے عوامل (Factors for Bilingualism)

1۔ تارکین وطن کی صورت حال(Immigrant Situation) : لوگ اپنے خاندانی حلقے میں تو اپنی مادری زبان کا استعمال کرتے ہیں لیکن جب وہ باہر جاتے ہیں تو اس ملک کی زبان استعمال کرتے ہیں۔

2۔ جب ایسی صورت حال ہو جہاں دوسری زبان(L2) تعلیم اور سرکاری کاموں کے لیے استعمال ہو اور اس کے برعکس عام لوگ روزمرہ کے رابطے کے لیے پہلی زبان (L1) کا استعمال کریں۔ اور نوکری حاصل کرنے کے لیے بھی لوگ دوسری زبان(L2) سیکھنے کے پابند ہوں۔

3۔ جب لوگوں کا ایک گروہ اقلیتی زبان کا استعمال کرتا ہو اور اکثریت کی زبان انتظامیہ کی زبان، تعلیم کی زبان، ذرائع ابلاغ کی زبان وغیرہ ہو، ایسی صورت میں اقلیتی زبان بولنے والوں کو اکثریت کی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔

4۔ دولسانیات کی صورت حال ان ممالک میں بہت عام ہے جہاں دو سرکاری زبانیں پائی جاتی ہیں۔ اس طرح کی صورت حال میں دونوں زبانوں کی سرکاری حیثیت کی وجہ سے دونوں زبانیں اہم اور ضروری ہیں، اس لیے لوگ دونوں زبانوں کا استعمال کرتے ہیں اور دولسانی بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر: کینیڈا میں، انگریزی اور فرانسیسی دو سرکاری زبانیں ہیں۔

11.4 دوزبانی یادولسانی میں زبان کی پروسیسنگ(Language Processing in Bilinguals)

چونکہ دولسانی افراد کومعنی کی بازیافت کے لیے دوممکنہ لغوی انتخابوں کے درمیان مستقل گفت وشنید کرنی چاہیے، لہٰذا دولسانیات کا مطالعہ ایک مؤثر طریقہ ہےجس میں زبان کی پروسیسنگ کی ممکنہ ماڈیولریٹی یاتعامل کااندازہ لگایاجاسکتاہے۔(Heather, 2011)

Traxler (2012) کادعویٰ ہے کہ''دولسانیات کا پہلا اصول یہ ہے کہ دوزبانیں آپس میں مسابقت کرتی ہیں''،اور درحقیقت تحقیق سے ثابت ہواہے کہ دونوں زبانوں کی لغوی معلومات خودبخو فعال ہوجاتی ہیں اس سے پہلے کہ appropriate زبان کی اصطلاح کاانتخاب کیا جائے(Bailystok،2004)۔مثال کےطور پر، انگریزی اور جرمن بولنے والے دولسانی افراد 'Dog' اور 'Hund' دونوں الفاظ کوخودبخود فعال (Activate) کر لیتے جب اسے 'domesticated carnivorous animal' کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے (OED، 2012)،لیکن سیاق وسباق کےلحاظ سے ناپسندیدہ الفاظ کےانتخاب کونظرانداز کرناپڑتا ہے۔ یہ تعاملات اس وقت موجود ہوتے ہیں جب دوسری زبان Acquire کی جارہی ہواورساتھ ہیcapable bilinguals کےذریعہcomprehension and production ہو رہاہو(Kroll & Schwartz،2006)۔

Potter کےذریعہ پیش گئے اس تعامل کا حساب کتاب کرنے کے لیے دوماڈل ہیں۔ورڈایسوسی ایشن ماڈل (WA)Word Association model اورتصور ثالثی ماڈل (CM) Concept Mediation model۔

WA ماڈل نے تجویز کیا کہ نئی دوسری زبان(L2)الفاظ کوموجودہ پہلی زبان(L1)نظام میں ترجمہ کرنے کے بعد بالواسطہ رسائی حاصل کی جائے گی،اس طرح مثال کےطور پرجرمن لفظ'Hund' کوفوری طور پرانگریزی غالب لفظ'Dog' کےطور پرشناخت کیا جائے گااور دولسانی افراد مطالعہ کےترجمے کے پہلو پر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے، جب کہ CM ماڈل میں'Dog'اور'Hund' کےمعنی براہ راست حاصل کیے جائیں گے۔ تجربات سے معلوم ہوا کہ شرکاءنے تقریباًایک ہی اوسط رفتار سے تصاویراورترجمہ شدہ الفاظ کانام دیا۔

11.5 دوزبانی یادولسانی میں زبان کے کنٹرول کاعمل

زبان کا کنٹرول ایک انوکھاعمل ہےجس پرمتعدد محققین اور ماہرنفسیات بحث کررہے ہیں۔دوسری زبان کے بجائے ایک زبان بولنے میں ایسےالفاظ کاانتخاب اوربیان کرنا شامل ہے جومطلوبہ معنی کو پورا کرتے ہیں۔عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ "بہت سے دولسانی افراد میں زبانوں کا تبادلہ اوراختلاط کثرت سے ہوتاہے،خاص طور پرجب بات کرنے والا دونوں زبانوں کوسمجھنے کےقابل ہو"۔تاہم، یہاں یہ ذکرکرنا مناسب ہے کہ " fluent bilinguals ایک زبان سےدوسری زبان میں تبدیل ہوجاتے ہیں اوردونوں زبانوں کومکمل طور پر اور بہت زیادہ محنت کیے بغیر الگ کرنے کے قابل ہوتے ہیں"(Fornells A. Rodriguez،2006)۔اس کے باوجود،کوڈ سوئچنگ code-switching بھی کثرت سے دیکھی جاتی ہے، کیونکہ دوزبانوں کےلوگ دوسری زبان کے الفاظ کواس زبان میں متعارف کرواتے ہیں جسے وہ فی الحال استعمال کر رہے ہیں۔

وی (2000) نے دوسری زبان(L2) کی بجائے ایک زبان(L1) بولنے کے لیے کنٹرول کی ضروریات پر بحث کی ہے۔ بقول Wei،'یہ واضح ہے کہ L1 میں الفاظ کو پہچاننے کے لیےآلات کا''فعال'' (Active) ہوناضروری ہےاورانہیں تیار کرنے کے لیے ڈیوائس کا

انتخاب بھی ہونا چاہیے۔ انتخاب جزوی طور پر L1 کی ایکٹیویشن کو بڑھانے کا معاملہ ہے لیکن بنیادی طور پر یہ L2 الفاظ کی ایکٹیویشن کو دبانے کا معاملہ ہوجاتا ہے تاکہ اس سسٹم سے الفاظ پیدا نہ ہوں۔ L2 سے آؤٹ پٹ کو سسٹم کے اندر ہی دبایا جاسکتا ہے (اندرونی دباو) یا L1 سسٹم کے ذریعے L2 کی سرگرمی کو بیرونی طور پر دبایا جاسکتا ہے (بیرونی دباو)۔ اندرونی دباو L2 سے لفظ کی آوازوں کی بازیافت کو محدود کرتا ہے۔ بیرونی دباو، فونولوجیکل اسمبلی کے مرحلے پر L2 کے آؤٹ پٹ سے روکنے والے لنک سے ظاہر ہوتا ہے، اسمبلی کے مرحلے پر L2 الفاظ کے ایکٹیویشن کو دبا دیتا ہے(Wei، 2000)۔

11.6 دولسانی تعلیم (Bilingual Education)

دولسانی تعلیم کا استعمال مختلف قسم کے تعلیمی پروگراموں کو بیان کرنے کے لیے کیا جاتا ہے جن میں دو یا دو سے زیادہ زبانیں مختلف ڈگریوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ آسٹریلیا کی قومی پالیسی میں زبانوں پر، دولسانی تعلیم کو ایک ایسے پروگرام کے طور پر بیان کیا گیا تھا جس میں "دونوں زبانوں کو تدریس کے دوران ذرائع ابلاغ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ہدایات کے لیے استعمال ہونے والے مواد میں وقت کے ساتھ ساتھ دونوں زبانوں کے کچھ نصاب بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ تعریف دونوں زبانوں کو تدریس کے لئے استعمال کرنے پر اصرار کرتی ہے۔ اس میں آسٹریلیا کے بہت سے اسکولوں میں پائے جانے والے نصاب کی وہ قسم شامل نہیں ہے، جس میں دوسری زبان (L2) کو ایک مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اور وہ زبان نصاب میں کہیں اور استعمال نہیں ہوتی ہے۔ جبکہ، دوسری زبان (L2) کی تعلیم اکثر و بیشتر دولسانی پروگراموں کا حصہ ہوتی ہے۔

اس تعریف کے تحت، دولسانی پروگرام مندرجہ ذیل چار اقسام میں سے کسی ایک پر مشتمل ہوسکتے ہیں(Hamers and Blanc 1989):

1۔ عبوری دولسانیات (Transitional bilingualism) جس میں پہلی زبان (L1) صرف دوسری (سرکاری) زبان (L2) میں ترجمہ کی سہولت کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

2۔ یک خواندہ دولسانیات (mono-literate bilingualism) جہاں اسکول اپنی زیادہ تر سرگرمیوں کے لیے دو زبانیں استعمال کرتا ہے لیکن خواندگی (literacy) کی (Skills) کو متعارف کرانے کے لیے صرف ایک زبان (دوسری زبان (L2)) کا استعمال کرتا ہے۔

3۔ جزوی دوخواندہ دولسانیات (partial bi-literate bilingualism) جس میں دونوں زبانیں زبان کی چاروں اسکلس (Skills) کے لیے استعمال ہوتی ہیں، لیکن اس میں تعلیمی مضامین کو اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے کہ پہلی زبان (L2) ''ثقافتی مضامین' جیسے آرٹس، لوک داستان، تاریخ اور دوسری زبان (L2) ''تکنیکی مضامین' جیسے سائنس اور معاشیات کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

4۔ کل دوخواندہ دولسانیات (total bi-literate bilingualism) جس میں دونوں زبان کے چاروں ''skills'' کو تمام میدانوں میں ترقی دی جاتی ہے۔

دولسانی تعلیم کا مقصد دونوں زبانوں میں بچے کی صلاحیتوں کو فروغ دینا ہے۔ دوسری زبان (L2) کے تعلیمی میدان میں ہونے والی حالیہ تحقیقوں سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ پہلی (L1) اور دوسری زبان (L2) باہمی طور پر الگ ہونے کے بجائے تکمیلی (complementary) ہیں۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی زبان (L1) پر صرف ہونے والا وقت دوسری زبان (L2) کی نشوونما میں رکاوٹ نہیں ڈالتا ہے بلکہ پہلی زبان میں اچھی مہارت ہونے کے نتیجے میں دوسری زبان کی زیادہ موثر نشوونما ہوتی ہے۔ دولسانی تعلیم لسانی اور ثقافتی تنوع (cultural

(diversity) کی دیکھ بھال اور ترقی کا باعث بنتی ہے۔

11.7 اسکلس کا کراس لینگویج ٹرانسفر (Cross-language Transfer of Skills)

دولسانی تعلیم کے تعلق سے ایک بنیادی مفروضہ (Assumption) یہ ہے کہ ایک زبان میں حاصل کی گئی ''skills'' اور علم آسانی سے دوسری زبان میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح، ایک بچہ جو روسی زبان میں سائنسی تصور (Concept) کے بارے میں سیکھتا ہے وہ اس علم کو انگریزی یا کسی دوسری زبان میں اس تصور (Concept) کو دوبارہ سیکھے بغیر منتقل کر سکتا ہے، جب تک کہ اسے دستیاب الفاظ تک رسائی حاصل ہو۔ لیمبرٹ اور ٹکر (1972) نے Canadian French immersion پروگراموں کے اپنے جائزے میں مشاہدہ کیا کہ پڑھنے اور حساب لگانے جیسی اعلیٰ ''Skills'' جو کہ خصوصی طور پر فرانسیسی زبان میں تیار کی گئی تھیں وہ انگریزی میں بھی بیک وقت تیار کی گئی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ '' Skills'' کی یہ منتقلی بہت تیزی سے ہوئی ہے۔ تاہم، نچلی سطح کی ''Literary Skills'' کی منتقلی میں مزید تاخیر ہو سکتی ہے جب منتقلی ان زبانوں کے درمیان ہو جن کا رسم الخط بھی مختلف ہوتا ہے۔

مہارتوں (Skills) کی منتقلی کے تصور (Concept) کو علمی سائنس (Cognitive Science) میں تحقیق سے بھی سپورٹ حاصل ہے۔ گولڈ مین، ریئس اور ورنہگن (1984) نے بتایا کہ دوزبانی بچے دونوں زبانوں میں ایک جیسی کہانیاں سنتے وقت ایک جیسی فہم کی حکمت عملی اپناتے ہیں۔ اس مطالعہ نے بالواسطہ طور پر یہ ظاہر کیا کہ اعلیٰ ترتیب کے علمی عمل اس مخصوص زبان سے آزاد تھے۔ درحقیقت، جب لوگ کوئی تصور (Concept) یا ہنر (Skill) سیکھتے ہیں، تو وہ خصوصی طور اس تصور یا مہارت کی ہی سمجھ پیدا کرتے ہیں جو اس مخصوص زبان سے آزاد ہے یا اس پر منحصر ہے جس میں تصور پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ سیکھنے کا عمل اس زبان پر سوچ کو منظّم کرنے کے لیے کھینچ سکتا ہے۔

11.8 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو مکمل کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ ذولسانیات (یا کثیر لسانیات) سے مراد ایک ہی فرد کے اندر دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا نظام عمل ہونا۔

☆ عام طور پر جو عوامل لسانی رابطے (Language Contact) میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ان میں تعلیم، جدید ٹیکنالوجی، معیشت، مذہب اور ثقافت، سیاسی یا فوجی کارروائیاں، اور قدرتی آفات ہیں۔

☆ "ذولسانی" اور "دولسانیات" اصطلاحات کی تعریف متعدد مطالعات میں کی گئی ہے جو ایک ماحول سے دوسرے ماحول میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

☆ Grosjean نے دوزبانوں کو 'دو (یا دو سے زیادہ) زبانوں کے باقاعدہ استعمال کے طور پر وضع کیا، اور دولسانی وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں دو (یا دو سے زیادہ) زبانوں کی ضرورت ہے اور استعمال کرتے ہیں۔

☆ دولسانی تعلیم کا استعمال مختلف قسم کے تعلیمی پروگراموں کو بیان کرنے کے لیے کیا جاتا ہے جن میں دو یا دو سے زیادہ زبانیں مختلف ڈگریوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔

☆ آسٹریلیا کی قومی پالیسی میں زبانوں پر، دولسانی تعلیم کو ایک ایسے پروگرام کے طور پر بیان کیا گیا تھا جس میں "دونوں زبانوں کو تدریس

کے دوران ذرائع ابلاغ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ دولسانی تعلیم کا مقصد دونوں زبانوں میں بچے کی صلاحیتوں کو فروغ دینا ہے۔

☆ دولسانی تعلیم کے تعلق سے ایک بنیادی مفروضہ (Assumption) یہ ہے کہ ایک زبان میں حاصل کی گئی ''skills'' اور علم آسانی سے دوسری زبان میں منتقل ہوجاتے ہیں۔

11.9 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
دولسانی	:	دو زبانوں کا علم
لسانی رابطے	:	جب دو یا دو سے زیادہ زبانیں بولنے والے آپس میں بات چیت کریں
L1	:	پہلی زبان
L2	:	دوسری زبان
نیم لسانی	:	کسی بھی زبان کا ناکافی علم
افقی دولسانی	:	ایک شخص جو دو الگ الگ زبانوں میں دولسانی ہو
منتقلی	:	کسی بھی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

11.10 نمونہ امتحانی سوالات

11.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

1۔ دولسانی کیا ہیں؟

2۔ متوازن دولسانی "Balanced bilingual" کی تعریف بیان کریں۔

3۔ Late bilingual سے کیا مراد ہے؟

4۔ مرکب دولسانی "Compound bilingual" کی تعریف بیان کریں؟

5۔ early bilingual کیا ہے؟

6۔ اصطلاح "Receptive bilingual" سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

7۔ Subordinate bilingual کی تعریف بیان کریں۔

8۔ مختلف زبانوں کے بولنے والوں کے ایک دوسرے سے رابطے میں آنے کی ایک وجہ بتائیں۔

9۔ اصطلاح ''L1 اور L2 '' سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

10۔ "code-switching" کیا ہے؟

11.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ لسانی رابطے پر ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

2۔ مستعاریت کی تعریف کریں۔

3۔ Word Association modal پر ایک نوٹ لکھیں۔

4۔ دولسانیات میں (code-switching) سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

5۔ Concept Mediation Modal کی وضاحت کریں۔

11.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ دولسانیات پر ایک مضمون لکھیں۔

2۔ دوزبانی یا دولسانی میں زبان کے کنٹرول کے عمل پر بحث کریں۔

3۔ دولسانی میں زبان کی پروسیسنگ پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں۔

11.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	عام لسانیات	عبدالسلام
2۔	لسانی تناظر	پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ
3۔	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں
4۔	عمومی لسانیات	عبدالسلام
5۔	لسانیات کے بنیادی اصول	پروفیسر اقتدار حسین خاں

6. Bhatia, T. K. and Ritchie, W. C. (2006). The Handbook of Bilingualism (Edited). UK: Blackwell Publishing Ltd.

7. Fasold, R. (1984). The Sociolinguistics of Society. Oxford: Basil Blackwell.

8. Schwarzer, D. et al. (2021). Bilingualism and Bilingual Education. Berlin: Peter Lang Publishing.

9. Spolsky, B. (1986). Language and Education in Multilingual Settings. Clevedon, UK: Multilingual Matters.

اکائی 12: زبان کی تدریس کا لسانیاتی طریق کار

اکائی کے اجزا

12.0 تمہید

12.1 مقاصد

12.2 زبان کی تدریس کا لسانیاتی طریق کار

12.2.1 زبان کی تدریس

12.2.2 تدریس کی تعریف

12.2.3 تدریسی مہارتیں

12.2.4 تدریس کے مختلف طریقہ کار

12.2.5 زبان کی تدریس کے عام اصول

12.3 اکتسابی نتائج

12.4 کلیدی الفاظ

12.5 نمونہ امتحانی سوالات

12.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

12.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

12.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

12.6 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

12.0 تمہید

درسی نقطۂ نظر سے زبانوں کو کئی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ایک تو مادری زبان دوسرے ثانوی یا اجنبی زبان۔ بچہ مادری زبان اس زبان کے ماحول میں رہ کر آہستہ آہستہ خود بخود سیکھتا ہے، سیکھنے سے وہ اس زبان کو سنتا ہے، سن کر اسے دہرانے کی کوشش کرتا ہے۔ ماہرین زبان مادری زبان میں بچہ کی مہارت کے عمل کو زبان آموزی قرار نہیں دیتے بلکہ وہ اسے تحصیل زبان کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں بچہ اپنی مادری زبان سیکھتا نہیں اور اسے کوئی سکھاتا بھی نہیں بلکہ یہ زبان ایک مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے اسے خود بخود آجاتی ہے البتہ ثانوی یا اجنبی زبان ایک مختلف انداز میں سیکھنا

پڑتی ہے۔ گویا اسی عمل کو زبان آموزی کہا جاسکتا ہے۔ ثانوی زبانوں کی تدریس کے بہت سے طریقے رائج رہے۔ ان طریقوں کے نقائص دور کر کے انہیں بہتر بنانے کی کوششیں متواتر کی جاتی رہی ہیں اور اس طرح کئی نئے طریقے بھی وجود میں آئے۔ تدریس زبان کے اس قسم کے تحقیقی تجربات مغربی زبانوں ہی کے سلسلے میں کیے گئے۔ پھر مشرقی زبانوں کی تدریس میں بھی ان تجربات سے فائدہ اٹھانے کی کوششیں کی گئیں لیکن یہ کوششیں ہر جگہ کامیاب نہ ہوسکیں کیوں کہ ہر زبان کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے اور ہر زبان کے اپنے تدریسی مسائل ہوتے ہیں اس لیے جو طریقہ ایک زبان کے لیے قابل عمل ہو ضروری نہیں کہ وہ دوسری زبان کے لیے بھی اتنا ہی مفید ہو۔

12.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ تدریس کی اہمیت و معنویت سے آگاہی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے طریق کار کو سمجھ سکیں۔
- ☆ زبان بولنے کے اہم عناصر اور مدارج کی تفہیم کے ساتھ انہیں تدریسی اصولوں سے ہم آہنگ کرسکیں۔
- ☆ مادری اور ثانوی زبان کا فرق بہتر طور سے سمجھ سکیں۔
- ☆ زبان کے صوتی مسائل کو سمعی و بصری معاونات کے ذریعے بہتر طور پر حل کرسکیں۔
- ☆ مختلف طریقہ ہائے تدریس میں بنیادی لسانی مہارتوں کو استعمال میں لاسکیں۔

12.2 زبان کی تدریس کا لسانیاتی طریق کار

زبان ایک مشترکہ معاشرتی وسماجی ورثہ ہے جسے انسانی معاشرہ آئندہ نسلوں تک منتقل کرتا رہتا ہے۔ زبان ترسیلِ خیالات کا ایک واسطہ ہے، جس کا تعلق انسانی رویوں سے ہوتا ہے۔ تخلیق آدم کے بعد جب انسانی معاشرہ وجود میں آیا تو انسانی معاشرہ کی پہلی سرگرمی زبان کا استعمال تھا، جسے انسان نے اپنی آفرینش کے بعد سب سے پہلے ایجاد کیا۔ زبان انسانی ضروریات، خواہشات اور حاجات کی تسکین کے نتیجے کے طور پر پیدا ہوئی۔ انسان کسی خاص معاشرے میں رہتے ہوئے اپنی بات دوسرے افراد تک پہنچانا چاہتا ہے اور وہ اپنی معلومات سے اپنے مخاطبوں کو متاثر کرنا چاہتا ہے۔ اس کے دل میں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی خواہشات موجود ہوتی ہیں، جن کا اظہار وہ زبان کے ذریعے ہی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو حیوان ناطق کہا گیا ہے کیوں کہ وہ حسبِ ضرورت بول سکتا ہے اور دیگر افراد تک اپنے خیالات کی ترسیل کرسکتا ہے۔ انسان، پیدائش کے بعد اپنے والدین، گھر کے دیگر افراد اور اپنے آس پاس کے ماحول سے جو زبان سیکھتا ہے وہ اس کی مادری زبان کہلاتی ہے۔ لیکن جب انسان کے سیاسی وسماجی ومعاشرتی تعلقات کا دائرہ دوسرے لسانی خطوں کے افراد تک بڑھتا ہے اور ان سے روابط استوار ہونے لگتے ہیں تو اظہار خیال کے لیے زبان کے معاملے میں اسے دوسروں کی زبان سیکھنی پڑتی ہے، گویا دوسروں سے رابطے کی زبان اس فرد کی ثانوی زبان کہلاتی ہے۔ ایک انسان نہ صرف اپنے گھر، ماحول، معاشرے یا علاقے کی زبان لاشعوری طور پر سیکھ کر بول سکتا ہے بلکہ وہ شعوری کوشش، محنت، مسلسل مشق اور مناسب رہنمائی سے دنیا کے کسی بھی حصے میں بولی جانے والی کوئی بھی زبان سیکھ سکتا ہے۔ گویا مادری زبان وہ ہوتی ہے جسے انسان دنیا میں آنے کے بعد اپنے والدین اور گردونواح سے سیکھتا ہے اور عہدِ طفولیت سے اسے بولتا رہتا ہے اس کے علاوہ باقی تمام زبانیں جنہیں وہ اسکول میں یا دوسروں سے سیکھتا ہے، ثانوی زبانیں کہلاتی ہیں۔

12.2.1 زبان کی تدریس:

سیکھنا ایک عمل ہے اور سکھانا دوسرا عمل۔ دونوں عمل جب انجام پاتے ہیں تو اسے تدریس (Teaching) کہتے ہیں۔ ''تدریس، نفس مضمون کو معیاری اور نفسیاتی انداز میں پیش کرنے کا نام ہے۔'' یہ ایک معاشرتی اور جمہوری عمل ہے، جس میں طلباء کو مرکزی اور محوری حیثیت حاصل ہوتی ہے اور معلم محض رہنمائی کا کام کرتا ہے۔ ایک اچھی تدریس اسی وقت موثر اور مفید ثابت ہوسکتی ہے، جب طلباء تدریس کے عمل میں فعال کردار ادا کریں۔ تدریس کے دوران طلباء کو ایسی آزادیاں حاصل ہوں کہ وہ خود عمل اور تجربات سے علم حاصل کریں۔

جدید مفکرین نے انسٹرکشن (Instruction) کو ''ٹیچنگ'' (Teaching) پر فوقیت دی ہے۔ آج ہر مفکر تعلیم اس بات سے متفق ہے کہ تدریس بچوں کی نفسیات سے ہم آہنگ ہونی چاہئے اور تدریس میں طلباء کو مرکزی حیثیت حاصل ہو، اس کے نتیجہ میں دلکش اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ 'تدریس' کا عمل، نفسِ مضمون، معلم اور طلباء کے درمیان ایک رشتہ کا کام انجام دیتا ہے۔ معلم جب کسی شے کے بارے میں معلومات مہیا کرتا ہے تو وہ ایک طرف اس شے کے بارے میں ساری معلومات کو ذہن میں رکھتا ہے تو دوسری طرف طلباء کے تقاضوں اور اس کے نفسیاتی عوامل کی طرف متوجہ رہتا ہے کیوں کہ تدریس ایک فن ہے اور اس کے بعض تقاضے ہیں۔ اچھی تدریس کے لیے اس فن سے واقفیت، اس کے اصولوں کو سمجھنا اور ضوابط سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ تدریسی عمل میں معلم ایک خارجی حیثیت رکھتا ہے اور طالب علم ضروری اور مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ تعلیم و تربیت کا نظام سیکھنے اور سکھانے سے عبارت ہے۔ یہاں یہ بات سمجھنا ہے کہ سیکھنا ایک عمل ہے اور سکھانا دوسری نوعیت کا عمل ہے۔ سیکھنے کا عمل ایک متواتر عمل ہے، جو مسلسل جاری رہتا ہے کیوں کہ انسان اپنی پیدائش سے لے کر آخر عمر تک اس پر عمل کرتا رہتا ہے۔

عصر حاضر میں معلم کے مقابلہ متعلم کی اہمیت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ آج کی تعلیم کا پورا تعلیمی ڈھانچہ بچے کے گرد گھومتا ہے۔ اب وہ دور ختم ہو چکا جب استاد سب کچھ ہوتا تھا اور بچہ ایک بے جان مجسمہ۔ اب طلباء کا عمل نمائندہ حیثیت رکھتا ہے اور معلم کا کام صرف بچے کی رہنمائی کرنا ہوتا ہے پھر بھی معلم کی حیثیت سے انکار ناممکن ہے، اس کی اپنی جگہ اہمیت ہے۔ استاد نے بچہ کو کتنا سکھایا یہ اتنا اہم نہیں ہے، بلکہ یہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ بچے نے کتنا سیکھا۔ بچے کو معلومات مہیا کر کے اسے رٹا دینا تدریس نہیں ہے کیوں کہ اس سے بچہ میں عملی زندگی کے حقائق کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔ معلم جو علم تقسیم کرتا ہے اور جس کی ذمہ داری بچے کی پوری شخصیت کے بننے بگڑنے پر منحصر ہوتی ہے، اس بات سے باخبر ہوتا ہے کہ درس و تدریس ایک فن ہے اور اس فن میں مہارت حاصل کرنا اس کا اولین فرض ہے ورنہ وہ ایک ناکام استاد کہلائے گا۔ درس و تدریس کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ استاد نے طلباء کو اپنے تدریسی عمل سے کس درجہ متاثر کیا۔ وہ استاد کامیاب سمجھا جاتا ہے، جو اپنے پیشے سے دلچسپی اور درس و تدریس کو زندگی کا مقصد سمجھتا ہے۔

کسی بھی انسانی زبان کا تدریسی نظام اس زبان کے اہلِ علم اور ماہرین لسانیات کی مرہون منت ہوتا ہے۔ عموماً زبان کی تدریس فرد کی مادری زبان کی تدریس سے مکمل طور پر واقف ہوتی ہے کیوں کہ زبان کی تدریس کے ذریعے فرد کی سماعت اور اعضائے نطق کو ایک بالکل نئی زبان کی لسانی عادات کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک معلم کو جن لسانی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اسے عام طور پر مادری زبان کی تدریس میں پیش نہیں آتے۔ ماہرین لسانیات، ماہرین تعلیم اور تجربہ کار اساتذہ کی مشترکہ تحقیقی کاوشوں، ذاتی توجہ اور خصوصیت محنت سے الگ الگ زبانیں بولنے والے بچوں کے لسانیاتی مطالعوں، ان کے تعلیمی و تدریسی جائزوں، مشاہدات اور تدریسی تجربات کی روشنی ہی میں ایسے اصول وضوابط وضع کیے

جاسکتے ہیں، جن پر عمل پیرا ہوکر ثانوی زبان کا تدریسی فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا جاسکتا ہے۔

کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے، تین بنیادی اجزاء کی صلاحیت حاصل کی جاتی ہے، جن میں زبان کا صوتی نظام (صوتیات)، فقرات کی ساخت (نحو) اور ذخیرۂ الفاظ (صرف) ہیں، جب کہ زبان سیکھنے کے لیے لسانی مہارتوں کی مشق کی ترتیب درج ذیل ہے:

سننا...... بولنا...... پڑھنا...... لکھنا...... خوشخطی

جب ایک سیکھنے والا یعنی طالب ہو اور ایک سکھانے والا یعنی استاد ہو اور جو چیز سکھائی جارہی ہے یعنی مواد/متن/مضمون' اس وقت تدریس کا عمل انجام پذیر ہوتا ہے۔ تدریس کے ذریعہ معلم، طلبہ اور مواد میں ربط قائم کیا جاتا ہے۔ ایک اچھے استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلبا، مواد اور طریقۂ تدریس تینوں سے بخوبی واقفیت رکھتا ہو اور ان صفات کا حامل ہو جو بچوں سے بحسن وخوبی پیش آئے۔ تدریس ایک ایسا عمل ہے جس سے ہر کس و ناکس عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ اس سرگرمی کو صرف تربیت یافتہ افراد ہی احسن طریقے سے انجام دے سکتے ہیں۔ ہر زبان کی تدریس تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے دیگر مضامین کی تدریس سے کسی حد تک مختلف ہے اور چند لسانیاتی اصولوں کے تحت انجام دی جاتی ہے۔

زبان کی تدریس کچھ اس طرح کی بے ہنگم چیز نہیں کہ اس کے لیے کسی صحیح طریقِ کار اور صائب طرزِ عمل کی ضرورت نہ ہو اور اس میں کسی قسم کے قوانین کی رعایت یا آئین کی پابندی لازم نہ آتی ہو۔ تدریس زبان بھی ایک فن ہے جس میں مہارت حاصل کرنے کے لیے دوسرے فنون کی طرح باقاعدہ اصول ہیں اور ان اصولوں کی پابندی تدریس زبان کی ذمہ داری اٹھانے والے کی کامیابی کے لیے ناگزیر ہے۔ کسی بھی معلم کے لیے ان سے آگاہ نہ ہونا، یا ان کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دینا تدریسی ناکامی کے علاوہ کئی قسم کی دقتوں اور آفتوں کا باعث بن سکتا ہے۔ ان اصولوں کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ زبان کی تدریس کا مقصد پورا ہو، بچوں میں لسانیات کے تئیں ان کی دلچسپی قائم رہے، کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ تعلم ہو اور موضوعِ تدریس مستقل طور پر طلبا کے ذہن نشین رہے۔

12.2.2 تدریس کی تعریف:

مختلف ماہرین لسانیات نے تدریس کی درج ذیل تعریفیں کی ہیں:

این ایل گیڑ کے مطابق: ''تدریس ایک قسم کا باہمی اثر ہے۔ جس کا مقصد دوسرے انسان کے برتاؤ میں تبدیلی لانا ہے۔''

ریانس کے مطابق: ''دوسروں کو سیکھنے کے لیے ہدایت دینے اور دوسری طرح سے انھیں رہنمائی کرنے کے عمل کو تدریس کہا جاتا ہے۔''

بقول بی او اسمتھ: ''تدریس ہدایتی عمل کا ایک مقصد ہے۔''

سمپسن کے نزدیک: ''تدریس کا مطلب اس سلسلے سے ہے جس میں تجربہ کار گروہ کے لوگ اپنے ناتجربہ اور ناپختہ کار اور ناپختہ افراد کی زندگی سے مطابقت قائم کرنے میں رہنمائی کرتے ہیں۔''

بی ایف اسکینز کے مطابق: ''تدریس قوت بخشی کا اتفاقیہ سلسلہ ہے۔''

کلارک کے نزدیک: ''تدریس کی تشکیل و تنظیم طلبہ کے عادات و اطوار میں تبدیل کے لیے کی جاتی ہے۔''

سینٹ ٹھامس کے بقول: ''کسی طرح سے کسی کو معلومات اور علم دینا تدریس ہے۔''

ایچ سی موریسن کہتے ہیں: ''تدریس وہ عمل ہے جو زیادہ باوقار شخصیت اور کم پختہ شخصیت کے درمیان آتا ہے اور وہ کم پختہ شخصیت کی آئندہ تعلیم کا

انتظام کرتا ہے۔''

ایک موثر تدریس وہ ہے جو طلبہ کو معلومات بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان میں جذبۂ تجسس ابھارے اور زندگی کو آسان طریقے سے گزارنے کا اہل بنائے۔ گویا تدریس، استاد، طالب علم اور مواد کے درمیان ربط کا کام کرتی ہے۔ جب کسی چیز کے بارے میں معلم بچوں کو معلومات دستیاب کراتا ہے تو وہ ایک طرف اس شے کے بارے میں ساری معلومات کو ذہن میں رکھتا ہے اور دوسری جانب بچوں کے تقاضوں اور ان کے نفسیاتی عوامل کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ تدریسی عمل سے طلبہ کے رجحانات، کردار اور شخصیات پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ تدریس ایک امدادی شے ہے جو طالب علموں کو موثر انداز میں اس ماحول کے مطابق ردعمل کے لیے تیار کرتی ہے ساتھ ہی ان کے شعور کو بالیدگی عطا کرتی ہے۔

☆ تدریس ایک حرکی اور ارتقائی عمل ہے جس کے توسط سے طالب علموں کے اندر معاشرتی قدروں کا احساس بیدار کرایا جاتا ہے۔
☆ تدریس کے ذریعہ معلومات میں اضافہ، مہارتوں، قابلیتوں اور رجحانات کو بالیدگی عطا ہوتی ہے۔
☆ تدریس کے ذریعہ روشن خیالات، ذوق سماعت، بحث و مباحثہ، تجربات، منصوبہ بندی، مسائل کے تصفیہ، اور ذمہ داری کے احساس کو جلا بخشنے والی عادات کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔
☆ موثر تدریسی عمل سے طلبا اور اساتذہ کے درمیان بہتر تال میل پیدا کیا جاسکتا ہے۔
☆ منظّم تدریسی سرگرمیوں سے تعلیمی ماحول میں پختہ تعلق قائم کیا جاسکتا ہے۔
☆ تدریسی عمل سے بچوں کے حافظہ، فہم اور فکر کو جلا بخشی جاسکتی ہے۔
☆ موثر تدریس کے ذریعہ بچوں کی انفرادیت کو اختراعی اظہار کا موقع ملتا ہے۔
☆ تدریس کے ذریعہ لفظی اور زبانی اہمیت کو مقصدی اور حقیقی اکتساب کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔
☆ ایک موثر تدریس کے نتیجہ میں خود آموزی کے طریقوں کو تقویت ملتی ہے۔
☆ تدریس کے ذریعہ طلبا میں مطالعہ کرنے کی قوت اور انکشافات کی خواہش کو تحریک ملتی ہے۔

12.2.3 تدریسی مہارتیں (Instructional Techniques)

دورانِ تدریس ایک استاد جو مختلف اعمال انجام دیتا ہے، اسے تدریسی مہارت کہتے ہیں۔ تدریسی مہارتوں کے استعمال سے تدریس کا اچھا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ تدریس کے دوران جو وسائل اور اصول اختیار کیے جاتے ہیں وہی اس کی تکنیک کہلاتی ہے۔ یعنی تعلیم میں تدریسی مہارت وہ ذرائع اور عوامل ہیں، جن کو استاد سبق پڑھانے کے دوران سبق کو دلچسپ بنانے کے لیے استعمال کرتا ہے مثلاً بعض اساتذہ اپنے سبق کو دلچسپ بنانے کے لیے فقرے، لطیفے، کہانی، قصے اور مثالیں دے کر سبق کو ذہن نشین کراتے ہیں۔ اس طریقے کے تدریسی عمل میں طلباء پوری دلچسپی لیتے ہیں۔ ماہر اساتذہ دوران تدریس مزید تحریک و ترغیب کے لیے طلباء سے سوالات کرتے ہیں اور تحسین آمیز جملے استعمال کر کے طلباء کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں۔ اس قسم کی سرگرمیاں اور تدریسی فنی ترغیبی اقدامات تدریسی تکنیک کہلاتی ہیں۔

تدریسی مہارتوں کے فوائد:

(1) تدریسی تکنیک سبق کو آسان اور دلچسپ بناتی ہے۔

(2) ان سے طلباء کی دلچسپی نہ صرف برقرار رہتی ہے بلکہ ان کی دلچسپی کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے اور وہ دلچسپی برابر بڑھتی رہتی ہے۔

(3) اس (تدریسی تکنیک) سے سبق ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

(4) معلم کو اپنی کامیابی پر یقین رہتا ہے۔

(5) معلم کو پیشہ ورانہ مطابقت حاصل ہوتی ہے۔

(6) تدریسی طریقوں کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

(7) جماعت میں تدریسی فضا خوشگوار رہتی ہے۔

(8) طلباء کے انفرادی اختلافات تشفی پاتے ہیں۔

(9) طلباء کی صلاحیتیں اور رجحانات فروغ پاتے ہیں۔

اچھی تدریس کی خصوصیات:

اطلاع دینا:۔ تدریس کی اولین خصوصیات میں سے اطلاع دینا ایک اہم خصوصیت ہے۔ اس طریقۂ تدریس میں طلباء کی ضروریات اور ان کی دلچسپیوں کو ان کی تعلیمی اور معاشرتی ضروریات اور ان کی نفسیات کی سطح پر ایسی معلومات فراہم کرنا جو ان کے لیے ضروری اور کارآمد ہوں۔ یہ سچ ہے کہ عمر کی ہر سطح پر بچوں کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ بچوں کی ان ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے تدریس کا عمل انجام دیا جائے۔

رہنمائی کرنا:۔ تدریس کی ایک خصوصیت بچوں کی رہنمائی کرنا ہے، چناں چہ استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلبہ کی دلچسپیوں، صلاحیتوں، ان کی عمروں اور ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی رہنمائی کرے۔ پرائمری، اپر پرائمری، مڈل، سکنڈری وغیرہ تعلیمی سطحوں کی درجہ بندی بچوں کی انہیں امتیازی سطحوں کی بنا پر عمل میں لائی گئی ہے۔

منتخب باتوں کا علم:۔ بچے اپنی عمر کی سطح کے مطابق ہی سیکھنے کے متحمل ہوتے ہیں، لہٰذا معلم کو چاہیے کہ طلبہ کو ان کی سطح کے مطابق ہی منتخب معلومات فراہم کرے، جو ان کی ضروریات اور عقل وفہم سے میل کھاتے ہوں۔

ہمدردانہ:۔ تدریس کے وقت یہ بھی ضروری ہے کہ استاد بچوں کے ساتھ باہمی دوستی اور ہمدردی کا سلوک روا رکھے تا کہ طلبا بے جھجک معلم سے اپنا مدعا بیان کر سکیں۔ بچوں کے بے شمار تعلیمی مسائل ہوتے ہیں اگر استاد کا رویہ ترش ہوگا تو بچے اپنے تعلیمی مسائل کا تصفیہ کرنے کے لیے استاد کے پاس جاتے ہوئے جھجکیں گے اور اس طرح تدریس کا عمل موثر نہیں ہو سکے گا۔

تعاون پر منحصر:۔ تدریس کا عمل دوطرفہ ہوتا ہے یعنی یہ عمل معلم اور طالب علم کے درمیان ہی انجام پاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ دونوں ایک دوسرے کا تعاون کریں۔ اگر طلبہ کا معلم کے ساتھ بھر پور تعاون نہیں ہوتا تو ایک اچھی تدریس عمل میں نہیں آ سکتی۔ طلبہ کے تعاون کے لیے لازمی ہے کہ معلم انکے ساتھ انسیت اور اخلاق کا معاملہ روا رکھے اور حصول تعلیم کے لیے درکار سہولیات فراہم کرائے۔

جمہوریت پسندی:۔ تدریس میں جمہوریت پسندی کے اصول کی خاص اہمیت ہے۔ اس اصول کے تحت استاد کو چاہیے کہ وہ جماعت کے سبھی بچوں کے ساتھ یکساں سلوک کرے اس طرح بچوں میں بھی جمہوری رجحان پیدا ہوتا اور وہ اپنے روزمرہ کے برتاؤ اور رویوں میں جمہوری جذبات مثلاً انصاف، آزادی، مساوات اور اخوت ویکجہتی وغیرہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

استاد کی ایسی کوششوں اور طریقہ کار کو طریقہ تدریس کا نام دیا جاتا ہے، جس کے ذریعہ نفس مضمون بچوں تک پہنچایا جائے۔ تعلیمی اصطلاح میں طریقہ تدریس سے مراد وہ عمل ہے، جو استاد کسی مضمون کو پڑھانے اور سمجھانے میں اختیار کرے۔ اسکول میں پڑھنے سے مراد سیکھنا یعنی لکھنا پڑھنا، مختلف فنون کو سمجھنا، اچھے عادات و اطوار وغیرہ کو جاننا ہے۔

درس و تدریس ایک فن ہے، جس کا سیکھنا معلم کے لیے ضروری ہے کیوں کہ وہ ایک رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ بچے کو سبق پڑھانے کی مثال ایسی ہی ہے جیسی کہ کسی سفر پر روانہ ہونا۔ سفر کرنے سے پہلے مسافر کو طے کرنا ہوتا ہے کہ اس کی منزل کیا ہوگی۔ اسے اس پر بھی غور کرنا پڑتا ہے کہ وہ کس راستہ سے سفر کرے گا اور سفر شروع کرنے سے پہلے سفر کی شروعات بھی طے کرنا ہوگی۔ اسی طرح بچے کی تدریس کا مسئلہ ہے۔ معلم بچہ کو سبق کے ذریعہ کہاں لے جانا چاہتا ہے، اس لیے راستہ اور مقام، روانگی طے ہونا ضروری ہے۔ اس لیے استاد کے لیے 'تدریسی عمل' کو شروع کرنے سے پہلے مقصد کا تعین کرنا ہوگا۔ ایک اچھی اور موثر تدریس کا انحصار اس کے طریقہ تدریس پر ہے۔ اگر استاد بہتر طریقہ تدریس اپنائے گا تو اس کی دی ہوئی تعلیم کے نقوش بچوں کے دل و دماغ پر گہرے ہوں گے۔ طریقہ تدریس کی اہمیت کا فرق اس وقت سمجھ میں آتا ہے جب طلباء اسکول چھوڑتے ہیں اور اسکول کے اچھے اساتذہ کو یاد کرتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں، جن کی تدریس نے انہیں متاثر کیا ہے۔ ایم. جوکہم M. Joachim کا کہنا ہے کہ ایسا کرنے سے تدریس کے اثرات کم ہو جاتے ہیں اور مقاصد تعلیم بھی پورے نہیں ہوتے۔ دنیا کے تمام پیشے و رفن کار اور ماہرین تعلیم کسی نہ کسی طریقہ کار کے تحت کام انجام دیتے ہیں اور وہ اسی طریقہ کار کی وجہ سے ترقی کرتے ہیں۔

12.2.4 تدریس کے مختلف طریقہ کار

طریقہ تدریس ایک ذریعہ ہے، جس سے ہم بخوبی بچوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ تعلیم جب ہی بہتر ہوگی، جب ذریعہ تعلیم موثر ہوگا۔ تدریس کی اہمیت سے متعلق چند نکات اہم اور قابل توجہ ہیں: مختلف مفکرین نے مندرجہ ذیل طریقہ تدریس کو اہمیت دی ہے:

(1) سقراطی طریقۂ تدریس: - اس تدریس سے بچوں کے غور و فکر کی نشو و نما ہوتی ہے اور ان کی ذہنی صلاحیتیں جلا پاتی ہیں۔ وہ اپنے عقل و شعور سے معاشرہ میں ایک مقام حاصل کرتا ہے۔ اس طریقہ تدریس نے یونان میں ہلچل مچادی تھی، وہاں کے لوگ ذہنی لحاظ سے دوسروں پر فوقیت حاصل کر گئے اس لیے اس کو سقراط کے نام سے پکارا جانے لگا۔ وہ سوالوں کے ذریعہ تدریس کے فرائض انجام دیتا تھا۔ اس کے نزدیک تعلیم کا ایک ہی مقصد تھا کہ فرد کی ذہنی نشو و نما ہو اور آج بھی تدریس کو موثر بنانے کا طریقہ سوالوں کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔

(2) مونٹیسری طریقۂ تدریس: - اس تدریس کے ذریعہ بچے کی شخصیت کی تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔ پرائمری درجات میں یہ طریقہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے بچے دلچسپی کے ساتھ علم سیکھتے ہیں۔ اس تدریس کی اہمیت یہ ہے کہ بچے کے حواس احساسات اور جذبات فروغ پاتے ہیں۔

(3) ڈالٹن پلان: - اس کے مطابق تدریس سے فرد میں عملی کاموں کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اس تدریس سے بچوں میں معاشرتی شعور، ہمدردی، تعاون، ذمہ داری اور محنت کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اس تدریس کے ذریعہ طلباء کے کردار کی تعمیر بھی ہوتی ہے۔

(4) منصوبی طریقۂ تدریس: - اس طریقہ تدریس کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں عمل و تجربات کو ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ اس تدریس سے بچوں کی ذہنی، جسمانی، جذباتی و معاشرتی نشو و نما ہوتی ہے۔

(5) مسائلی طریقۂ تدریس: - اس تدریس سے طلباء میں سماج کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ غور و فکر کے عادی ہوتے

ہیں،اور دشواریوں سے نمٹنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیتے ہیں۔

(6) انفرادی تدریس:۔اس تدریس سے مراد ایسی تدریس ہے، جو ایک فرد کے لیے ہو،اس میں فرد کے اپنے تقاضے اور خواہشات کی آسودگی کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔اس تدریس سے فرد میں انفرادیت اور شخصیت کی نشو ونما ہوتی ہے۔ یہ تدریس فرد کی اہمیت کے فلسفہ پر مبنی ہے۔انفرادی تدریس کا طریقہ بہت قدیم ہے، جو 1888ء میں رائج ہوا۔سب سے پہلے پربسٹن سرچ نے انفرادی تدریس کا منصوبہ بنایا اور اس کے بعد فریڈرک پہلا ماہر تعلیم تھا،جس نے انفرادی تدریس کا باقاعدہ انتظام کیا۔1913ء میں سان فرانسسکو میں اس کی تربیت کے لیے کالج کھولا اور گروہی تدریس کو ختم کر دیا گیا،جس میں مائیکل نے اپنی کتاب ''ثانوی تعلیم کے مسائل واصول'' میں اس پر بحث کی ہے۔اس نے لکھا ہے ''انفرادی تدریس کا تعلق ایک طالب علم کی تدریس سے ہوتا ہے،جس میں جمہوری انداز میں طلباء کی فعالیتوں کا اظہار ہوتا ہے اور معلم صرف رہنمائی کرتا ہے۔''

تدریس کی اہمیت کے بعد تدریس میں نئی جہات کی اہمیت بھی واضح کرنا لازمی ہے۔ایک دور تھا کہ جب ہمیں کسی معلومات کو حاصل کرنے کے لیے طویل مدت تک انتظار کرنا پڑتا تھا لیکن آج ہم ٹکنالوجی کے انقلابی دور سے گزر رہے ہیں۔فون،موبائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن،کمپیوٹر،انٹرنیٹ،سیٹی لائٹ، جی پی ایس وغیرہ نے ہماری طرز زندگی کو تبدیل کر دیا ہے۔اب کمپیوٹر وغیرہ کے ذریعہ کسی معلومات کو منٹوں میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔غرض کہ ہماری روزمرہ کی زندگی کو ٹکنالوجی نے نہایت آسان بنا دیا ہے۔

12.2.5 زبان کی تدریس کے عام اصول

(1) اصولِ آمادگی وتحریک:

کمرہ جماعت میں موجود تمام طالب علم جسمانی، ذہنی اور جذباتی طور پر اسے سیکھنے کے لیے آمادہ ہوں۔زبان کے درسی مواد پر ان کی نظریں جمی ہوں۔ان کا ذہن اور دھیان استاد کی طرف لگا ہوتا کہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر مکمل آموزشی لگاؤ سے لسانی سرگرمیوں میں شریک ہوسکیں۔اگر کوئی طالب علم جسمانی طور پر کمزور، لاغر یا بیمار ہے؛ ذہنی طور پر تدریسی عمل کے دوران غیر حاضر ہے اور عملی زندگی میں زبان کی افادیت اور اہمیت سے پوری طرح آگاہ نہیں ہے تو وہ زبان سیکھنے کے لیے تیار نہیں ہو سکے گا۔بچوں میں لسانیاتی دلچسپی برقرار رکھنے کے لیے مختلف تعلیمی درجات میں مرحلہ وار اردو ادب کی مختلف اصناف کے دلچسپ گوشوں کا انتخاب کر کے انھیں نصاب کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔پہلی جماعت سے لے کر بارہویں جماعت تک زبان کے قواعد کے ساتھ ساتھ اس کے لٹریچر یعنی نظم ونثر کے ادب پاروں میں سے ان اقتباسات کو درسی اسباق کی حیثیت سے منتخب کیا جاسکتا ہے،جن میں پیچیدہ تراکیب اور مشکل الفاظ کم سے کم ہوں، عام فہم اور سادہ الفاظ زیادہ سے زیادہ ہوں کیوں کہ ہماری عملی زندگی میں پیچیدہ تراکیب والفاظ تیزی سے کم ہو رہے ہیں اور ان کی جگہ آسان الفاظ لے رہے ہیں۔حصہ نظم میں زیادہ سے زیادہ مزاحیہ اور دلچسپ نظمیں شامل کی جاسکتی ہیں۔حصہ نثر میں آسان، دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں، قصے، تاریخی کردار اور مشہور شخصیات کے سوانحی حالات پر مبنی اسباق درسی کتب کا حصہ بنائے جاسکتے ہیں۔علاوہ ازیں سرکاری سطح پر ایسی پالیسیاں بنائی جاسکتی ہیں جن کے تحت تمام چھوٹی بڑی سرکاری ملازمتوں کے حصول کے لیے امیدوار کا اردو زبان وادب پر مکمل عبور ہونا لازمی قرار دیا جاسکے تاکہ قومی زندگی میں اردو زبان کو معاشی اہمیت ملنے سے اسے سیکھنے کے لیے طالب علموں کو تحریک مل سکے۔لسانی ماہرین کی نگرانی میں اس مقصد کے لیے مادری زبان کے خصوصی نصاب مرتب کیے جاسکتے ہیں۔

(2) تدریسی نظام میں دلچسپی کا عنصر:

زبان کی موثر تدریس کے لیے ضروری ہے کہ معلم تدریسی عمل کے دوران کمرہ جماعت میں طالب علموں کی دلچسپی کو برقرار رکھے اور کسی بھی مرحلے پر انھیں بوریت کا شکار نہ ہونے دے۔ چناں چہ اگر معلم سستی، کاہلی اور لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تدریسی لسانی اسباق کی قبل از وقت تیاری نہیں کرتا، لسانی اسباقی اشارات مرتب نہیں کرتا اور لسانی مہارتوں کی تدریس کے دوران طالب علم عملاً شریک نہیں ہوتے تو زبان کی تدریس بچوں کے لیے ایک اکتا دینے والی سرگرمی بن سکتی ہے۔ معلم نصاب، متعلم، طریقۂ تدریس اور دیگر تدریسی لوازمات کسی تعلیمی نظام کے بنیادی اجزا ہوتے ہیں لیکن ان میں مرکزی حیثیت متعلم ہی کو حاصل ہے کیوں کہ پورا تعلیمی نظام صرف اسی کے لیے تشکیل دیا جاتا ہے۔ تعلیمی نظام کا پہلا اہم جزو معلم ہے جو ہماری مخصوص معاشرت وثقافت میں مطلوبہ لسانی مقاصد کے حصول کے لیے تگ ودو کرتا رہتا ہے۔ زبان کی ناقص تدریس کی ایک بڑی وجہ اردو لسانیاتی اساتذہ کی پست تعلیمی قابلیت اور ان میں لسانی صلاحیتوں کا فقدان ہے۔ اگر کسی اسکول میں معلم کی تعلیمی و پیشہ ورانہ قابلیت مستند ہوتی ہے تو وہ تدریس زبان کے بنیادی اصولوں کو فراموش کرتے ہوئے صرف درسی مواد کو مقررہ میعاد کے اندر ختم کر دینا کافی سمجھتا ہے۔ جب کہ ایک تربیت یافتہ، تجربہ کار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ استاد ہی زبان کی تدریسی سرگرمیوں کے دوران دلچسپی پیدا کر کے اسے سبق کے آخر تک برقرار رکھ سکتا ہے۔ وہ درسی مواد کے علاوہ اپنی ذاتی لیاقت اور قابلیت سے مختلف لسانی مہارتیں سکھانے کے لیے از خود لسانی مثالیں اور فقرے بنا سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ معلم پڑھائے جانے والے اسباق کی قبل از وقت تیاری کرے کیوں کہ تدریس کا اولین اصول یہی ہے کہ معلم سبق کی تیاری کیے بغیر ایک حرف تک پڑھانے کی جرات نہ کرے بلکہ وقتاً فوقتاً اپنی معلوماتِ عامہ میں اضافہ کرتا رہے، طالب علموں کو سبق کے آغاز سے لے کر اختتام تک تدریسی عمل میں شریک رکھے اور انھیں خاموش تماشائی ہرگز نہ بننے دے۔ اس کو چاہیے کہ سبق کو مختلف مرحلوں میں پڑھائے۔ تدریسی سرگرمیوں میں یکسانیت پیدا کرنے سے اجتناب برتے، حسب ضرورت ان سرگرمیوں میں تبدیلیاں کرتا رہے کیوں کہ ایک ہی روش اور طریقہ تدریس سے بوریت پیدا ہو سکتی ہے۔ پورا گھنٹہ درسی اسباق پڑھانے پر صرف نہ کرے بلکہ موقع محل کے مطابق کسی دلچسپ واقعے، لطیفے، حکایات، شعر یا مختلف موضوعات پر چٹ پٹی باتوں سے کمرہ جماعت کا ماحول خوشگوار بناتا رہے۔ طالب علموں سے گفتگو کے دوران اپنی آواز کو ایک ہی سطح پر رکھنے کی بجائے صوتی اتار چڑھاؤ کا انداز اپنائے تاکہ طالب علم اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں۔ موقع کی مناسبت سے ان سے اعادہ کے سوالات کرتا رہے۔ طالب علموں کے چھوٹے چھوٹے گروہ بنا کر ان کے مابین زبان بولنے، پڑھنے اور لکھنے کے مقابلے کراتا رہے۔ ان کی ناقص لسانی مہارتوں پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے ان کی معمولی سے معمولی کارکردگی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے اور ان کی حوصلہ افزائی کرے۔ اگر کوئی طالب علم کسی لسانی مشکل، پریشانی یا پیچیدگی کا شکار ہے تو ان سے مشفقانہ اور ہمدردانہ رویہ اپنائے اور انھیں ہر لمحے یہ باور کرائے کہ زیر تدریس سبق بہت ہی آسان ہے اور وہ جلد ہی اس پر عبور حاصل کر لے گا۔ سبق سے متعلق مختلف اشکال دور کرنے کے لیے سبق کے آخر میں طالب علموں کو ہر قسم کے سوالات کرنے کی اجازت دے، ایسے تمام اسباب ختم کرنے کی کوشش کرے جن کی وجہ سے کمرہ جماعت کا ماحول خوشگوار بن سکتا ہے۔

کمپیوٹر، تختہ-چاک، چارٹوں، نقشوں، ماڈلوں اور دیگر تدریسی معاونات کا استعمال کر کے طریقۂ تدریس کو موثر اور دلچسپ بنایا جا سکتا ہے۔ طریقۂ تدریس میں دلچسپی کا عنصر طالب علموں کو ہمہ تن گوش رکھنے میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس طرح زبان سکھانے کے لیے درسی کتب بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ مختلف درجات میں زبان کی بیشتر درسی کتب تصوراتی مواد کے لحاظ سے مشکل، نفسیاتی اعتبار سے غیر دلچسپ اور معیار کے

لحاظ سے نا قابلِ فہم ہیں۔ نتیجے کے طور پر طالب علموں میں بددلی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ابتدائی درجات سے لے کر اعلیٰ درجات تک ہر جماعت کے لیے زبان کا نصاب تیار کرتے ہوئے مشمولات میں دلچسپی کا عنصر ملحوظ خاطر رہے۔ نصاب میں ایسے اسباق ہرگز شامل نہیں کیے جانے چاہیں جن میں ثقیل، نامانوس اور مشکل تراکیب و الفاظ شامل ہوں۔ بیشتر اسباقِ زبان سکھانے میں معاون ہوں۔ زبان کی تدریس کے دوران طلبا کی اکتسابی صلاحیتیں جدا جدا ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایک فقرے کی تشریح، محاورات کا جملوں میں استعمال اور مشکل الفاظ و تراکیب کے معانی اپنے اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ زبان بولتے ہوئے ان کا لب ولہجہ اور تلفظ منفرد ہوتا ہے۔ ان کے گھروں کا لسانی ماحول مختلف ہوتا ہے۔ بعض بچے غریب گھروں سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض امیر خاندانوں کے وابستہ ہوتے ہیں۔ طبقاتی اونچ نیچ کے امتیاز کی وجہ سے ان کے قوتِ خود اعتمادی اور کمرہ جماعت میں بیبا کی مختلف ہوتی ہے۔ شہری اور دیہاتی طالب علموں کے شب وروز کی مصروفیات اور مشاغل میں فرق ہوتا ہے۔ انھیں فراہم کی جانے والی سہولیات ایک جیسی نہیں ہونی چاہئیں۔ لڑکوں کو لڑکیوں کے مقابلے میں گھر سے باہر نکلنے، کھیلنے کودنے اور گھومنے پھرنے کے لیے زیادہ مواقع میسر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے لڑکے زیادہ باتونی نہیں ہوتے جب کہ لڑکیاں بیشتر وقت گھروں میں محصور رہنے کی بنا پر اپنی سہولیوں اور ہمجولیوں سے اکثر بیشتر گپیں لڑاتی رہتی ہیں اور ان کی بول چال کی مشق نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔

(3) نفسیاتی اندازِ تدریس:

زبان کی تدریس کا تیسرا اصول یہ ہے کہ دورانِ تدریس بچوں کی نفسیات کو مدنظر رکھا جائے اور لسانی تدریس کی تمام سرگرمیاں تعلیمی نفسیات کے قوانین اور اصولوں کی روشنی میں سرانجام دی جائیں اور زبان کی بنیادی مہارتیں سکھاتے ہوئے طالب علموں کے اندر جاگزیں نفسیاتی خوف، قدرتی شرمیلا پن اور جھجک کو دور کر کے ان میں خود اعتمادی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں استاد کلیدی کردار ادا کرسکتا ہے۔ وہ طالب علموں کی مخفی صلاحیتوں کو ابھار کر انھیں بہتر لسانی ماحول مہیا کرسکتا ہے اور انھیں درپیش لسانی مسائل اور مشکلات کا جائزہ لے کر احسن طریقے سے دور کرسکتا ہے۔ کمرہ جماعت میں بچوں کے انفرادی اختلافات کو مدنظر رکھ کر انھیں بولنے کا موقع دیا جاسکتا ہے۔ جسمانی طور پر کمزور، شرمیلے، کم ذہین اور غیر تعلیم یافتہ و پسماندہ گھرانوں سے تعلق رکھنے والے سہمے ہوئے بچوں کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے۔ شفقت، ہمدردی، بے تکلفی اور معلمانہ پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے ذریعے ان کی گھبراہٹ، اجنبیت اور لسانی کمزوریوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔ ایسے بچوں کو ذہین اور تعلیم یافتہ گھرانوں کے بچوں کے مقابلے میں زیادہ توجہ دی جاسکتی ہے تاکہ وہ کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں۔ ابتدائی سطح پر طالب علموں کو اپنے اپنے لسانی خطہ کی فصلوں، جانوروں، پھولوں، پھلوں، سبزیوں اور لوگوں کے مشہور پیشوں کے حوالے سے زبان میں اظہارِ خیال کا موقع دیا جاسکتا ہے تاکہ ان کی معلومات سے استفادہ کرتے ہوئے انھیں نفسیاتی طور پر زبان بولنے کی تربیت دی جاسکے۔ مزید برآں ابتدائی جماعتوں میں تدریس کو 'کھیل کھیل میں تعلیم' کے اصولوں کے تحت اپنایا جاسکتا ہے۔ کھیل طلبا کی فطرت کا لازمی جزو اور بے ساختہ حرکات کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ وہ کھیل میں روحانی خوشی محسوس کرتے ہیں اور اس کے ذریعے مشکل چیزوں کو بڑی آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔ کھیل کھیل میں ابتدائی درجات کے بچوں کو آسانی سے زبان کی صوتیات کی شناخت کرائی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے تعلیمی تاش یا اس جیسے دیگر کھیلوں کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ ابتدائی درجات کے بعد انھیں درست لب ولہجہ میں زبان پڑھنا سکھایا جاسکتا اور انھیں لکھنے کی مختلف مہارتیں سکھائی جاسکتی ہے۔

(4) مشق وتکرار سے زبان کی لسانی عادات کی تشکیل:

کسی بھی زبان کی تدریس اور آموزش کوئی سائنس نہیں بلکہ ایک فن ہے۔سائنس کی بنیاد ابتدائی معلومات، مشاہدات اور تجربات پر ہوتی ہے جب کہ فن مسلسل مشق، محنت، لگن اور کام کرنے کے جذبے کا متقاضی ہوتا ہے۔زبان ایک ایسی چیز ہے جو صرف لسانی مہارتوں کی مسلسل مشق اور اعادہ سے سیکھی جاسکتی ہے۔زبان کا تعلق لسانی معلومات سے نہیں بلکہ عملی مہارت حاصل کرنے سے ہے۔مشق وتکرار سے زبان سیکھنے کا عمل پختہ ہوتا ہے اور فرد کے ذہن پر اس کے نقوش گہرے ہوجاتے ہیں۔زبان کی مختلف مہارتوں جیسے سننا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا پر عبور حاصل کرنے کے لیے ان کی کثرت سے مشق ضروری ہے تاہم زبان سیکھنے کے عمل کے دوران مختلف جماعتوں میں ان مہارتوں کی عملی مشق کی اہمیت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ابتدائی جماعتوں میں بنیادی لسانی مہارتوں کی مشق زیادہ اہم ہوتی ہے جب کہ اگلی جماعتوں میں ثانوی لسانی مہارتوں کی مشق زیادہ مفید ہوتی ہے۔ کالج کی سطح پر زبان بولنے اور لکھنے کی مشق سے ان مہارتوں میں مزید پختگی پیدا ہوسکتی ہے۔اگرچہ لسانی مہارتوں کی مشق سے فرد کو زبان پر عبور حاصل ہوتا ہے تاہم مشق وتکرار کے تسلسل اور یکسانیت سے مختلف لسانی خطوں کے طلبا وطالبات خصوصاً دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے بوریت کا شکار ہوسکتے ہیں۔ان حالات میں تدریسی عمل کے دوران خوشگوار ماحول قائم رکھنے کا سارا دارومدار استاد کے اعلیٰ شخصی اوصاف اور تدریسی صلاحیتوں پر ہوتا ہے۔کوئی فرد کسی زبان کی جتنی زیادہ مشق کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس پر عبور حاصل کرلیتا ہے۔

ابتدائی جماعتوں میں استاد زبان کے صوتیات کو رک رک کر مبتدیوں کے سامنے اس طرح پیش کرسکتا ہے کہ وہ ہر صوتیے کی آواز اور تحریری صورت سے آگاہ ہوجائیں۔اس کے بعد استاد کی نگرانی میں ان صوتیوں کی نقالی کرسکتے ہیں اور بار بار لکھ کر ان کے درست تحریری شکل پر عبور حاصل کرسکتے ہیں۔اگلی جماعتوں میں کمرہ جماعت میں زبان کے اسباق کی اس کثرت سے بار بار خواندگی کرائی جاسکتی ہے کہ طالب علم زبان بولتے اور پڑھتے ہوئے کسی قسم کی جھجک اور شرم محسوس نہ کریں۔درسی اسباق کے علاوہ معلم طالب علموں کے سامنے ایسے ساختی فقرات رکھ سکتا ہے جن کی مسلسل مشق سے طالب علم قواعدی اصول سیکھنے کے ساتھ ساتھ از خود ویسے ہی فقرات وضع کرسکیں۔موثر تعلیم کے لیے ضروری ہے کہ زبان کی مہارتوں کی مختلف لسانی سرگرمیوں کے دوران طالب علم کمرہ جماعت میں خاموش تماشائی بن کر بیٹھنے کے بجائے ان میں عملاً زیادہ سے زیادہ شمولیت اختیار کرے جب کہ استاد حسب ضرورت ان کی رہنمائی کرتا رہے۔جو طالب علم زبان کے اسباق کے کلی وجزوی اعادے اور عملی مشق کے دوان اچھی لسانی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، استاد حوصلہ افزائی سے ان کی زبان کی لسانی عادات میں مزید پختگی پیدا کرسکتا ہے۔کسی زبان پر عبور حاصل کرنا یہ ہے کہ فرد اس زبان کی بول چال پر مکمل قدرت رکھتا ہو، اس زبان میں ہر موضوع پر اپنا مافی الضمیر بیان کرسکتا ہو، اس کی ادبی وغیر ادبی تحریروں کو متن پڑھ کر ان کا مفہوم سمجھ سکتا ہو اور اسے انشا پردازی کے نمونے تخلیق کرنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آتی ہو، اس کی تحریر ہر طرح کی املائی اغلاط سے مبرا ہو۔زبان کی تعلیم سے متعلق عام خیال یہ ہے کہ اس کی تدریس ناقص ہوتی ہے۔اس کا معیار پست ہے اور اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی، ابتدائی درجات کے استادوں سے لے کر یونیورسٹی کے اساتذہ تک ہر شخص معیار کی پستی کی دہائی دیتا ہے۔یونیورسٹی کے اساتذہ ثانوی مدارس کے اساتذہ پر، ثانوی مدارس کے اساتذہ ابتدائی مدارس کے اساتذہ پر ذمہ داری عائد کرتے ہیں اور یہ شکایت کرتے ہیں کہ طلبا تو کیا اساتذہ تک کی صوتیات، علم ہجا، املا درست نہیں ہے۔

دنیا میں ہر فرد اپنی مادری زبان کسی رسمی ادارے میں داخلہ لے کر نہیں سیکھتا بلکہ وہ اپنے اہلِ خانہ، گردونواح کے ماحول اور معاشرے کے

دیگر افراد کی گفتگو کو سنتا اور سمجھتا ہے، اس گفتگو میں مستعمل الفاظ اور اصوات کو لاشعوری طور پر پہچان کر ان کی نقالی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ضروریاتِ زندگی کے حصول کے لیے انھیں بار بار استعمال کرتا ہے۔ اس طرح الفاظ کے مسلسل استعمال، تکرار اور اعادہ سے وہ اپنی مادری زبان سیکھ جاتا ہے۔ فرد عملی زندگی کے مختلف شعبوں میں جس قدر زیادہ شریک کار رہوگا، مادری زبان کے حوالے سے اس کا ذخیرہ الفاظ اتنا ہی وسیع ہوگا۔ یہ سچائی ہے کہ اسکول جانے سے پہلے ہی فرد کی لسانی عادات اپنی مادری زبان میں پختہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ مادری زبان کی یہی پختہ لسانی عادات ثانوی زبان کی آموزش میں رکاوٹ ڈالتے ہیں کیوں کہ فرد کے اعضائے نطق نئی لسانی عادات کے لیے فوری طور پر رواں نہیں ہوتے۔ چناں چہ تین چار سال کے بچے عموماً آسانی سے ثانوی زبان سیکھ جاتے ہیں کیوں کہ مادری زبان کی لسانی عادات ابھی تشکیل پا رہی ہوتی ہیں۔ جوں جوں بچے بڑے ہوتے جاتے ہیں، ثانوی زبان کی آموزش میں انھیں کئی قسم کے لسانی مسائل ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اساتذہ کی اکثریت عام طور پر درسی اسباق کی صرف ایک دفعہ متن خوانی کروانے کو ہی اپنی تدریسی ذمہ داری سمجھتی ہے۔ لسانی مہارتوں کی مزید مشق کے لیے غیر سنجیدگی اختیار کی جاتی ہے۔ سہولت اور تن آسانی کے خیال سے اساتذہ کبھی کبھار اجتماعی طور پر چند الفاظ کے تلفظ کی مشق کرادیتے ہیں۔ اگرچہ اجتماعی لسانی مشقوں سے کسی جماعت کے بچوں کو مجموعی طور پر کسی حد تک فائدہ ہوتا ہے لیکن طلباء کو انفرادی اختلافات کی وجہ سے اس سے کلی استفادے کا موقع نہیں ملتا اور نہ ہی ان کا تلفظ درست ہو پاتا ہے۔ وہ ثانوی زبان سیکھنے کے بنیادی تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ ان حالات میں ثانوی زبان کی لسانی عادات کی تشکیل ہرگز ممکن نہیں ہو سکتی۔ چناں چہ زبان کے اساتذہ کے لیے لازم ہے کہ وہ نمونے کے الفاظ او رفقرات طالب علموں کے سامنے پیش کرے، متن خوانی کی مدد سے ان کے لب ولہجہ کی اصلاح کرے، سمعی وبصری معاونات کے ذریعے زبان کی بنیادی اصوات میں فرق واضح کرے، انہیں کمرہ تدریس میں زیادہ سے زیادہ بولنے کا موقع دے اور ایک رہنما استاد کی حیثیت سے ملتے جلتے الفاظ، فقروں اور جملوں کی زبانی وتحریری مشق کرائے۔ خصوصاً ایسے طلبہ کو جن کے ماحول میں دور دور تک لسانی ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔

دنیا کی ہر زبان بنیادی طور پر ایک بولی جانے والی شے ہے جب کہ اس کی تحریری صورت کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل زبان اپنی مادری زبان میں لکھنا پڑھنا نہ جاننے کے باوجود اس میں روانی اور آسانی سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ چناں چہ زبان کی تدریس میں سننے اور بولنے کی مشق ثانوی زبان کی لسانی عادات کی تشکیل اور زبان پر عبور حاصل کرنے کا تیز ترین ذریعہ ہو سکتی ہے کیوں کہ زبانی مشق کے ذریعے سیکھی ہوئی زبان ہی تاحیات ذہن نشین رہتی ہے۔

چوں کہ دنیا کی ہر ثانوی زبان ایک مصنوعی لسانی ماحول میں سکھائی جاتی ہے لہٰذا ابتدائی جماعتوں میں زبان کے استاد کی تدریسی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔ اسے چاہیے کہ بچوں کی مادری زبان اور سکھائی جانے والی زبان کا لسانی موازنہ اس طرح کرے کہ مادری زبان کی پختہ لسانی عادات زبان کی آموزش میں رکاوٹ نہ بن سکے اور ایک خاص عرصے کے بعد بچے روانی سے وہ زبان بول سکیں۔

(5) مادری زبان کا استعمال:

زبان کی تدریس سرانجام دینے والے اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے معاشرے کے لسانی ماحول اور سماجی وجغرافیائی ضروریات کے مطابق خوشگوار تدریسی فضا قائم کرتے ہوئے بچوں کی مادری زبان سے وقتاً فوقتاً استفادہ کرتا رہے۔ استاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تدریسی ہدایات کے لیے زیادہ سے زیادہ بچوں کی مادری زبان استعمال کرے۔ اس کے لیے اس کو چاہیے کہ شروع شروع کے اسباق کی تدریس کے دوران

بچوں کی مادری زبان کا استعمال کرے اور پھر بتدریج سکھائی جانے والی زبان کی طرف بڑھا جائے۔ بچوں کو ابتدائی جماعتوں میں زیادہ سے زیادہ مادری زبان کے استعمال کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

مادری زبان اور ثانوی زبان کا موازنہ:- دیہی معاشرے کے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مادری زبان بکثرت مستعمل ہونے کی وجہ سے اسکول جانے کی عمر تک ہر صحت مند، نارمل اور قوتِ سماعت وقوت گویائی رکھنے والا بچہ اپنے ماحول میں موجود پرندوں، درندوں، حشرات الارض، پودوں، پھلوں، پھولوں، کھیتوں، فصلوں، ترکاریوں اور روزمرہ ضروریاتِ زندگی کی اشیا کے نام اپنی مادری زبان میں سیکھ چکا ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکول میں داخل ہونے والا کوئی بچہ بھی گونگا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذہن میں اپنی مادری زبان کا اتنا ذخیرۂ الفاظ موجود ہوتا ہے جو اسے دوسرے افراد سے ابلاغ میں مدد دیتا ہے۔ چناں چہ ابتدائی درجات کے تمام بچے اپنی مادری زبان بولتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ وہ اسکول میں اسی زبان کے لب ولہجہ کی نمائندگی کرتے ہیں جسے وہ اپنے گھر اور گردوپیش میں مادری زبان کی حیثیت سے بولتے اور سمجھتے ہیں۔ وہ عموماً ثانوی زبان میں اتنی مہارت نہیں رکھتے جتنی وہ اپنی مادری زبان کی بول چال پر قدرت رکھتے ہیں۔ چوں کہ دنیا کی ہر ثانوی زبان ایک مصنوعی ماحول میں سکھائی جاتی ہے اس لیے ابتدائی درجات میں اساتذہ کی تدریسی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔ انہیں چاہیے کہ مادری زبان کا موازنہ بچوں کے سامنے اس طرح کرائیں کہ مادری زبان کی پختہ لسانی عادات زبان کی تدریس میں رکاوٹ نہ بن سکے اور ایک خاص عرصے کے بعد بچے روانی سے وہ زبان بول سکیں۔ ایک ایسا استاد جو مجوزہ زبان کے ساتھ ساتھ طالب علموں کی مادری زبان پر بھی عبور رکھتا ہے وہ، مجوزہ زبان کی تدریس کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دے سکتا ہے کیوں کہ وہ مجوزہ زبان کی صرف ونحو کی تدریس کے دوران مختلف تصورات کی وضاحت کے لیے بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق ان کی مادری زبان سے مثالیں بآسانی دے سکتا ہے۔ بچوں کی مادری زبان سے ناآشنائی اور اس پر عبور نہ رکھنے والا استاد مقامی زبان وثقافت سے استفادہ نہیں کرسکتا۔

(6) لسانیاتی مہارتوں کے لیے وقت کی تخصیص:

سننا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا چار ایسی لسانی مہارتیں ہیں جنہیں مکمل طور پر سیکھے بغیر کسی زبان پر کامل عبور حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ چناں چہ ثانوی زبان سکھانے کے لیے ضروری ہے کہ ابتدائی جماعتوں میں بنیادی لسانی مہارتوں یعنی سننا اور بولنا کو دیگر لسانی مہارتوں کی بہ نسبت زیادہ سے زیادہ وقت دیا جائے جب کہ وسطی اور ثانوی درجات میں ثانوی لسانی مہارتوں پڑھنا اور لکھنا کے لیے نسبتاً زیادہ وقت مختص کیا جائے تاہم اگلی جماعتوں میں اردو زبان کے مخصوص تدریسی وقفے میں ان چاروں لسانی مہارتوں کی مشق کے لیے الگ الگ اتنا وقت مختص کیا جائے کہ ہر ایک لسانی مہارت میں پختگی آجائے۔ ہر لسانی مہارت سکھانے کے لیے وقت کی تخصیص بچوں کے درجے، ذہنی عمر، انفرادی اختلافات نیز لسانی وسماجی ضروریات کے مطابق مختلف ہوسکتی ہے۔ لسانیات کی رو سے پڑھنا اور لکھنا بنیادی لسانی مہارتیں نہیں ہیں بلکہ ان کی حیثیت ثانوی لسانی مہارتوں کی ہوتی ہے جب کہ زیادہ تر اسکولوں میں زبان کی تدریس کے لیے مختص سارا وقت عموماً زبان کے اسباق کا متن پڑھنے اور لکھنے میں صرف کردیا جاتا ہے۔ بنیادی اہمیت کی حامل لسانی مہارتوں سننا اور بولنا کو بالعموم نظرانداز کردیا جاتا ہے۔

زبان سننے کی مہارتیں سکھانے کے لیے ضروری ہے کہ ابتدائی درجات میں چھوٹے بچوں کو اس زبان میں سریلے، دلچسپ اور عام فہم ریڈیائی گیت، اس زبان کے معروف علمی شخصیات کی تقریریں، مزاحیہ وتاریخی ڈرامے، روزمرہ معمولات کے عام مستعمل مکالمے سنائے جاسکتے

ہیں۔اس کے علاوہ ریڈیواور پروجیکٹر پر بھی تدریس کا اہتمام کیا جاسکتا ہے تاکہ طلبا کے ''سننے'' کی مہارت میں پختگی پیدا کی جاسکے۔عام تدریسی سرگرمیوں کے دوران زبان سننے اور بولنے میں بہت فرق ہے۔کمرہ جماعت میں لسانی مہارتوں کی مشق کے دوران اغلاط کی نشاندہی اور اصلاح کے لیے اساتذہ ہوتے ہیں جو حسب ضرورت رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔ابتدائی جماعتوں میں جو بچے زبان کی کسی مہارت میں کمزور ہوجاتے ہیں وہ اگلی جماعتوں میں اکثر و بیشتر زبان کے مضمون میں ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(7) اصولِ آسانی:

تدریس کے عام اصول کے تحت طالب علموں کی سابقہ معلومات سے استفادہ کرتے ہوئے استاد ہمیشہ معلوم سے نامعلوم کی طرف تدریسی سفر کرسکتا ہے،یعنی آسان اسباق پہلے پڑھائے جاسکتے ہیں جب کہ مشکل اسباق اور دیگر تدریسی پہلو تعلیمی سال کے آخری دنوں میں زیر بحث لائے جاسکتے ہیں۔مشکل اور پیچیدہ درسی مواد کو آسان اور عام فہم انداز میں مختلف حصوں میں تقسیم کرکے اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے کہ ایک حصے کا دوسرے حصے سے منطقی ربط برقرار رہے۔کمرہ جماعت میں لسانی مہارتوں کی تدریس کا آغاز اگر آسان چیزوں سے کیا جاتا ہے تو تدریسی ترقی اور تعلم کی رفتار تسلی بخش رہتی ہے ورنہ طالب علم مشکلات سے گھبرا کر شروع ہی میں ہمت ہار دیتے ہیں۔اسکولوں میں مہیا کی جانے والی درسی کتب میں آسان سے مشکل کی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔ہر درجے کی درسی کتاب کو ''اصول آسانی'' کے تحت مرتب کیا جاسکتا ہے جس میں عام اسباق اور رسمی قواعد سکھاتے وقت پیچیدہ اور مشکل الفاظ وتراکیب اور اصطلاحات کو آسان کرکے پیش کیا جاسکتا ہے۔

(8) لسانی مہارتوں کی اصلاح:

بیشتر طالب علم ابتدائی جماعت میں زبان کے صوتیے کو ان کی درست شکل میں لکھنا نہیں سیکھ پاتے۔اس خامی کی وجہ سے وہ زبان کی لکھائی میں اتنی ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ان کی تحریر کا متن پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔طالب علم عموماً تلفظ،لب و لہجے کے اتار چڑھاؤ،ہجوں اور فقرات کی نحوی ساخت میں غلطیوں کا شکار ہوتے ہیں۔وہ عربی،فارسی،ترکی،سنسکرت اور خصوصاً انگریزی زبانوں کے دخیل الفاظ غلط تلفظ سے ادا کرتے ہیں۔طالب علم خام مال کی طرح ہوتے ہیں اور استاد ایک سانچے کی حیثیت رکھتا ہے۔وہ اردو زبان کے مبتدیوں کو جس لسانی سانچے میں ڈھالے گا ویسے ہی نتائج ظاہر ہوں گے۔لسانی مہارتوں کی اصلاح کرتے ہوئے معلم کو چاہیے کہ وہ کسی طالب علم کے لسانی کام میں دیگر بچوں کے سامنے براہ راست روک ٹوک نہ کرے کیوں کہ ایسا کرنے سے وہ احساسِ کمتری کا شکار ہوسکتے ہیں اور ان کی پوشیدہ صلاحیتیں دب سکتی ہیں۔

دنیا کی ہر زبان کا اپنا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے اور اپنے منفرد تدریسی مسائل ہوتے ہیں۔اس لیے جو طریقۂ تدریس کسی ایک زبان کے لیے قابلِ عمل اور بہتر ہو،ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی دوسری زبان کے لیے بھی اتنا ہی مفید ہو۔اسی طرح جو طریقۂ تدریس زبان کے کسی ایک پہلو یا مہارت کو سکھانے کے لیے کارآمد ہے،ضروری نہیں کہ وہ دوسرے پہلو میں بھی کام آئے۔

(9) تدریس بذریعہ قواعد و ترجمہ:

تدریس زبان میں بولنا،پڑھنا،لکھنا،انشا اور قواعد پانچ اہم پہلو ہوتے ہیں۔زبان سکھانے کا یہ قدیم ترین طریقۂ تدریس ہے۔اس میں استاد فعال کردار ادا کرتا ہے جب کہ طالب علم زیادہ وقت خاموش سامع کی حیثیت سے جماعت میں موجود رہتا ہے۔استاد ایک یا ایک سے زیادہ دفعہ درسی سبق کے متن کی بلند خوانی کرتا ہے اور طالب علموں کی مادری زبان میں پہلے لفظی ترجمہ کرتا ہے اور بعد میں بامحاورہ ترجمہ کرتا ہے۔جملوں کی

تقطیع کر کے ان میں موجود اسماء، افعال، حروف، تراکیب، محاورات اور فقرات کے مفہوم کو واضح کرتا ہے اور ان الفاظ کی نشاندہی کرتا ہے جو سکھائی جانے والی زبان اور طالب علم کی مادری زبان کے مابین معمولی سے صوتی یا تحریری فرق کے باوجود مشترک ہوتے ہیں۔ آخر میں مشکل اور غیر مانوس الفاظ کے مادری زبان میں معانی لکھوا دیتا ہے۔ لیکن بعض ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ مذکورہ طریقہ غیر فطری اور مصنوعی ہے کیوں کہ اس میں لسانی مہارتوں یعنی پڑھنا اور لکھنا پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ طالب علم محض درسی کتاب تک محدود ہو کر رہ جاتے ہیں اور لفظی ترجمہ کا شکار ہو کر اپنا مافی الضمیر صحیح انداز میں بیان نہیں کر پاتے۔ قواعد کی پابندیوں میں قید ہو کر وہ تحریر وتقریر کی خوبیوں سے محروم ہو جاتے ہیں، جس کے سبب زبان سیکھنے کی رفتار سست ہو جاتی ہے اور کمرہ جماعت میں خاموش تماشائی بننے کی وجہ سے تدریسی عمل میں ان کی دلچسپی آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے اور زبان سیکھنے کا سارا عمل کالعدم ہو جاتا ہے۔

(10) براہ راست تدریس:

مذکورہ طریقہ سے زبان سکھانے کا عمل فطری ہے۔ اس طریقہ کا اولین اور بنیادی اصول یہ ہے کہ مختلف لسانی مہارتوں کی آموزش اور مشق کے دوران کسی بھی مرحلے پر طالب علموں کے سامنے زبان کے مشکل الفاظ، تراکیب اور دیگر لسانی امور وغیرہ کی ان کی مادری زبان میں نہ تو تشریح وتوضیح کی جاتی ہے اور نہ ہی انھیں تدریسی عمل کے دوران مادری زبان کے استعمال کی اجازت ہوتی ہے۔ ثانوی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کو ہم زبان مترادفات کے ذریعے پڑھایا جاتا ہے اور اس کے فقرات کی ساخت کے نمونوں سے واقفیت کو مسلسل مطالعے کے ذریعے فروغ دیا جاتا ہے۔ طالب علم مصنوعی انداز میں ثانوی زبان کی مہارتوں پر اپنی مادری زبان کی طرح عبور حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سبق میں موجود مشکل الفاظ، تراکیب اور محاورات کی وضاحت طالب علموں کی مادری زبان میں ترجمہ وتشریح کے بغیر براہ راست ثانوی زبان ہی میں کی جاتی ہے۔ طالب علم صرف ثانوی زبان میں سوچتے اور بولتے ہیں اور انھیں زیادہ سے زیادہ اس میں گفتگو کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ استاد ایک رہنما کی حیثیت سے حسب ضرورت ان کے لب ولہجہ، تلفظ اور دیگر لسانی پہلوؤں کی اصلاح کرتا ہے۔ یہ طریقہ تدریس پرائمری سطح پر ان طالب علموں کو زبان سکھانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے جن کی مادری زبان اردو یا اس سے مماثل کوئی زبان ہے۔ براہ راست طریقہ تدریس اردو یا اردو کی مماثل زبانیں بولنے والے طلبا کے علاوہ آٹھویں جماعت سے بارہویں جماعت تک دیگر تمام لسانی گروہوں کے طالب علموں کو زبان سکھانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس طریقہ کی بدولت طلباء کی نہ صرف بول چال میں روانی آسکتی ہے بلکہ وہ زبان پڑھنے اور لکھنے میں بھی روانی اور آسانی محسوس کر سکتے ہیں۔ وہ تحریر وتقریر میں بہتر طریقے سے اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتے ہیں۔

(11) تدریس بذریعہ سمعی بصری معاونات:

سمعی وبصری معاونات کی مدد سے کسی زبان کو پڑھانا بذاتِ خود کوئی طریقۂ تدریس نہیں ہے بلکہ یہ وہ اشیاء اور آلات ہیں جو مختلف درجات میں لسانی تدریس کے دوران کسی معلم کی معاونت کرتے ہیں۔ سمعی وبصری معاونات کوئی اضافہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ نصاب میں ایک جزو کی حیثیت سے شامل ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں زبان کا نصاب مکمل نہیں ہو سکتا۔ وہ آلات یا اشیا جو کمرہ جماعت میں استاد کو تدریسی امور سر انجام دینے میں مدد فراہم کرتی ہیں۔ اسے دلکش، دلچسپ اور با مقصد بنانے میں موثر کردار ادا کرتی ہیں، سمعی وبصری معاونات کہلاتی ہیں۔ تاہم سمعی بصری معاونات کی حیثیت ضمنی ہوتی ہے اور ان کا مخصوص دائرۂ عمل ہوتا ہے۔ عام حالات میں ''زبانی کلامی'' محض الفاظ کے ذریعے اردو زبان کے قواعد

وضوابط، لسانی معلومات اور درسی مواد کی ترسیل تو ممکن ہے مگر کمسن طالب علم کسی ثانوی زبان میں مجرد تصورات مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں کیوں کہ وہ بالعموم تدریسی اسباق کی طرف اپنی توجہ مرکوز نہیں کر پاتے۔ اس کے برعکس سمعی بصری معاونات کے استعمال سے طلبا کی اس زبان میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے اور ان کی لسانی تفہیم میں خاطر خواہ اضافہ ہوسکتا ہے۔ ان کی وجہ سے نہ صرف کمرہ جماعت کا تعلیمی ماحول خوشگوار ہو جاتا ہے بلکہ طلبا کے لسانی تجربات میں بھی وسعت آتی ہے۔

(الف) سمعی لسانی طریقہ:(Audio-Lingual Method)

طالب علموں کو نفسیاتی انداز میں زبان کی سننے اور بولنے کی مہارتیں سکھانے اور ان میں پختگی لانے کے لیے سمعی معاونات کی مدد سے جو طریقۂ تدریس اختیار کیا جاتا ہے، وہ سمعی لسانی طریقہ کہلاتا ہے۔ زبان کی بنیادی مہارتیں سکھانے کے لیے یہ ایک جدید سائنسی طریقہ ہے جب کہ سمعی معاونات سے مراد وہ تمام آلات ہیں جن کا تعلق قوت سامعہ یعنی کان سے ہوتا ہے مثلاً ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، آڈیو پلییر اور موبائل فون وغیرہ۔ چوں کہ بنیادی طور پر ہر انسانی زبان کا تعلق ''بول چال'' سے ہوتا ہے اور فرد کسی زبان میں پڑھنا اور لکھنا سیکھنے سے پہلے پہلے ایام طفولیت میں ہی اپنی مادری زبان کا استعمال شروع کر دیتا ہے کیوں کہ وہ فطری انداز میں اپنے ماحول سے انسانی آوازیں سنتا ہے، الفاظ کی شناخت کر کے انھیں سمجھتا ہے اور پھر بولنا شروع کر دیتا ہے۔ عام طور پر یہ طریقہ تفریح طبع کا سامان تصور کیا جاتا ہے مگر تعلیمی میدان میں ان سے قابلِ قدر لسانی خدمات لی جاسکتی ہیں۔ اس لسانی سرگرمی کو زبان کا معلم بھی کسی حد تک کمرہ جماعت میں سرانجام دے سکتا ہے۔ اگر اس کا لب ولہجہ اور تلفظ معیاری ہو، خوش الحان اور خوش گفتار ہو، حسِ ظرافت رکھتا ہو، صوتی اتار چڑھاؤ کی تکنیک کو استعمال کر سکتا ہو اور زبان کا وسیع مطالعہ رکھتا ہو۔ کمرہ جماعت میں ہفتہ واری بیت بازی، کہانی خوانی، نعت خوانی، لفظ سازی، فقرات سازی، جملوں میں استعمال، تقاریر اور درسی اسباق پر مشتمل متن خوانی کے مقابلے کرائے جاسکتے ہیں۔ اس طریقے سے بیک وقت کئی طالب علموں کی لسانی عادات کی تشکیل کے علاوہ انھیں کسی زبان کو درست لب ولہجہ اور تلفظ سے ادا کرنے کی تربیت دی جاسکتی ہے۔ طالب علموں کو دلچسپ کہانیاں، سنسنی خیز ڈرامے، چٹ پٹے مکالمے، لطیفے، مزاحیہ شاعری، خاکے، گپ شپ اور خبریں سنانے سے آہستہ آہستہ ان کے کان سکھائی جانے والی زبان کے الفاظ سے شناسا ہو سکتے ہیں۔ انھیں بولنے کی مہارت میں ماہر بنانے کے لیے اُس زبان کے معیاری نمونے سننے کو مل سکتے ہیں۔ اس طرح وہ زبان کو قدرتی انداز میں سیکھ سکیں گے تاہم یہ بات ہمیشہ مدنظر رہے کہ سمعی لسانی طریقہ کی افادیت کا انحصار طالب علم کی قوتِ سماعت اور ذہنی چستی پر ہوتا ہے۔ سست اور کمزور قوتِ سماعت کے حامل طالب علم کو اس طریقۂ تدریس سے زبان سکھانا قدرے مشکل ہو جاتا ہے۔

(ب) بصری لسانی طریقہ(Video-Lingual method)

نفسیاتی انداز میں زبان کی مہارتیں یعنی پڑھنا اور لکھنا سکھانے اور ان میں پختگی لانے کے لیے بصری معاونات کی مدد سے جو طریقۂ تدریس استعمال کیا جاتا ہے، وہ بصری لسانی طریقہ کہلاتا ہے جب کہ بصری معاونات سے مراد وہ آلات یا اشیا ہیں جن کا تعلق بالعموم قوت باصرہ یعنی آنکھ سے ہوتا ہے۔ بصری معاونات میں تعلیمی چارٹ، مشہور شخصیات کی تصویریں، مختلف ممالک کے نقشے، گلوب، کسی زبان کے صوتیات پر مشتمل تاش کے کارڈ وغیرہ شامل ہیں۔ تاہم بعض تدریسی معاونات ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں بصری اور سمعی دونوں قسم کی خصوصیات بیک وقت موجود ہوتی ہیں جیسے فلم، ٹیلی ویژن، سلائیڈ پروجیکٹر، سی ڈی پلییر، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر وغیرہ۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اسکولوں اور کالجوں میں زبان کی

تدریس کے لیے خصوصی کمپیوٹر، لیبارٹیاں اورلسانی تجربہ گاہیں قائم کی جاسکتی ہیں۔ تاکہ ابتدائی جماعت کے طالب علموں کومکمل دلچسپی، آمادی،تحریک، یکسوئی اورہم آہنگی سے کمپیوٹراورسلائڈ پروجیکٹر کے ذریعے زبان کی بنیادی صوتیوں، الفاظ اورفقرات کی بناوٹ،حروف کے ادغام، دوسادہ الفاظ کے باہمی ادغام سےایک مرکب لفظ کی تشکیل،خوشخطی کے نمونوں اورقواعدوانشا کےتصورات دلچسپ انداز میں واضح کیے جاسکیں۔

(12) تدریس بذریعہ متن خوانی(Teaching by text-reading of lessons)

متن خوانی' زبان دانی کی ایک اہم ثانوی مہارت ہے۔ کاغذ، اسکرین یا کسی اور شے پر جوالفاظ،حروف وعلامات کی صورت میں لکھے ہوتے ہیں،انھیں سمجھ کرشناخت کرنااور بلندآواز سے بولنایا خاموشی سےان کا مفہوم معلوم کرنا'پڑھنایامتن خوانی' کہلاتا ہے۔ بلندآواز سے متن خوانی میں فردکی آنکھ، زبان،کان اورذہن بیک وقت استعمال ہوتے ہیں جب کہ خاموش خواندگی میں صرف آنکھ اور ذہن ہی کام آتے ہیں۔ طالب علموں میں زبان کی مہارت پیدا کرنے کے لیےمتن خوانی کا طریقۂ تدریس انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس طریق تدریس کے پہلے مرحلے میں معلم اپنے شاگردوں کے سامنے درسی سبق کےفقرات مناسب بلندآوازاوردھیمی رفتار سےاس طرح پڑھتا ہے کہ کمرہ جماعت میں موجودتمام طالب علموں کو زبان کی صوتیات واضح اورنمایاں طور پرسنائی دیتی ہیں اورطالب علم اپنے استادکی پیروی میں انھیں لفظ بہ لفظ آواز سےاعادہ کرتے ہیں۔ دوسرے مرحلے میں استاد ہرلفظ کے ہجے کرکےاس کے درست تلفظ اورلب ولہجہ کی وضاحت کرتا ہےاورطالب علموں کی مادری زبان کےمشکل الفاظ کے معانی بتاتا ہے، نامانوس اورپیچیدہ تراکیب کی وضاحت کرتا ہےاورطالب علموں سےانھیں پڑھنے کی مشق کراتا ہے۔

(13) تدریس بذریعہ زبانی مشق(Teaching by Oral exercise)

اس طریقۂ تدریس کا زیادہ ترتعلق زبان کی 'بولنے کی مہارت' سے ہے۔ یہ طریقہ ابتدائی جماعتوں کے بچوں کو بولنے کی بنیادی تصورات سے آگاہ کرنے کے لیے اپنایا جاسکتا ہے۔اس طریقۂ تدریس میں چھوٹی جماعت کے طالب علموں کوآسان، عام فہم اورانتہائی سادہ الفاظ میں مزیدار کہانیاں، دلچسپ واقعات، مزاحیہ باتیں، لطیفے اور چٹکلے سناکران کے تخیلاتی ذہن کی تسکین کرسکتا ہے۔ مشکل، پیچیدہ الفاظ کی جگہ بچوں کی مادری زبان کے الفاظ کوبھی حسب ضرورت استعمال کرسکتا ہے تاکہ بچوں کواس بات کی تربیت دی جاسکے کہ جہاں مناسب اردوالفاظ ذہن میں نہ آئیں وہاں وہ اپنی مادری زبان کے الفاظ استعمال کرسکیں۔ گویااس طریقۂ تدریس سے بچوں کی مادری زبان کی پختہ لسانی عادات کی موجودگی میں ثانوی زبان کی لسانی عادات پیدا کی جاسکتی ہیں، طالب علموں کوزبان کےصوتیات سے آسانی سے متعارف کرایا جاسکتا ہے۔ ابتدائی درجات میں چھوٹے بچے کمرہ جماعت میں زبان سیکھنے کی سرگرمیوں میں عملاً شرکت کرنے کے لیےآمادہ ہوسکیں گےاور مادری زبان کی سابقہ واقفیت کے جائزے کے دوران وہ ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرسکیں گے۔

(14) ساختیاتی طریقہ تدریس(Structural Teaching Method)

علم لسانیات میں دویادو سے زائدالفاظ کےایسے مجموعےکو''ساخت'' کہتے ہیں جوکسی زبان کےکسی خاص پہلوکی وضاحت کرے۔ چوں کہ اس طریقۂ تدریس میں بنیادی طور پر بول چال کی زبان سکھائی جاتی ہےلہٰذا درسی کتاب یا تدریسی موادکی حیثیت ضمنی تدریسی موادکی سی رہ جاتی ہے۔ساختیاتی طریقۂ تدریس یورپ اورامریکہ کے علاوہ بعض ایشیائی ممالک میں کسی ثانوی زبان مثلاً انگریزی، جرمنی یافرانسیسی سکھانے کے لیے مستعمل ایک جدیدطریقۂ تدریس ہے۔اس طریقے میں ماہرین کی زیرنگرانی لسانی مقاصد کےتحت تیارکردہ ثانوی زبان کی''لسانی ساختیں''استعمال

کی جاتی ہیں، جن کے ذریعہ کسی بھی ثانوی زبان کی بنیادی لسانی مہارتیں یعنی سننا اور بولنا کی عملی تفہیم اور مشق میں مدد ملتی ہے۔لسانی قواعد براہِ راست سکھانے کے بجائے ان لسانی ساختوں کی مدد سے اخذ کر کے سمجھائے جاتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مبتدیوں اور ابتدائی جماعت کے بچوں کو زبان سکھانے کے لیے یہ ایک انتہائی موثر طریقہ تدریس ثابت ہوسکتا ہے لیکن وسطی اور ثانوی جماعتوں میں اس طریقہ تدریس کی افادیت درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہے۔اس طریقہ کار کی بدولت مختلف مادری زبان بولنے والے طالب علموں کو زبان کی ثانوی لسانی عادات اپنانے میں بہت سہولت اور آسانی رہتی ہے۔ وہ مستعدی اور دلچسپی سے کوئی زبان سیکھ سکتے ہیں اور تدریسی عمل کے دوران خاموش تماشائی بن کر بیٹھنے کے بجائے لسانی سرگرمیوں میں عملاً شریک رہتے ہیں۔اس طریقہ تدریس کی کامیابی کا مکمل انحصار استاد کی تعلیمی ولسانی قابلیت اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے علاوہ مرتب کیے جانے والے درسی مواد (ساختوں) پر ہوتا ہے یہ لسانی ساختیں زبان کے استاد کے لیے تدریس کی ایک سمت متعین کرتی ہیں۔کسی زبان کو ثانوی زبان کی حیثیت سے سکھانے کے لیے عموماً چار قسم کی لسانی ساختیں استعمال میں لائی جاسکتی ہیں:

(1) تراکیب (2) نمونے کے سادہ فقرات (3) محاورات (4) بول چال سے متعلق مخصوص فقرات

(15) گروہی بات چیت کا طریقۂ تدریس (Teaching by Group Discussions)

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیدائش کے بعد ہر بچہ اپنی مادری زبان بولنا شروع نہیں کر دیتا بلکہ وہ اپنے گرد وپیش کے ماحول میں بولی جانے والی زبان کی مختلف آوازوں کو سنتا اور سمجھتا رہتا ہے اور ان کی شناخت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد آہستہ آہستہ اس زبان کو بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ابتدا میں وہ اپنے منہ سے صرف لایعنی اور مہمل الفاظ ہی نکالتا ہے اوراوں آں ہی کرتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد وہ گھر کے افراد یعنی والدین، بھائی بہن یا گھر کے دیگر افراد اور گھر میں موجود مختلف اشیا وغیرہ کے نام ادھورے انداز میں لینا شروع کرتا ہے جن کا مفہوم محض اہل خانہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ دو تین ماہ کی مسلسل غیر رسمی وفطری لسانی مشق کے نتیجے میں وہ چھوٹی چھوٹی سادہ تراکیب کا استعمال کرنے لگتا ہے حالاں کہ اسما کے ساتھ افعال کا استعمال بہت بعد میں سیکھتا ہے۔لیکن جسمانی، ذہنی اور معاشرتی نشو ونما کے ساتھ ساتھ وہ اسم کے ساتھ فعل کو ملا کر ادھورے کلمات بولنا شروع کر دیتا ہے۔تیسرے سال اسے زبان پر اتنا عبور حاصل ہو جاتا ہے کہ ضروریاتِ زندگی کے حصول کے لیے چند فقرات بولنے پر قادر ہو سکے۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ بچہ کو فطری طریقے سے پہلی زبان کی آموزش میں کم وبیش تین سال کا عرصہ لگ جاتا ہے لیکن یہ سارا کام کسی ظاہری اہتمام اور کوشش کے بغیر انجام پذیر ہوتا ہے حتیٰ کہ بچے کو بھی احساس نہیں ہوتا کہ اس نے زبان کس طرح سیکھی اور لفظوں کے مفہوم سے کیسے آشنائی حاصل کی۔لیکن اس کے پیچھے ایک نفسیاتی تکنیک کارفرما ہے اور وہ ہے گروہی تدریس۔ بچے کی نشو ونما میں والدین کے ساتھ ساتھ اس کے بہن بھائی اور دیگر افراد خانہ کا جو گروہی ماحول اسے نصیب ہوا، گویا یہی ماحول اس کی زبان کی تدریس کی خشت اول ہے۔

اس طرح تعلیمی نظام کا پہلا اہم جزو معلم ہوتا ہے جو ہماری مخصوص معاشرت وثقافت میں مطلوبہ لسانی مقاصد کے حصول کے لیے تگ ودو کرتا رہتا ہے۔زبان کی ناقص تدریس کی ایک بڑی وجہ اساتذہ کی پست تعلیمی قابلیت اور ان میں لسانی صلاحیتوں کا فقدان ہے۔عموماً تعلیمی اداروں کے سربراہان کی نظر میں زبان بہت ہی کم مایہ چیز ہوتی ہے اور وہ زبان کی لازمی تدریس کی خصوصی نگرانی کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اگر کسی اسکول میں معلم کی تعلیمی وپیشہ ورانہ قابلیت مستند ہوتی ہے تو وہ تدریس زبان کے بنیادی اصولوں کو فراموش کرتے ہوئے صرف درسی مواد ہی کو مقررہ میعاد کے اندر مکمل کرا دینا کافی سمجھتے ہیں، جب کہ ایک تربیت یافتہ، تجربہ کار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ استاد ہی زبان کی تدریسی سرگرمیوں کے دوران دلچسپی پیدا کر کے

اسے سبق کے آخر تک برقرار رکھ سکتا ہے۔ وہ درسی مواد کے علاوہ اپنی ذاتی لیاقت اور قابلیت سے مختلف لسانی مہارتیں سکھانے کے لیے از خود لسانی مثالیں اور فقرے بنا سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ معلم' پڑھائے جانے والے سبق کی قبل از وقت تیاری کرے کیوں کہ تدریس کا اولین اصول یہی ہے کہ معلم سبق کی تیاری کے بغیر ایک حرف تک پڑھانے کی جرات نہ کرے۔

12.3 اکتسابی نتائج

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ زبان' ترسیلِ خیالات کا ایک ذریعہ اور مشترکہ معاشرتی وسماجی ورثہ ہے جسے انسانی معاشرہ آئندہ نسلوں تک منتقل کرتا رہتا ہے۔ زبان کا تعلق انسانی رویوں سے ہوتا ہے۔

☆ زبان کی تدریس میں عبارت خوانی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ عبارت خوانی کے اصولوں کو موثر بنانے کے لیے تدریسی حکمت عملیوں سے گزرنا پڑتا ہے اس کے اصولوں میں آمادگی، دلچسپی، تفہیم اور طریقۂ تدریس شامل ہیں۔

☆ ثانوی زبان سیکھنے کے لیے تین بنیادی اجزاء کی صلاحیت ضروری ہے یعنی زبان کا صوتی نظام (صوتیات)، فقرات کی ساخت (نحو) اور ذخیرۂ الفاظ (صرف) جب کہ زبان سیکھنے کے لیے لسانی مہارتیں: سننا...... بولنا...... پڑھنا...... لکھنا...... خوشخطی ہیں۔

☆ زبان کی موثر تدریس کے لیے ضروری ہے کہ معلم تدریسی عمل کے دوران کمرہ جماعت میں طالب علموں کی دلچسپی کو برقرار رکھے اور کسی بھی مرحلے پر انھیں بوریت کا شکار نہ ہونے دے۔

☆ زبان کی تدریس کے دوران بچوں کی نفسیات کو مدنظر رکھا جائے اور لسانی تدریس کی تمام سرگرمیاں تعلیمی نفسیات کے قوانین اور اصولوں کی روشنی میں سرانجام دی جائیں۔

☆ زبان کی مختلف مہارتوں جیسے سننا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا پر عبور حاصل کرنے کے لیے ان کی کثرت سے مشق ضروری ہے۔

☆ زبان کی تدریس انجام دینے والے اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے معاشرے کے لسانی ماحول اور سماجی وجغرافیائی ضروریات کے مطابق خوشگوار تدریسی فضا قائم کرتے ہوئے بچوں کی مادری زبان سے وقتاً فوقتاً استفادہ کرتے رہیں۔

☆ زبان سکھانے کے لیے ضروری ہے کہ ابتدائی جماعتوں میں بنیادی لسانی مہارتوں یعنی سننا اور بولنا کو دیگر لسانی مہارتوں کی بہ نسبت زیادہ سے زیادہ وقت دیا جائے۔

☆ زبان کی تدریس کے لیے ضروری ہے کہ معلم مشکل اور پیچیدہ درسی مواد کو آسان اور عام فہم انداز میں مختلف حصوں میں تقسیم کر کے اس طرح پیش کرے کہ ایک حصے کا دوسرے حصے سے منطقی ربط برقرار رہے۔

☆ ہر زبان کا اپنا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے اور اس کے منفرد تدریسی مسائل ہوتے ہیں۔ اس لیے جو طریقۂ تدریس کسی ایک زبان کے لیے قابلِ عمل اور بہتر ہو، ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی دوسری زبان کے لیے بھی اتنا ہی مفید ہو۔

☆ سمعی وبصری معاونات کے توسط سے زبان کی تدریس میں دلکشی اور دلچسپی کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

☆ بچے کی نشو ونما میں والدین کے ساتھ ساتھ اس کے بہن بھائی اور دیگر افرادِ خانہ کا جو گروپی ماحول بچے کو نصیب ہوتا ہے، گویا یہی ماحول

بچے کی زبان کی تدریس کی خشت اول ہے۔لہٰذا درجات میں گروپ ڈسکشن کا خاص اہتمام کیا جانا چاہیے۔

12.4 کلیدی الفاظ

الفاظ	معنی
ورثہ	مردے کا مال، میراث، ترکہ
آفرینش	پیدائش،تخلیق، پیدا ہونا، عدم سے وجود میں آنا،مخلوق
گردونواح	آس پاس،قرب وجوار
صائب	بہتر،عمدہ،اچھی
بالیدگی	پختگی، پھولنے بڑھنے ابھرنے یانشوونما پانے کا عمل، ابھار،نشوونما
حرکی	حرکت سے متعلق یا منسوب،حرکت پذیر،قوت محرکہ رکھنے والا،قوتِ عمل رکھنے والا، متحرک
ارتقائی	بلند ہونا،ترقی کرنا، ابتدائی درجے سے ترقی کرکے بہت سی تبدیلیوں کے بعد موجودہ صورت اور حالت تک پہنچنا
معلم/متعلم	استاد/ طالب علم
معاونات	مدد دینے والے عناصر یا امور، بہت سے معاون، معاونین
آموزش	تعلیم،سیکھنا،سکھانا
مبتدی	ابتدا کرنے والے، سیکھنے کا آغاز کرنے والا،نوآموز،نومشق، ابجد خواں
حشرات الارض	کیڑے مکوڑے، رینگنے والے جانور
تخصیص	خاص کر، خاص طور پر، خصوصیت، خاص کرنا، مخصوص کرنا یا ہونا
تقطیع	ٹکڑے ٹکڑے کرنا،قطع کرنا، کاٹنا
کالعدم	نہ ہونے کے مثل، بالکل محو،ختم اور فنا، گویا کہ ہے ہی نہیں
سمعی/ بصری	سننے سے متعلق/ دیکھنے سے متعلق
متن خوانی	کسی عبارت کو پڑھنا،Text کی قرأت کرنا
ساختیاتی	ساخت سے متعلق، بناوٹ،ترکیب، ہیئت،شکل، ڈول

12.5 نمونہ امتحانی سوالات

12.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

1۔ مادری زبان سے کون سی زبان مراد ہے؟

2۔ ’زبان‘ کی تعریف کیجیے۔

3۔ تدریس کسے کہتے ہیں؟

4۔ چند تدریسی معاونات کے نام لکھیے۔

5۔ 'معلوم سے نامعلوم کی طرف' سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

6۔ متن خوانی کے کیا معنی ہیں؟

7۔ کسی بھی زبان کا صوتی نظام کیا ہے؟

8۔ زبان کے معلم کی دو خصوصیات لکھیے۔

9۔ موثر تدریس سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

10۔ تدریس کے کسی دو طریقوں کے نام بتائیے۔

12.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

1۔ تدریس کی تعریف بیان کیجیے۔

2۔ موثر تدریس کی خصوصیات بیان کیجیے۔

3۔ ایک اچھے معلم میں کن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے؟

4۔ زبان کی تدریس سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

5۔ مادری اور ثانوی زبان کے فرق کو واضح کیجیے۔

12.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

1۔ تدریس زبان کے اصولوں سے بحث کیجیے۔

2۔ تدریسِ زبان کی اہمیت پر ایک نوٹ لکھیے۔

3۔ ساختیاتی طریقۂ تدریس پر ایک مضمون لکھیے۔

12.6 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	تعلیم و تعلم	محمد اکرام خاں
2۔	تعلیم اور اس کے اصول	محمد شریف خاں
3۔	تدریس اردو	ڈاکٹر فرمان فتح پوری
4۔	اصول تعلیم	خواجہ غلام السیدین
5۔	اردو شکشک	عظیم الحق جنیدی

بلاک IV

اکائی 13 : زبان کی تعریف اوراس کے آغاز کے مختلف نظریات

اکائی کے اجزا

13.0 تمہید

13.1 مقاصد

13.2 زبان کی تعریف اوراس کے آغاز کے مختلف نظریات

13.2.1 لسانیات کی شاخیں

13.2.2 علم لسانیات کے اجز

13.3.3 زبان کا منصب

13.2.4 بولیوں کا علم (Dialectology)

13.2.5 زبان کی اقسام

13.2.6 زبان کے آغاز کے مختلف نظریات

13.3 زبانوں کے خاندان

13.4 اکتسابی نتائج

13.5 کلیدی الفاظ

13.6 نمونہ امتحانی سوالات

13.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

13.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

13.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

13.7 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

13.0 تمہید

زبان (Language) دراصل اصوات کے اس بامعنی مجموعے کا نام ہے جو انسان اپنے منہ سے نکالتا ہے تا کہ اپنے ہم جنس افراد سے تبادلہ

خیال کر سکے۔ چونکہ انسان ایک سماجی جاندار ہے اور مہد سے لحد تک اپنے ابنائے جنس کے ساتھ مل کر رہنا چاہتا ہے اس لیے اپنی سماجی ضرورتوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے وہ مختلف طرح کی آوازوں سے کام لیتا ہے۔ دوسروں سے اپنے دل کی بات کہنے اور ان سے ہمدردی حاصل کرنے کے لیے اسے زبان کا ہی سہارا لینا پڑتا ہے۔ یہ اسی والہانہ محبت اور بے اندازہ شغف کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا میں لاتعداد زبانیں بولی جاتی ہیں جو اپنے اپنے بولنے والوں کی خاطر خواہ خدمت کر رہی ہیں پھر بھی ہر خطے کا انسان اپنی زبان کو غیر زبان پر ترجیح دیتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آج روئے زمین پر صرف ایک ہی زبان رائج ہوتی۔ اس طرح زبان کی تاریخ انسانی معاشرہ کی تاریخ کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ زبان دراصل ایک تقلیدی عمل کا نام ہے جو اپنے گردوپیش کے دوسرے انسانوں کو دیکھ کر اختیار کی جاتی ہے۔ جس وقت انسان پہلی بار آنکھیں کھولتا ہے اس کے صوتی عضلات و مخارج اس قدر مکمل ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں کی آوازوں کی بے اختیار نقل کرنا شروع کر دیتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہ اسی زبان میں سوچنے، سمجھنے اور خواب دیکھنے لگتا ہے۔

13.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ 'زبان' (Language) کسے کہتے ہیں اور یہ کس طرح وجود میں آتی ہے، اس کو سمجھ سکیں۔
- ☆ مختلف دانشوروں نے 'زبان' کی تعریف کے بارے میں کیا خیالات ظاہر کیے ہیں، اس پر گفتگو کر سکیں۔
- ☆ 'زبان' کے وجود اور اس کے آغاز سے واقف ہو سکیں۔
- ☆ عالمی سطح پر 'زبان' اور ان کے خاندانوں سے واقف ہو سکیں۔

13.2 زبان کی تعریف اور اس کے آغاز کے مختلف نظریات

زبان ایک ایسی نعمت ہے جس کی بدولت انسان اپنے خیالات و احساسات کو الفاظ کے سہارے دوسروں تک پہنچانے کی سعی کرتا ہے۔ زبان ہی کے ذریعہ انسان ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کر سکتا ہے اور اس بات چیت کے ذریعے علم، عقائد، رائے، خواہشات، خطرات، حکم، شکریہ، وعدے اور احساسات جیسے عمل اور ردعمل کا تبادلہ کرتا ہے۔ وہ اپنی ہنسی کے ذریعے تفریح اور خوشی کا اظہار کر سکتا ہے اور غصہ و برانگیختگی ظاہر کرنے کے لیے کرخت اور کریہہ آوازوں کا استعمال کر سکتا ہے۔ وہ مسکرا کر کسی بات کی منظوری یا نامنظوری ظاہر کرتا ہے۔ چیخ کر غصہ اور تلخ احساسات کا اظہار کرتا ہے اور کبھی جوش و خروش یا خوف کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اس کی پیشانی پر حیرت، تعجب یا پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے لیکن ان سب کے باوجود انسان کے تبادلۂ خیالات کا سب سے بہتر نظام زبان ہے، جس کی بنیاد الفاظ اور جملوں کی بامعنی ترتیب پر قائم ہوتی ہے۔ تبادلہ خیال یا ترسیلی نظام کو لسانی ترسیلی نظام یعنی Verbal communication کہتے ہیں۔ جب کہ دوسرے تمام ترسیلی نظام کو غیرلسانی ترسیلی نظام non-verbal cummunication کہا جاتا ہے۔

زبان ایک سماجی شے ہے، اس کا استعمال سماج ہی میں ہو سکتا ہے۔ زبان موروثی نہیں ہوتی یعنی کسی مخصوص زبان کو بولنے کی صلاحیت والدین کی طرف سے اولاد کو منتقل نہیں ہوتی۔ زبان میں طرح طرح کے اظہارات کی لامحدود گنجائش ہے۔ ہم اس کی اکائیوں کی متنوع ترتیبوں سے لامحدود

پیغامات کی ترسیل کر سکتے ہیں۔ گویا زبان وہ ذریعہ (Medium) ہے جس کی مدد سے انسان اپنے مافی الضمیر کو ایک فرد سے دوسرے فرد تک منتقل کرتا ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ جانور بھی احساسات وخیالات رکھتے ہیں لیکن وہ اپنے جذبات واحساست اور خیالات کا تبادلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے پاس الفاظ کا وہ نظام (زبان) نہیں ہے جس کے ذریعہ وہ ترسیلی نظام سے مستفید ہوں۔ ان معنوں میں انسان اور جانور میں زبان کا فرق واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے اور اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ زبان خصوصی طور پر انسانی ملکیت ہے۔ گویا زبان سے مراد وہ زبان ہے جو انسان گفتگو میں بالعموم استعمال کرتا ہے۔ زبانیں ہزار ہا ان علامات اور نشانات پر مشتمل ہوتی ہیں جو فارم اور معنی سے تشکیل پاتے ہیں۔ تقریری زبان میں یہ فارم صوت یا آواز ہے، جبکہ تحریری زبان میں یہ فارم حروف ہیں۔ مثال کے طور پر حروف یا اصوات کی ترتیب سے لفظ بنتے ہیں اور لفظوں کی ترتیب سے جملے بنائے جاتے ہیں۔

مختلف زبانوں میں 'زبان' کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جبکہ 'زبان' بذات خود فارسی کا لفظ اور اسم مونث ہے۔ یہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو منہ کے اندر رہتی ہے اور قوت ذائقہ کا کام انجام دیتی ہے ساتھ ہی اس کا کام اصوات کو نکالنا بھی ہے۔ ہر زبان کے تلفظی مخارج اس کے بغیر ادا نہیں ہو سکتے گویا یہ سب مخرجوں کی سردار ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ 'لسان' ذو معنی حیثیت رکھتا ہے اور 'زبان' کو ہر دو مطالب کے لیے بیان کرتا ہے یعنی زبان بطور عضو انسانی اور زبان بطور ذریعہ بیان واظہارِ مطالب۔ 'لسان' عربی زبان کا لفظ اور اسم مفرد مونث ہے جس کے لغوی معنی 'زبان' یا 'بھاشا' کے ہیں جبکہ اصطلاح میں یہ خیالات کے اظہار کا وہ ذریعہ ہے جو ملفوظ آوازوں کی مدد سے انسان کے مطالب ومقاصد کو ایک سے دوسرے تک منتقل کرتا ہے۔ یونانی زبان میں ''علم لسانیات'' کے لیے 'فلولوجی' کی اصطلاح رائج ہے، جو دو الفاظ کا مجموعہ ہے: 'فیلو' کے معنی ہیں محبت اور 'لوجی' کے معنی ہیں لفظ، علم وغیرہ یعنی زبان کا علم۔ عربی لفظ 'لسان' سے لسانی اور لسانی سے لسانیات بنا ہے، جبکہ انگریزی میں یہ لنگواسٹک (Linguistic) کہلاتا ہے جو زبان ہی کے مطالعہ کا علم ہے۔ اس علم میں ایک زبان کے علاوہ دوسری زبانوں سے بھی بحث کی جاتی ہے۔ یہ ایک مستقل علم ہے، جس کی اہمیت عصر حاضر میں مزید بڑھ گئی ہے۔ زبانوں کی ساخت اور ان کے اصوات میں ہونے والی تبدیلیوں کے باعث سماجی علوم یعنی بشریات، نفسیات، عمرانیات، تاریخ اور فلسفہ کے میدانوں میں بے پناہ نتائج حاصل کیے گئے ہیں، زبانوں کے آپس میں ربط اور معاشرہ پر اس کے اثرات کے ساتھ ساتھ آئے دن اس میں رونما ہونے والے تغیرات لسانیات کا ہی موضوع ہیں۔ 'زبان' کی تعریف کرتے ہوئے مولوی عبدالحق قواعد اردو میں کچھ یوں اظہار خیال کرتے ہیں کہ ''زبان بھی ایک انسانی عمل یا سعی ہے۔ اس کے دو رخ ہیں ایک طرف تو یہ عمل اس شخص کی طرف سے ہے جو اپنے دل کی بات دوسروں کو سمجھانا چاہتا ہے۔ دوسری طرف اس شخص کی جانب سے ہے جو دوسرے کے دل کی بات سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

زبان کی تعریف اخذ کرنے کے لیے جب ہم ماہرین لسانیات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں قدرے بہتر اور موزوں صورت حال نظر آتی ہے۔ اس سلسلہ میں محمد حسین آزاد کا ماننا ہے کہ زبان اظہار کا وسیلہ ہے جو متواتر آوازوں کے سلسلے میں ظاہر ہوتا ہے۔ جنھیں تقریر یا سلسلہ الفاظ یا بیان یا عبارت کہتے ہیں۔ اسی بات کو انھوں نے ایک شاعرانہ لطیفے میں بیان کیا ہے کہ زبان اور بیان یعنی تحریری اور غیر تحریری عبارت ہوائی سواریوں کی طرح ہیں جن میں ہمارے خیالات سوار ہو کر دل سے نکلتے ہیں اور کانوں کے راستے سامعین یا مخاطبین کے دماغوں میں پہنچتے ہیں۔ اس سے رنگین

ترمضمون یہ ہے کہ جس طرح تصویر اور تحریر قلم کی دستکاری ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے، اسی طرح تقریر ہمارے خیالات کی زبانی تصویر ہے جو آواز کے قلم نے ہوا پر کھینچی ہوتی ہے۔ وہ صورت، ماجرا، کام، مقام اور ساری حالت کانوں سے دکھاتی ہے۔

محمد حسین آزاد نے بڑے دلچسپ انداز میں زبان کے تقریباً ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے جو لسانیاتی علماء کے یہاں اب تک اہم موضوعات میں شامل ہے مثلاً متواتر آوازوں کے سلسلے، صوتی اور نطقی یا سمعی کے ساتھ تفہیم کا عنصر، خیالات و جذبات کی ترسیل تک محدود کردینے کی بجائے صورت ماجرہ، کام، مقام اور ساری حالت تک زبان کے منصب کو پھیلا دیا ہے۔ دتاتریہ کیفی بھی ابتدائی ماہرین لسانیات کی مانند زبان کو تخیل اور خیال کے ادا کرنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ زبان کے متعلق یہ نظریہ ایک عرصے تک کافی سمجھا گیا لیکن اس میں نہ تو زبان کو ایک نظام قرار دیا گیا اور نہ علامات کا سلسلہ۔ یہ ایک ناقص اور ابتدائی تعریف ہے جو زبان کے ضمن میں ہمیں ملتی ہیں۔

محی الدین قادری کے یہاں زبان کے سلسلہ میں اس طرح کے خیالات ملتے ہیں کہ زبان انسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی ان تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے جن میں قوت گویائی شامل ہے اور جن کو ایک دوسرا انسان سمجھ سکتا ہے اور جس وقت چاہے اپنے ارادے سے دہرا سکتا ہے۔ یعنی عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا محرک انسانی خیالات اور جذبات کو قرار دیتے ہوئے زبان کی آلاتی، منطقی اور اختیاراتی پہلو کا ذکر تو کیا گیا ہے مگر زبان کی علامتی حیثیت کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ گیان چند جین قدرے بہتر انداز میں زبان کی تعریف کرتے ہوئے اسے ارادتاً اور من مانا صوتی علامات کا قابل تجزیہ نظام قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ زبان بالقصد من مانی، قابل تجزیہ، صوتی علامات کا وہ نظام ہے جس کے ذریعہ ایک انسانی گروہ کے افراد اپنے خیالات کی ترسیل باہمی کرتے ہیں۔

مذکورہ دانشوروں کے علاوہ برج موہن دتاتریہ کیفی کا کہنا ہے کہ زبان، تخیل اور خیال کے ظاہر کرنے یا مطلب ادا کرنے کا ذریعہ ہے۔ زبان کا تعلق ناطقہ کے ذریعہ اظہار خیال کرنے سے ہے اور ناطقہ کا تعلق آواز سے ہے۔

مغرب میں لسانیات پر تحقیق و تدقیق کی تاریخ خاصی قدیم ہے۔ عہد یونان سے عہد حاضر تک اس موضوع پر موجود تحریریں مسلسل ارتقا کی مظہر ہیں۔ یونانی فلاسفر ڈیموکریٹس نے الفاظ کو انسان کی ہیجانی آواز قرار دیا۔ بعدازاں ایک طویل عرصہ تک مغربی فلاسفر، ادیب اور نقاد اس نظریے کے حامی رہے اور عام کرتے رہے۔ انھوں نے زبان کا ناطہ انسانی جذبات اور احساسات کے ساتھ جوڑے رکھا۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں ہے:

''The soft in the mouth that moves around, used for tasting, swallowing, speaking etc.''

(Oxford Advance Learners, Dictionary, London, Oxford University press 1993, pg1617)

عہد حاضر میں مغرب میں لسانیات کو ایک سائنس کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ مختلف مغربی لسانی علماء کے یہاں 'زبان' کی تعریف کے لیے متنوع اسلوب و خیالات ملتے ہیں۔ ان میں سے چند اہم لسانیاتی ماہرین کے نزدیک کی گئی زبان کی تعریف کا جائزہ لیں تو ڈی اے کروز (D.A. Crose) زبان کی تعریف کرتے ہوئے اسے مروجہ علامات کا ایک نظام قرار دیتا ہے جو مفہوم کے خود مختارانہ ابلاغ کے عمل کے لیے مستعمل ہو۔ کروز

علامات کے نظام میں ساختیاتی صوتیات (Structural Phonology) کی بات کرتا ہے۔ یہ ایک نئی اصطلاح ہے جو آج کے دور میں لسانی ماہرین بہ کثرت استعمال کرتے ہیں۔ مراد یہ کہ زبان کی علامات اصوات سے متشکل ہیں جو انتہائی پیچیدہ ساخت میں منظم ہوتی ہیں۔ ماہر لسانیات ساپر (Sapir) کے درج ذیل الفاظ ملاحظہ کیجیے:

''A purely human and non-instinctive method of communicating ideas, emotions and desires by means of a system of voluntarily produced symbols.''

(These symbols are...auditoryand...produced by the organs of speach)

ساپؔر کے نزدیک خیالات، جذبات اور خواہشات کے ابلاغ کا ایک خالصتاً انسانی (غیر حیوانی) طریقہ، ایک ایسے نظام کے ذریعے جو رضا کارانہ طور پر علامات پیدا کرتا ہے۔ (یہ علامات سماعتی ہوتی ہیں اور تکلمی اعضاء کی پیدا کردہ ہوتی ہیں)۔ ساپر نے انسان اور حیوان کے درمیان زبان کے تفاوت کو تسلیم کرتے ہوئے زبان کو علامات کا ایک نظام قرار دیا ہے، جس میں علامات رضا کارانہ اور از خود پیدا ہوتی ہیں۔

جان پی ہیوز نے تقریباً ساپؔر کے الفاظ میں تعریف کی ہے مگر یہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ انسان سے دوسرے انسان تک سوچ کی ترسیل ہے جبکہ دیگر ماہرین لسانیات کے یہاں اس طرح کی توضیح دیکھنے میں نہیں آتی، عموماً لفظ ابلاغ استعمال کیا گیا ہے۔ ترسیل کا مطلب فقط بھیجنا ہے یا ادا کر دینا ہے۔ اس میں دوسرے انسان کی تفہیم کی صلاحیت کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جبکہ ابلاغ کا مطلب عموماً سامع کے سمجھنے سے ہوتا ہے۔

آر اے ہال (R.A.Hall) نے چند لفظوں کے ردوبدل اور اضافے کے ساتھ تقریباً یہی تعریف کی ہے اور اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ انسان دیگر عادات کی طرح زبان سیکھتا ہے۔ ہم غیر شعوری طور پر بہت کچھ ایسا بول جاتے ہیں جو ہم سوچتے نہیں ہیں۔ اس نے زبان کو تکلمی وسمعی متعین علامات کا مجموعہ کہا ہے یعنی ایسی صوتی علامات جو بھیجنے سے وصول کرنے والے تک رابطے اور ابلاغ کے عمل کے دوران پہنچتی ہیں۔ جان پی ہیوز (John.P.Hughs) مختلف تعریفوں پر عدم اطمینان ظاہر کرتے ہوئے نیز چند ماہرین لسانیات کی آراء کے بعد ایک نہایت مختصر اور جامع تعریف پیش کرتا ہے۔

''A system of arbitrary symbols by which thought is conveyed from one human being to another.''

جان پی ہیوز کے نزدیک زبان 'متعین نطقی علامات کا ایک نظام ہے جس کے ذریعے ایک انسان سے دوسرے انسان تک خیالات کی ترسیل ہوتی ہے۔ جبکہ معروف امریکی ماہر لسانیات نوم چومسکی (Noam Chomsky) کا خیال ہے کہ:

"I will consider a language to be a set (finite or infinite) of sentences, ezch finite in lenght and constructed out of a finite set of elements."

نوم چومسکی زبان کو جملوں کا ایک مجموعہ خواہ وہ 'متناہی ہو یا لامتناہی' قرار دیتا ہے، جس میں ہر لامتناہی کی طوالت اور تشکیل متناہی مجموعہ عناصر سے ہوتی ہے۔ نوم چومسکی عالمی سطح پر ایک فطرتی، آفاقی قواعد زبان کے نظریہ کے داعی ہیں، یقیناً انھوں نے زبان کی تعریف کرتے ہوئے اس امر کو مدنظر رکھا ہوگا کہ یہ ایک آفاقی تعریف ہو جو دنیا کی تمام زبانوں پر صادق آتی ہو۔ دیگر لسانی علماء کے برعکس نوم چومسکی نے زبان کے عمل ابلاغ اور صوتی

عناصر کی علامتی فطرت یا تسلسل کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا بلکہ تمام تر توجہ زبان کے ساختیاتی وصف پر مرکوز رکھی۔

کسی بھی زبان کا سائنسی طرز پر مطالعہ 'لسانیات' کہلاتا ہے، اس لیے جب ہم کسی بھی زبان کی اصوات، اس کی صرف ونحو، معنیات، اس کے خاندان اور ذیلی خاندانوں کے بارے میں بحث کرتے ہیں تو یہ تمام مباحث لسانیات کی ذیل میں ہی آئیں گے۔ انسان حیوان ناطق ہے اور اسی نطق کی بنیاد پر یہ اشرف المخلوقات کہلایا۔ جس طرح منطق علم بھی ہے اور فن بھی، اسی طرح زبان کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک بولنا اور دوسرا فصاحت وبلاغت سے بولنا اور ہر بولنے والا زبان کے اصول سے واقف نہیں ہوتا۔ جیسے کاریگر اور مزدور دونوں کا عمارت سازی سے واسطہ تو ہے لیکن دونوں کے کام الگ الگ حیثیت کے حامل ہیں۔

لسانیات Linguistics ایک ایسا علم ہے جس میں انسانی زبانوں، ان کی موجودہ صورت اور زبانوں میں مرور ایام کے ساتھ ہونے والی تبدیلیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس علم میں مختلف زبانوں کی آپس میں مشابہت کے ساتھ ساتھ اس چیز کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے کہ زبانوں کا اس دنیا کی دیگر چیزوں کے ساتھ کیا رابطہ ورشتہ ہے۔ علم لسانیات کے ذریعہ ہم زبان کی ماہیت، تشکیل اور اس کے عروج وارتقاء کے متعلق آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ ان میں اصوات، خیالات، سماجی صورت حال اور معنی وغیرہ شامل ہیں۔ گویا لسانیات وہ علم ہے جس میں صرف انسانی زبان پر بحث کی جاتی ہے۔ یہ علم زبان کی تاریخ اور تشکیل کو موضوع گفتگو بناتا ہے۔ بالفاظ دیگر لسانیات میں زبان کا عمومی اور نظریاتی مطالعہ بھی کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ زبان کیا ہے، زبان کا نظام اور اس کے اجزائے ترکیبی کس طرح کام کرتے ہیں اور ان کا باہمی ربط وعمل کیا ہے۔ اس نظریاتی مطالعے کا مقصد زبان کی مختلف سطحوں مثلاً صوتیاتی، صرفی، نحوی اور معنیات کے بارے میں کلی قواعد واصول وضع کرنا ہے۔ جن کا اطلاق دنیا کی زیادہ سے زیادہ زبانوں پر ہو سکے۔ جدید ماہرین لسانیات عہد حاضر کی لسانیاتی تحقیقات کی روشنی میں اب از سر نو زبان کے حقائق ومعارف کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے لسانیات کی وسعت اور مقبولیت میں تیزی سے ترقی ہو رہی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سائنسی طریقے سے زبان کا مطالعہ لسانیات کہلاتا ہے۔

لسانیات کا سب سے نزدیک رشتہ مروجہ قواعد سے ہے لیکن دونوں یکساں نہیں۔ سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ لسانیات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ صرف ونحو اس کے محض دو شعبے ہیں ان شعبوں اور مروجہ قواعد میں بھی فرق ہے۔ قواعد کسی ایک زبان سے متعلق ہوتی ہے لیکن صرف ونحو کے اصول عام طور سے کئی زبانوں پر چسپاں کیے جاسکتے ہیں۔ مروجہ قواعد زبان کی فصیح شکل کا مطالعہ کرتی ہے۔ ادب سے لسانیات کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ شرح کرنے کی ضرورت نہیں۔ لسانیات سے قدیم ادب کو اور دوسری زبانوں سے مستعار لفظوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ زبان صرف ایک عام نظام نہیں جس کے مطابق جملوں کی تشکیل ہوتی ہے بلکہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس کے اندر جملوں کی تشکیل کے قواعد کا علم بھی مضمر ہوتا ہے جب زبان کو گفتار سے جدا کیا جاتا ہے۔ پس زبان کا ایک جامع تجریدی نظام ہے اور گفتار اس کی محدود انفرادی شکل ہے جو بولنے والے کے نطق میں ظاہر ہوتی ہے۔ زبان کی خوبی یہ ہے کہ اسے انسان خود اختیار کرتا ہے۔ جب کوئی بھی آواز نکلتی ہے تو اس سے بننے والی شکل کا اس کے معنی کے ساتھ فطری یا منطقی طور پر کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی قدیم ترین بولی جانے والی زبانوں مثلاً عبرانی، یونانی، لاطینی اور سنسکرت کو آج بھی زبانوں کا منبع کہا جاتا ہے۔ ان تمام زبانوں کی ہی ترقی یافتہ زبانیں دنیا میں رائج ہیں۔ اگر آواز کے فطری یا منطقی معنی میں کوئی فرق نہ ہوتا تو آج پوری دنیا میں ایک ہی زبان کا سکہ چلتا۔

علم لسانیات الفاظ اور معنی میں ہونے والی تبدیلی کو کہتے ہیں۔ تاریخ عالم کے شروع میں انسان کی ایک زبان تھی، پھر بعد میں وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی آتی گئی جیسا کہ موجودہ دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ڈھائی کوس کے فاصلے پر زبان میں تھوڑا بہت فرق ضرور دکھائی دیتا ہے۔ روز اول سے ہی بشر کے امور زبان کے بغیر ناممکن تھے۔ اگر چہ لسانی مورخین کا موقف اس سے مختلف ہے اور زبان کو انسانی تہذیب وتمدن کی مانند ارتقائی اور خود اکتسابی قرار دیتے ہیں۔ جدید ترین معاشرتی زندگی کے حصول تک انسان نے اظہار کے لیے جس چیز پر سب سے زیادہ انحصار کیا وہ زبان ہے اور انسانی زندگی کا اہم تلازمہ ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا معاشرہ یا قوم نہیں جہاں کے لوگ کوئی زبان نہ بولتے ہوں۔ زبان محض اظہار کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ کسی بھی تمدن کی انفرادیات اور خصوصیات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ زبان علامتوں اور آوازوں کا ایک ایسا نظام ہے جو انسانوں کے درمیان ابلاغ کا سبب ہوتا ہے اور جسے انسان اپنے خیالات دوسروں پر آشکار کرنے کے لیے ارادتاً نکالتا ہے اور ان آوازوں کے معنی متعین کر لیے جاتے ہیں تاکہ کہنے اور سننے والے کے یہاں تقریباً ایک ہی جذبات پیدا ہوں۔ الفاظ ان ذہنی تصویروں کی ملفوظی علامات ہیں جنہیں ہم دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

1۔ 'زبان' انسان کی تکلمی یا نطقی آوازوں سے تشکیل پاتی ہے۔

2۔ یہ ایک علامتی حیثیت رکھتی ہے۔

3۔ زبان اختیاری اور متفقہ علیہ ہوتی ہے۔

4۔ یہ ایک منضبط نظام ہے۔

5۔ زبان ابلاغ کا ذریعہ بنتی ہے۔

زبان کی پانچوں مذکورہ خصوصیات اس لیے آفاقی حیثیت رکھتی ہیں کہ دنیا کی ہر زبان پر منطبق کی جا سکتی ہیں۔ بلاشبہ زبان ایک ایسا تاریخی تصور ہے جو قدیم زمانے سے انسان کے ابلاغی تکلم کے لیے وضع کیا گیا اور یہ زبان علامات کا ایک ایسا نظام بناتا ہے جو انسان کی تکلمی یا نطقی آوازوں سے تشکیل پاتا ہے جو اختیاری اور متفقہ علیہ ہوتا ہے اور ابلاغ کا بھی کام کرتا ہے۔

13.2.1 لسانیات کی شاخیں

لسانیات کی مندرجہ ذیل شاخیں ہیں:

صوتیات (Phonetics)

صوتیات میں کسی زبان کی کل اصوات کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ اصوات کیسے پیدا ہوتی ہیں اور ان اصوات کی درجہ بندی کس طرح کی جا سکتی ہے۔ ہر زبان صوتی ہوتی ہے، انسان کو اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کے لیے اس کا وسیلہ لینا پڑتا ہے۔ ہر انسان کے جسم کے بالائی حصہ میں اعضاو تکلم ہوتے ہیں یا آواز عضوی فعلیات کا ایک واقعہ ہوتا ہے، جس کے بغیر زبان کا تصور محال ہے۔ ہر زبان میں محدود اور مخصوص اصوات کا استعمال کیا جاتا ہے۔

فونیمیات (Phone-mics)

اس میں ان طریقوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن سے کسی زبان کی تخالفی اور امتیازی اصوات کی اکائیوں کو معلوم کیا جاتا ہے۔ فونیم سے امتیازی

آوازوں کی وہ تعداد مراد ہے جس کی بھی زبان میں محدود ہوتی ہے۔

صرفیات(Morphology)

مارفولوجی میں کسی زبان میں موجود چھوٹی چھوٹی اکائیوں کا مطالعہ ہوتا ہے۔اصل میں یہ لفظ کی سطح تک زبان کا صرفی مطالعہ کہلاتا ہے۔

نحویات(Syntax)

علم نحو کسی زبان کے جملوں کی ساخت اور جملوں میں لفظوں کی ترتیب کے قاعدوں کا مطالعہ پیش کرتا ہے۔

معنیات(Semantics)

اس میں ان طریقوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن سے زبان میں معنی سمجھنا مقصود ہو۔اس میں لفظوں اور جملوں کے مفہوم سے بحث کی جاتی ہے۔

تاریخی لسانیات:

لسانیات کے مطالعہ کی وہ قسم جس میں کسی زبان میں وقت کے ساتھ پیدا ہونے والی تبدیلیوں کی پیش نظر رکھا جاتا ہے اور ان اصولوں کا جائزہ لیا جاتا ہے جن کی بنیاد پر یہ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

تقابلی لسانیات:

تقابلی لسانیات میں تاریخی اعتبار سے ہم رشتہ زبانوں کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے اور اس اصل زبان کی تلاش کی جاتی ہے جس سے یہ مختلف زبانیں الگ الگ ہوئی ہیں۔

تجزیاتی لسانیات:

یہ زبان کے ڈھانچے کو منکشف کرتی ہے۔کسی لفظ یا آواز کے ماضی میں کیا روپ تھے،تجزیاتی لسانیات کو اس سے دلچسپی نہیں۔اس میں صوتیات اور قواعد وغیرہ کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

زمانیاتی لسانیات:

اس میں اعداد وشمار کی مدد سے کسی زبان کی عمر کا تعین کیا جاتا ہے۔لسانی زمانیات لغاتی اعدادیات کی سب سے اہم شاخ ہے۔

لسانی عتیقیات:

اس میں قدیم زبانوں کی مدد سے قدیم تہذیبوں اور قبل تاریخ عصر کی تاریخ معلوم کی جاتی ہے۔یہ اطلاقی لسانیات کی شاخ ہے۔

لغت:

ماہرین ساختیات نے معنیاتی توضیح کے سلسلے کی اقل ترین اکائی کو لغت کہا ہے،جن کی مفصل فہرست ڈکشنری کہلاتی ہے۔

تدوین اللغات:

اس میں کسی زبان بالخصوص بچھڑی ہوئی زبان کے لغت بنانے کے اصول طے کیے جاتے ہیں۔

ساختیات:

لسانی ساخت کے تجزیاتی مطالعے کا نام ساختیات ہے۔اس میں مطالعے کی کئی سطحیں ہیں مثلاً صوتی تشکیلیات یا صرفی،نحوی،معنیاتی اور

اسلوبیاتی۔ جدید توضیحی لسانیات انہی پر مشتمل ہے زبان کی صوتی سطح کا تجزیاتی مطالعہ فونیمیات کا موضوع ہے۔ صرفی اور نحوی سطحوں پر ساختیاتی تجزیہ کیا جاتا ہے۔

3.2.2 علم لسانیات کے اجزا

لسانیات اجزا درج ذیل ہیں:

صوتیہ:

کسی بھی آواز کی چھوٹی سی چھوٹی اکائی صوتیہ کہلاتی ہے۔

صوت رکن:

زبان کی ادائیگی کے وقت سانس کی ہوا ایک دم سے باہر نہیں نکلتی، بلکہ زبان کی آوازوں کے ٹکڑے اور سانس کی ہوا کا اخراج دونوں میں ایک ربط رہتا ہے۔ صوتی اعتبار سے زبان کی ادائیگی کے وقت اصوات گروپ میں تقسیم ہو جاتی ہیں جن کو تنفّسی گروہ کہتے ہیں۔ یہ گروہ صورت رکن کہلاتا ہے۔ کسی بھی تقریر کو صوت رکن میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

مصوتے:

یہ وہ آوازیں ہیں جن میں آواز کے اعضا گونج کے خلا بناتے ہیں اور جن میں سے سانس کی ہوا بغیر کسی رگڑ کے گزر جاتی ہے۔

مصمتے:

یہ وہ آوازیں ہیں جن میں سانس کی ہوا کو اپنے راستے میں کوئی رکاوٹ ملتی ہے جس سے رگڑ پیدا ہوتی ہے۔

بل:

تنفّسی بہاؤ میں وہ زور ہے جس سے ایک صوت رکن دوسرے صوت رکن کے مقابلہ میں زیادہ زور سے بولا جاتا ہے۔ عموماً ہر اس لفظ میں جس میں دو یا دو سے زیادہ صوت رکن ہوں گے اس میں سے ایک صوت رکن دوسرے کے مقابلے میں زیادہ زور سے بولا جائے گا۔

لہر:

ایک ہی لفظ یا جملے کو کئی طرح سے ادا کیا جا سکتا ہے، جس سے بولنے والا مختلف جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ لہجے کا یہ اتار چڑھاؤ حلق سے نکلنے والے سُر کو بدلنے سے پیدا ہوتا ہے، جس کو لہر کہتے ہیں۔

سُر:

بعض زبانوں میں سُر کے اتار چڑھاؤ سے لفظی معنوں میں تبدیلی کی جاتی ہے، ان کو سُر کہتے ہیں۔

مارفیم یا صرفیے:

ماہرین ساختیات چھوٹی سے چھوٹی اکائی کو 'مارفیم' کہتے ہیں۔ یہ متن یا مواد کی نمائندگی کرتی ہے۔

ساق:

لفظ کا وہ حصہ ہے جس میں تصریفی مارفیم جوڑے جا سکیں' ساق کہلاتا ہے۔

13.3.3 زبان کا منصب

ابتدائے آفرینش سے انسان زبان کو وسیلۂ اظہار کے طور پر استعمال کرتا آیا ہے۔ زبان کی انفرادیت یہ ہے کہ سوچ کے دائرے میں آنے والی ہر شے کا عملی اظہار کر سکے۔ انسان کبھی بھی اپنے اندر پائی جانے والی پیچیدگی تک رسائی حاصل نہ کر پاتا اگر زبان اس عمل کا وسیلہ نہ بنتی، یعنی زبان ہی میں ہم سوچتے ہیں، البتہ باہم رابطہ اور ابلاغ و ترسیل کا پہلا اور بنیادی منصب زبان ہے کیونکہ زبان باہم رابطے کے لیے پہلے متشکل ہوئی اور بعدازاں ذاتی غور وفکر کے لیے کام میں لائی گئی۔ زبان کا تعلق انسانی یادداشت سے ہے کہ انسان کے ذہن میں محفوظ تمام تر علمی، معاشی، سیاسی، سماجی تجربات اور خیالات دراصل کسی نہ کسی زبان میں الفاظ کی اکائیوں کی صورت میں موجود ہوتے ہیں، جن کا بہ وقت ضرورت انسان استعمال کرتا ہے۔ گویا زبان' خیالات کا ذریعہ ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ وہ لفظوں اور فقروں کے توسط سے انسانوں کے ذہنی مفہوم و دلائل اور ان کے عام خیالات کی ترجمانی کرے۔ الغرض انسان نظام کائنات کی پیچیدگیوں اور انسانی نفسیات کی بوالعجبیوں کا ادراک کسی نہ کسی زبان میں غور وفکر کے بعد حاصل کرتا ہے۔ روزمرہ امور میں زبان صرف وسیلۂ اظہار و ابلاغ نہیں ہے بلکہ شب و روز کے معاشرتی، معاشی، سیاسی اور علمی مسائل پر تدبر کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی طرح انسان اپنے جذبات و ہیجانات اور احساسات کا اظہار زبان میں کرتا ہے اور طنز و مزاح یا دیگر تکلمی ذرائع سے سامان نشاط کا اہتمام بھی کرتا ہے۔

3.2.4 بولیوں کا علم (Dialectology)

اس علم میں زبان کا مطالعہ کر کے دیکھا جاتا ہے کہ ایک زبان میں کسی خاص زمانے میں مختلف مقامات پر کیوں فرق پیدا ہوتا ہے اور ایک ہی زبان میں علاقے کے فرق کے ساتھ کیسی تبدیلی ہوتی ہے۔ 'زبان' کی اصطلاح جن معنوں میں سمجھی جاتی ہے تقریباً وہی مفہوم 'بولی' سے لیا جاتا ہے۔ ماہرین لسانیات نے انگریزی زبان کی اصطلاح (Dialect) سے آگہی کے بعد 'بولی' کا الگ سے مفہوم سمجھنا شروع کر دیا۔ بولی کیا ہے اس کی حتمی تعریف کرنا آسان نہیں، کیونکہ ایسی کوئی تعریف پیش کرنا جو زبان پر صادق نہ آئے بہت مشکل ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں 'بولی' (Dialect) کے ضمن میں ایک سادہ بات انتہائی پیچیدہ کر کے بیان کی گئی ہے کہ یہ چھوٹے لسانی گروہوں میں قابل شناخت مختلف اقسام کی زبانیں ہیں جو بولی کہلاتی ہیں۔ یہ باہمی ابلاغ کو بھی ناممکن نہیں بناتیں۔ ایک لسانی گروہ میں مختلف بولیاں ہوسکتی ہیں، جو اس لسانی گروہ کے افراد کے مابین ابلاغ کا مسئلہ بنائے بغیر الگ الگ رہتی ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا میں بولی کے تاریخی پس منظر کے بارے میں مختصراً جائزہ پیش کیا گیا ہے کہ اس اصطلاح کی بنیادیں یورپی علاقوں، ثقافتوں اور نسلوں کے افتراق میں ہیں اور یہ اصطلاح عام طور پر زبان کے اندر افتراق کا حوالہ دینے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اکثر بولیوں کی خصوصیات میں مماثلت تو ہوسکتی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ تمام بولیاں غیر معروف ہوں اور تمام زبانیں معروف اور اسی طرح زبانیں بھی غیر معیاری ہوسکتی ہیں اور بولیاں بھی معیاری اور مہذب کہ جس کا تعین کرنا ہرگز آسان نہیں۔ یہ بھی لازمی نہیں کہ بولی کا کوئی نام نہ ہو۔ بیشتر بولیاں اپنے نام کے سبب پہچانی جاتی ہیں۔ اور اسی طرح ہر بولی کا کہیں نہ کہیں لسانی رشتہ قائم ہوتا ہے۔ آر ایچ رابنز (R.H. Robins) نے قدرے وضاحت سے بولی کی اصطلاح کے تین معنی بیان کیے ہیں:

(1)Fomrs of speech that are different but mutually intelligible without special training.

(2)The form of speech current within a politically unified area and;

(3) Form of speech of speakers sharing a common writing system and set of written classics.

(۱) گفتگو کے لہجے جومختلف ہیں مگرکسی خاص تربیت کے بنا آپس میں قابل فہم ہیں۔

(۲) گفتگو کے لہجے جو متحدہ سیاسی حدود میں جاری ہوں۔

(۳) مشترک رسم الخط اور کلاسیکی ادب کا مجموعہ رکھنے والے کے گفتگو کے لہجے۔

رابنز نے تین مختلف صورتحال بیان کر کے بولی اور زبان کے فرق کو کافی حد تک واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ان تین صورتوں میں ہم بولی کے مفہوم کو سمجھ سکتے ہیں، یہاں بولی کی انفرادیت کے لیے لہجے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو سب سے موزوں ہے۔معروف لسانی ماہر جان پی ہیوز (John P. Hughs) بولی کی تعریف زبان کے تناظر میں اس طرح کرتا ہے:

"Language is, it will be remembered a system. On this basis we can say that, as long as we have variants of the same system, they are dialects, and we are not concerned with which one is or should be the prestige dialect of "Standered" when the system it self is different,we have a different language."

اس کے خیال میں زبان ایک نظام ہے، یہ ذہن میں رکھ کر اس کی بنیاد پر کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک اس ایک نظام میں تغیر/اختلافات ہیں، بولیاں ہیں، اور ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ ان میں سے کون سی باوقار یا معیاری بولی ہے یا ہونی چاہیے، جب نظام تبدیل ہو جائے تب ایک الگ زبان ہوگی۔

13.2.5 زبان کی اقسام:

لفظ 'زبان' بنیادی طور پر نامکمل اور غیر تکنیکی اصطلاح ہے، یہ از خود کچھ بھی نہیں ہے، یہ ہر لمحہ کسی نہ کسی قسم کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ماہرین لسانیات زبان کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے عموماً زبان کو اس کی کسی قسم کے ساتھ جوڑ کر دیکھتے ہیں۔

(1) مادری زبان:

زبان ایک موروثی سماجی عمل ہے۔انسان دنیا میں جنم لینے کے بعد ایک مربوط معاشرتی نظام کا حصہ بن جاتا ہے، جہاں سب سے پہلے وہ ان افراد کے اشاروں کو سمجھنے اور زبان سے ادا کیے گئے الفاظ کو دہرانے کا عمل کرتے ہوئے آخر کار محدود حد تک ایک زبان سمجھنے اور بولنے کے قابل ہو جاتا ہے۔گویا زبان کی تشکیل اور اس کا ارتقاء معاشرتی اور تہذیبی عوامل پر منحصر ہوتا ہے۔ایک معاشرتی عمل ہونے کے ناطے بچہ سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اپنی زبان سیکھتا ہے جو اس کے ماحول کی عام زبان ہوتی ہے۔نینی جے کیب (Nany J. Cabb) بچے کی پیدائش سے تین سال کی عمر تک پہلی زبان سیکھنے کے عمل کو تین مراحل میں جامعت کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔یہ ابتدائی زبان سیکھنے کا اہم مرحلہ ہوتا ہے۔بچے کی زبان سیکھنے کے عمل کو 'فطری' اور 'تربیتی' سمجھا جاتا ہے۔ڈیوڈ کرسٹل (David Crystle) ابتدائی زبان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"TheLanguage first acquired by the child (also called the mother tongue native

language) or preffared in a multiligual situation."

(An Incyclopedic Ditionary of langguage, David Crystal,1992, P.138)

(جو زبان بچہ سب سے پہلے سیکھتا ہے (جسے مادری یا دیسی زبان بھی کہا جاتا ہے) یا جسے کثیر اللسانی صورت حال میں ترجیح دی جائے)

مذکورہ بالا تعریفوں کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ابتدائی زبان کا تصور اس طرح بنتا ہے کہ بچہ ابتداء سے ہی جن آوازوں کو سنتا ہے یا توجہ پاتا ہے، اس کی پرورش کرنے والوں کی زبان اس کی ابتدائی زبان ہوتی ہے۔اس کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

(i) ابتدائی زبان نہ سکھلائی جاتی ہے اور نہ ہی سیکھی جاتی ہے بلکہ یہ نسل در نسل منتقل ہونے کا سماجی عمل ہے جو واقع ہوتا ہے۔

(ii) بعض اوقات ابتدائی زبان بچے کی ماں کی زبان سے مختلف ہوسکتی ہے، اسلیے اسے مادری زبان کہنا درست نہیں۔

(iii) کثیر اللسانی صورت حال میں ابتدائی زبان کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(iv) انسان ابتدائی زبان کو کثرت سے استعمال کرتا ہے اور اس زبان میں اپنا آپ کھل کر بیان کرسکتا ہے۔

(2) ثانوی زبان:

ایسے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں جو صرف ایک زبان جاننے تک محدود رہتے ہیں اور کسی مقصد کے حصول کے لیے دوسری زبانیں سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔انسانی تمدن کے ارتقاء کے دوران شاید اس وقت تک تو ایسا ممکن ہوگا جب کسی بھی ایک علاقے یا لسانی گروہ کے افراد اپنے گروہ تک محدود رہتے ہوں۔لیکن اب جدید ترسیلی آلات کے ایجاد ہونے کے بعد انسانوں کے مابین فاصلے کم ہو چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اپنی مادری زبان کے علاوہ ہر فرد دوسری زبانیں سیکھتا ہے، یہ دوسری زبانیں ثانوی زبان کہلاتی ہے۔

(i) ثانوی زبان سے مراد ایسی زبان ہے جو انسان اپنی مادری ابتدائی زبان کے بعد سیکھے۔

(ii) ثانوی زبان بعض ضرورتوں اور مقاصد کے لیے سیکھی جاتی ہے اور عصر حاضر میں دنیا کے بہت کم باشندے ایسے ہیں جو ثانوی زبان نہیں سیکھتے اور اپنی مادری زبان تک ہی محدود رہ جاتے ہیں۔

(iii) ان ممالک میں ثانوی زبان سیکھنے کی ضرورت لازمی حیثیت اختیار کرلیتی ہے جہاں ایک سے زائد زبانیں بولی جاتی ہوں اور دنیا کے بیشتر ممالک میں ایک سے زائد زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔

مختلف اہل علم اور دانشوروں کی آراء سے نتائج اخذ کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

☆ کوئی زبان موروثی نہیں ہوتی یعنی کسی مخصوص زبان کو بولنے کی صلاحیت والدین کی طرف سے اولاد کو منتقل نہیں ہوتی۔یہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا کہ اہل زبان کا سا تلفظ اور بولنے پر عبور اس لسانی گروہ کے لیے ممکن ہے۔اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ زبان ماحول کی دین ہوتی ہے، وراثت کی نہیں۔

☆ کسی نوزائیدہ بچے کو دنیا کی کسی بھی زبان والے گھرانے میں دے دیجئے تو بڑا ہو کر انہیں کی زبان بالکل اسی فطری لہجے میں بولنے لگے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مخصوص زبان تو درکنار نطق انسانی بھی وراثت میں نہیں ملتا۔اگر نومولود بچہ انسانی آبادی سے دور جنگل میں پرورش پائے تو وہ جانوروں کی طرح غوں غاں ہی کرے گا، جنگلوں سے ملنے والے گرگ اطفال (wolf boys) کی کئی مثالیں مشاہدے میں آئی ہیں۔

☆ زبان کا علم اکتساب نقل سے ہوتا ہے، جو بچے بچپن سے بہرے ہوتے ہیں وہ گونگے بھی رہ جاتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں کی نقل نہیں کر پاتے۔

☆ زبان سماجی شے ہے، اس کا استعمال سماج ہی میں ہوسکتا ہے۔ایک شخص اپنے لسانی گروہ سے زیادہ سے زیادہ عرصے کے لیے کٹ جائے تو بعض اوقات اپنی مادری زبان کی مہارت بھی کھو بیٹھتا ہے اور وہ جس نئے لسانی گروہ کے بیچ میں رہنے لگتا ہے رفتہ رفتہ اس کی زبان پر عبور حاصل کر لیتا ہے۔ہم سب اپنی مادری زبان پر سب سے زیادہ قدرت اس لیے رکھتے ہیں کہ ہم مادری زبان کے ماحول میں سب سے زیادہ وقت گزارتے ہیں۔بعض صورتوں میں اگر پورا معاشرہ نہ ہو تو کم ازکم گھرانے کا ماحول تو ہوتا ہی ہے۔

☆ زبان ایک عادت ہے۔ہم بچپن میں اسے حاصل کر لیتے ہیں اور اس کے بعد اسے عادت کے طور پر برتتے ہیں۔

☆ زبان میں طرح طرح کے اظہارات کی لامحدود گنجائش ہے۔ہم اس کی اکائیوں کی متنوع ترتیبوں سے لامحدود پیغامات کی ترسیل کر سکتے ہیں۔

☆ زبان تغیر پذیر ہوتی ہے۔دریا کی طرح اس میں کہیں ٹھہراؤ نہیں ہوتا۔ہاں تغیر کی رفتار کافی سست ہوتی ہے۔ایک فرد کو اپنی زندگی میں اس کے تغیر کا احساس نہیں ہوتا لیکن ہم تاریخ کے آئینے میں دیکھ سکتے ہیں کہ ایک زبان سے کئی زبانیں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان زبانوں سے پھر نئی زبانیں۔ بظاہر نئی زبانوں کا یہ ظہور دراصل تبدیلی کا کرشمہ ہے۔کئی صدیوں میں ایک زبان اس قدر بدل جاتی ہے کہ ہم اسے دوسری زبان کہنے لگتے ہیں۔

☆ زبان کبھی مکمل نہیں ہوتی، اس کی تکمیل ہی اس کی موت ہے۔

13.2.6 زبان کے آغاز کے مختلف نظریات:

تخلیقِ کائنات کے بعد دنیا میں جو انسان پہلے پہل آیا ہوگا جو ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام تھے۔انھوں نے اپنے خیالات واحساسات کے اظہار کے لیے یا تو اسی زبان کا استعمال کیا ہوگا جو وہ جنت میں بولتے رہے ہوں گے۔لیکن متذکرہ خیالات کی تردید کی صورت میں انہیں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔اول اول انہیں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا آج کے دور میں تصور کرنا بھی محال ہے، جہاں ایک کلک پر ساری دنیا کی معلومات آن واحد میں ہماری اسکرین پر ہوتی ہیں۔بعض مغربی ماہرین لسانیات کا کہنا ہے کہ انسان کے منہ سے نکلنے والا پہلا لفظ شاید 'ہائے' تھا۔ پروفیسر فولی کے مطابق دیانت داری سے اگر بات کی جائے تو ہمارے علم میں اس کا کوئی سراغ نہیں کہ انسان نے پہلے پہل کون سا لفظ بولا ہوگا۔محض اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں نے تبادلۂ خیال کے لیے اشاروں کا سہارا لیا ہوگا، یا چہرے کی تبدیل ہوتی ہوئی کیفیت سے ان کے عمل اور ردعمل کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔پھر آہستہ آہستہ مدتوں ایک ساتھ رہنے بسنے کے سبب وہ ایک دوسرے کی عادات، خوشی ورنج اور غصہ کی کیفیات سے آگاہ ہوگئے ہوں اور چہرے کی مختلف شکلوں اور ہاتھوں کے اشاروں سے تبادلۂ خیالات کر لیتے ہوں گے۔پھر ان میں سے بعض لوگوں نے غیر شعوری طور پر اشیاء، موسم، حالت، کیفیت، خوشی اور رنج کی عکاسی کے لیے بعض نام گڑھ لیے ہوں گے، جو آپسی استعمال کے ساتھ ساتھ دوسرے قبیلوں اور بستیوں تک بھی پہنچے ہوں گے۔کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہوگا کہ ایک شے کے لیے جدا جدا بستی میں الگ الگ نام مستعمل ہوں۔چنانچہ ان گڑھے ہوئے ناموں میں کثرتِ استعمال اور ایک مدت دراز تک استعمال ہوتے ہوتے کافی حد تک تغیر وتبدل بھی واقع ہوا ہوگا۔اس طرح الفاظ کی شکلیں بنتی بگڑتی رہی ہوں گی اور رفتہ رفتہ ایک ہی خطہ میں سہی ان تشکیل شدہ الفاظ پر اتفاق رائے ہو گیا ہوگا۔گویا الگ الگ خطوں میں اشیاء کے الگ الگ ناموں کی تشکیل ہی کئی زبانوں کے وجود کی بنیاد بنی، یہی وجہ ہے کہ ماہرین لسانیات نے

ایک محتاط اندازے کے مطابق زبانوں کی تعداد 5000 سے 7000 بتائی ہے اوران میں مشہور زبانوں کی تعداد قیاساً دو ہزار سات سو چھیانوے (2796) بتائی جاتی ہے۔ان زبانوں کے علاقوں اور وجود میں آنے کے اسباب کا تعین کرنا نہایت ہی مشکل کام ہے۔ان زبانوں میں زیادہ تر زبانیں نسل انسانی کے ساتھ ہی وجود میں آئی اوران کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی نوع انسان کی۔

ماہرین لسانیات کے نزدیک آغاز زبان کا مسئلہ ہمیشہ سے متنازعہ فیہ رہا ہے۔اس ضمن میں متعدد نظریات منظر عام پر آتے ہیں مثلاً اختراعی نظریہ،جس کی رو سے زبان انسان کا تخلیقی عمل ہے۔حادثاتی یا اتفاقی نظریہ کی رو سے زبان کے آغاز کو محض ایک اتفاق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔بہت سے ماہرین لسانیات کا ماننا ہے کہ زبان کا آغاز ''مادے'' (Roots) سے ہوا ہے۔وٹینے (Witeny) نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ مختلف لسانی گروہوں کی ان گنت بولیوں کے دستاویزی حقائق اور شواہد کے محتاط استقراء سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ڈبلیو ایچ جے بلیک (W. H. J. Black) کے نزدیک انسان نے پہلے پہل احساسات وخیالات کے اظہار کے لیے مخصوص صوتی اشارے ادا کیے،جنھیں ان کے دوسرے ہم جنسوں نے ان سے نقل کر کے ادا کیے اور رفتہ رفتہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔بعض نظریات کی رو سے زبان کی ابتدا انسان نے کتے کے بھونکنے،بکری کے ممیانے اور بعض دوسرے جانوروں کی مخصوص آوازوں کی نقالی سے سیکھی اوراس طرح ابتدائی فطری کلمات وجود میں آئے۔جبکہ بعض نظریات کی رو سے زبان ان جذباتی اصوات سے اخذ ہوئی ہے جو شدتِ احساس یا درد کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

جرمن ماہر لسانیات اور نفسیات G. Revesz نے زبان کی ابتدا کے مذکورہ بالا تمام نظریات کو دو حصوں میں منقسم کر کے زبان کی ابتدا کا سراغ لگانے کی کوشش کی ہے۔(1) حیاتیاتی نظریات (2) بشریاتی نظریات۔اس نے حیاتیاتی نظریات کے تحت دلالت وضع کرنے والے اشارات و حرکات اور جانورں کی آوازوں سے متعلق لسانی نظریوں سے بحث کی ہے۔وہ لکھتا ہے کہ بعض حرکات واشارات اور اصوات میں اظہاریت ہوتی ہے،یہی وجہ ہے کہ بعض ماہرین لسانیات انھیں حرکات،اشارات اور اصوات کو زبان کا نقطۂ آغاز قرار دیتے ہیں۔ایسے اشارے بنیادی طور پر حیاتیاتی ہی ہوتے ہیں۔اس نے حیوانی آوازوں کی نقالی کے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ جس قسم کی آوازیں جانور نکالا تے رہتے ہیں کم وبیش اسی قسم کی آوازیں انسان کو بھی ودیعت کی گئی ہیں۔پھر ان آوازوں سے کام لینے کے لیے خارجی نمونوں کی کیا ضرورت تھی؟

اس نے بشریاتی نظریات کے ذیل میں فطرتی اصوات کی نقالی کے نظریے جیسے،بچوں کی غوں غاں،بچکانی زبان،غنائی آوازوں یا گیتوں کے تقدم کے نظریات،نفسیاتی رجحان کے نظریات،اشارتی نظریات،،زبان کے انسانی عناصر اور خامیوں کے نظریات سے بحث کی ہے۔

زبان کے آغاز کے فلسفیانہ نظریات کو دوگروہوں میں منقسم کر کے زبان کے آغاز کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔(1) خلقیت پسندانہ اور (2) تجربیت پسندانہ۔اول الذکر کی رو سے انسان کی نطقی استعداد ودیعت کردہ ہے یعنی پیدائش سے ہی اسے اصوات عطا کیے گئے ہیں اوراس استعداد کے ذریعہ وہ خود بخود بولنا شروع کر دیتا ہے۔موخر الذکر نظریہ کی رو سے زبان کے آغاز کے سلسلے میں تجربے،قوت ارادی،اور فکر خصوصاً قیاس تمثیلی کو فیصلہ کن اہمیت حاصل ہے۔نظریۂ ارتقا کے زیر اثر زبان کے آغاز کے تولیدی نظریات سامنے آئے جن کی رو سے زبان کی ابتدائی صورتوں کی تشکیل نو اور بچوں اور جانوروں کی نفسیات سے اخذ کردہ مواد کی مدد سے مفقود لسانی کڑیوں کی فراہمی پر خصوصی توجہ دی گئی۔

اصوات کو الفاظ میں بدلنے کا مسئلہ کافی پیچیدہ رہا ہوگا۔لیکن اتنا طے ہے کہ انسان کی زبان ابتدائی طور پر نشانات پر مشتمل تھی اوراس ضمن میں چینی اوراسی قبیل کی دیگر زبانیں آج بھی دیکھی جا سکتی ہیں جو حروف کی بجائے اشکال پر مشتمل دکھائی دیتی ہیں۔انسان نے اپنی ترقی کے ساتھ ساتھ

نشانیاتی شکلوں کو بھی ترقی دی اور انہیں حروف کا جامہ پہنایا۔ پھر ایک مسئلہ یہ بھی درپیش ہوتا ہے کہ زبان کے وجود میں آجانے کے بعد اسے کس نام سے موسوم کیا گیا ہوگا یعنی اولین زبان کون سی تھی، جسے ہم ام الالسنہ یعنی زبانوں کی ماں کہہ سکیں؟ اس وقت ایک ہی زبان رائج تھی یا زمانہ قدیم میں کئی زبانوں کا وجود ایک ساتھ عمل میں آیا؟ اس سلسلے میں جیکب بوہمے کا خیال ہے کہ ابتدا میں ایک زبان وجود میں آئی جسے ''لنگوا آدمیکا'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک اولین انسان نے ابلاغ کی غرض سے جس صوتی تسلسل کو استعمال کیا وہی ''لنگوا آدمیکا'' کہلائی۔ پھر اس سے شاخ در شاخ زبانوں کے سلسلے پیدا ہوتے گئے۔ ام الالسنہ (سب سے پہلی زبان) کا اس قسم کا تصور بہت سے مذہبی عالموں میں عام رہا اور مختلف ادوار میں عبرانی، عربی، سنسکرت وغیرہ کو ام الالسنہ قرار دیا جاتا رہا ہے۔ کسی ایک زبان کو تمام انسانی زبانوں کا ماخذ اور سرچشمہ قرار دینے کا یہ رجحان لسانیات کے فروغ پانے سے پہلے ہی نظر آتا ہے۔

13.3 زبانوں کے خاندان

عالمی زبانوں کے خاندان:

تقابلی اور تاریخی لسانیات نے عالمی سطح پر بولی جانے والی زبانوں کو درج ذیل چند خاندانوں میں منقسم کیا ہے:

(1) ہند یورپی یا انڈو یورپی

(2) سامی یا سیمٹک

(3) فنّو یوگرک

مذکورہ خاندانوں میں فنّو یوگرک خاندان سے متعلقہ زبانیں یوروپ کے قرب وجوار میں بولی جاتی ہیں نیز سوویت دیس کی بعض زبانیں اس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ سامویدک زبانیں اسی خاندان کی زبانوں سے مماثلت رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے فنّو یوگرک اور سامویدک خاندانوں کو ایک مشترکہ نام یا ورالک سے بھی جانا جاتا ہے۔ فنّو یوگرک زبانوں کا علاقہ زیادہ وسیع نہیں ہے اور اس سے متعلقہ زبانوں کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ البتہ ہند یورپی اور سامی خاندانوں کی زبانوں بہت قدیم تحریری نمونے دستیاب ہیں۔ عصر حاضر میں اسرائیل کی نئی مملکت کے سبب ان زبانوں کی تجدید ہو چکی ہے۔ اس خاندان کی دوسری اہم زبانوں میں عربی اور حبشی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور بڑا عالمی خاندان سامی یا سیمٹک سے اس خاندان کی زبانیں کافی حد تک مماثلت رکھتی ہیں۔ سامی زبانوں کا وہ قدیم خاندان ہے جس میں قدیم مصری، قبطی یعنی کوٹپک اور بربری قبائل کی پر یوزبانیں شامل ہیں۔ جب ہم ہند یورپی زبانوں کی درجہ بندی کرتے ہیں تو درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

(1) آرمینی- اس کا تعلق دو ہزار سال قبل مسیح سے ہے۔

(2) ہند ایرانی - یہ دو ہزار سال قبل مسیح سے تعلق رکھتی ہے، جس میں قدیم وجدید فارسی کے ساتھ افغانستان اور بعض روسی زبانیں شامل ہیں۔

(3) ہند آریائی- 1500 قبل مسیح، اس میں سنسکرت، پراکرت، اپ بھرنش مشرقی اور مغربی ہندی نیز تمام جدید آریائی زبانیں شامل ہیں۔

ہندوستانی زبانوں کے خاندان:

آریوں کی آمد سے قبل ہندوستان میں بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں کے بارے میں خاطر خواہ مواد دستیاب نہیں ہے البتہ اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل ہندوستان میں نگریٹو (Negretos) خاندان کا پتا چلتا ہے جو فلسطین سے آئے تھے اور ہندوستان کے علاوہ سیلون، برما

اور آسٹریلیا کو اپنا مسکن بنالیا تھا۔ ملایا، سماترا اور فلپائن کے بعض جزیروں میں آج بھی ان کے بعض آثار نظر آتے ہیں۔ ہندوستان کے لسانی سرمایے میں کہیں بھی ان کی زبان سے متعلق کوئی ثبوت نہیں ہے۔

زبانوں کا آسٹرک خاندان:

نگریٹو کے علاوہ ہندوستان آنے والوں میں ایک اور نسل کا پتا چلتا ہے جو آسٹرک (Austric) یا پروٹو آسٹر لائڈ کہلاتے تھے۔ انھوں نے بول چال کی جو زبان استعمال کی وہ اسی نسل کے نام پر آسٹرک کہلائی۔ ان کی زبان کی بعض شاخیں ملایا، انڈونیشیا، ہند چینی اور مان کھمیر وغیرہ علاقوں میں بھی پہنچی اور خیالات و احساسات کے اظہار کا ذریعہ قرار پائیں۔ ہندوستان میں آج بھی خصوصاً آسام، بنگال، بہار، مدھیہ پردیش اور اڑیسہ کے بعض علاقوں میں کول اور منڈا زبانیں بولی جاتی ہیں جن کا ماخذ آسٹرک زبان سے ہی ہے۔ یہاں تک کہ دریائے گنگا کا یہ نام بھی آسٹرک زبان کا عطیہ ہے۔

زبانوں کا دراویدی خاندان:

ہندوستانی زبانوں کا تیسرا اہم خاندان دراویدی خاندان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی زبان ہے جو آسٹرک نسل کے فوراً بعد بحیرۂ روم سے ہندوستان وارد ہوئے تھے اور وادیٔ سندھ کو اپنا مسکن بنایا تھا لیکن آہستہ آہستہ ملک کے شمالی حصوں میں پھیلتے گئے اور اپنی زبانوں کی ترویج و ارتقاء میں کوشاں رہے۔ اس خاندان کی چار بڑی زبانیں کنڑی، تلگو، تامل، ملیالم کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اس نسل نے سنسکرت زبان اور اس کے وسیلے سے ہند آریائی خاندان کو بہت حد تک متاثر کیا۔

زبانوں کا تبّتی برمی خاندان:

وہ زبانیں جو تبت و برما میں بولی جاتی ہیں، تھوڑے بہت فرق کے ساتھ وہی زبانیں ہیں جو ہندوستان میں بولی جاتی ہے اور ہمالیائی کہلاتی ہیں۔ یہ زبان سکم اور بھوٹان کے علاوہ مغربی ہندوستان کے لداخ اور مشرقی ہندوستان کے ناگا پہاڑیوں میں بولی جاتی ہے۔ زبانوں کا یہ خاندان تبّتی برمی خاندان کہلاتا ہے، جو بعض تبّتی - چینی اور منگولی قبائل کے ہندوستان آنے کے سبب اپنے بعض اثرات چھوڑ گیا۔ ان کے لسانی سرمایے میں خاطر خواہ کوئی اضافہ نہ ہوسکا۔

زبانوں کا ہند آریائی خاندان:

زبانوں کا مذکورہ بالا خاندان ہندوستانی زبانوں کا سب سے اہم اور قابل ذکر خاندان ہے۔ جس کی ابتدا آریوں کی آمد سے شروع ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو زبان اپنے ساتھ لائے تھے وہ ہند یوروپی کہلاتی ہے اور ہندوستان آنے کے بعد کی بولی ہند ایرانی کہلاتی ہے۔ جس وقت یہ قوم ہندوستان وارد ہوئی اس وقت یہاں دراوڑی خاندان کا اثر و رسوخ تھا اور ان کی بولی رائج تھی لیکن جب آریاؤں کی آمد ہوئی تو انھوں نے دراوڑوں سے مقابلہ کیا۔ دراویدی شاید فنون جنگ سے واقف نہ تھے اس لیے پسپا ہو کر جنوبی ہندوستان میں چلے گئے اور آریہ نسل کے لوگ شمالی ہندوستان میں پھیل گئے اور یہیں ان کی زبان پھلنے پھولنے لگی۔ ماہرین لسانیات نے آریوں کی زبان کے عروج وارتقا کی درج ذیل زمرہ بندی کی ہے:

(1) قدیم ہند آریائی (1500 ق م سے 600 ق م تک)

(2) وسطی ہند آریائی (600 ق م سے 1000ء تک)

(3) جدید ہند آریائی (1000ء سے عصر حاضر تک)

قدیم ہند آریائی زبان کو بھی درج ذیل منزلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(i) ویدک منزل (رگ وید، یجروید، اتھروید، سام وید) جس زبان میں وید لکھے جاتے ہیں یعنی سنسکرت، مذہب کی زبان ہوتی ہے۔

(ii) عہد پانئی کی منزل (پانئی کی اشٹ ادھیائے اور پاتنجلی کی مہابھاشیہ) لکھی جاتی ہیں اس طرح اس دور میں سنسکرت زبان مذہبی علماء کی زبان قرار دی جاتی ہے۔

(iii) رزمیہ منزل: سنسکرت سرکاری زبان بن جاتی ہے، اس کا تعلق مذہب سے ٹوٹ جاتا ہے۔

(iv) ٹکسالی منزل: اس عہد میں سنسکرت قواعد نویسوں کی پابند ہو کر خود کو محصور کر لیتی ہے اور عوام سے دور ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے پہلو بہ پہلو عوامی بولیاں پروان چڑھنے لگتی ہیں۔

بہر حال زبان کسی کی انفرادی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک تہذیبی ورثہ ہے۔ کسی بھی زبان کا کوئی عنصر کسی فرد کا کارنامہ نہیں۔

13.4 اکتسابی نتائج

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ زبان ایک ایسا نظام ہے جس میں مختلف اصوات اور اشاروں کی مدد سے ایک دوسرے سے رابطہ یا معلومات کا تبادلہ کیا جاتا ہے۔ اگر چہ انسانوں کے علاوہ مختلف جاندار بھی آپس میں ترسیل معلومات کرتے ہیں مگر زبان سے عموماً وہ نظام سے مراد لیا جاتا ہے جس کے ذریعے انسان ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔

☆ زبان خود اختیاری اور روایتی صوتی علامات کا وہ نظام ہے جسے انسان معاشرے میں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے استعمال کرتا ہے۔ گویا زبان آوازوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں قواعدی ترتیب ہوتی ہے۔ گویا لفظ جملوں میں قواعدی اصول کے تحت ترتیب دیے جاتے ہیں۔ لسانیات کی ایک دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ لسانیات میں اشاروں اور تحریر کے مقابلے میں زبانی کلمات کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

☆ انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں زبان کا بولنا پہلے اور تحریر کا استعمال بعد میں شروع ہوا۔

☆ بہت سی چیزیں زبانی گفتگو میں شامل ہوتی ہیں لیکن تحریر سے ان کا اظہار نہیں ہوسکتا۔

☆ زبان کی ایک خصوصیت اس کا خود اختیاری ہونا ہے۔ زبان میں شامل آوازوں کے سلسلے سے جو اشکال بنتے ہیں ان میں اور ان کے معنی میں کوئی فطری تعلق نہیں ہوتا کیونکہ اگر ان میں کوئی ایسا تعلق ہوتا تو دنیا میں بولی جانے والی تمام زبانیں ایک جیسی ہوتیں۔ آوازوں کی ترتیب اور ان کے معنوں میں جو تعلق موجود ہے وہ ہر زبان میں روایت اور رواج پر قایم ہے۔ ایک ہی زبان بولنے والے افراد آپس میں ایک غیر تحریری معاہدہ کے پابند ہوتے ہیں جس کے تحت وہ لفظ و معنی کے آپسی رشتے کے متعلق فیصلہ کرتے ہیں اور یہ طے کرتے ہیں کہ فلاں لفظ سے فلاں معنی سمجھے جائیں گے۔

13.5 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
اجزائے ترکیبی	:	کسی مرکب شے کے حصے، وہ اجزا جن سے کوئی چیز بنی ہو

تلخ	کڑوا، مجازاً ناگوار، ناپسند، بےلطف، بے کیف
کرخت	سخت، کڑا، کنایتاً ناگوار، تلخ
لامحدود	جس کی کوئی انتہا نہ ہو، حد بندی سے پرے، بے حد وحساب
تغیرات	تغیر کی جمع بمعنی بدلاؤ، تبدیلی،
سامعین	سامع کی جمع بمعنی سننے والے
مخاطبین	مخاطب کی جمع بمعنی جس سے بات کی جائے، جس سے خطاب کیا جائے
متواتر	مسلسل، تواتر کے ساتھ، لگاتار، بغیر رکے ہوئے
منصب	عہدہ، اعزاز، حیثیت، رتبہ، درجہ، نصب یا قائم ہونے کی جگہ
داعی	بلانے والا، دعوت دینے والا، کارخیر یا مذہب کی تبلیغ کرنے والا
ساختیاتی	متعلق بہ 'ساختیات'، یہ ادبی تخلیق کی پرکھ یا تنقید کی ایک شاخ ہے جس میں الفاظ وتراکیب کی صرفی ونحوی ساخت کو بہت اہم خیال کیا جاتا ہے، اسے انگریزی میں Structuralism کہتے ہیں۔
شغف	کمال رغبت، بہت زیادہ لگاؤ یا دلچسپی، لگن، پسندیدگی
مرورایام	مرور= گزرنا، چلا جانا، بیت جانا، پورا ہونا۔ ایام = یوم کی جمع بمعنی دن یعنی دنوں کا گزر جانا
ماہیت	کسی امر یا شے کی حقیقت، اصلیت، اصل کیفیت
برانگیختگی	غصہ میں بھرا ہوا، غصہ ور، مشتعل
ترسیل/ ابلاغ	روانہ کرنا، بھیجنا، خط بھیجنا، روانگی، ارسال۔ فن تجوید میں ترسیل حروف کو ہموار کر کے پڑھنے کو کہتے ہیں
موروثی	باپ، دادا یا اسلاف کے ترکے میں پایا ہوا، میراث یا ورثے میں ملا ہوا، خاندانی/ پشتینی ورثہ میں ملی ہوئی چیز
متنوع	مختلف قسمیں رکھنے والا، قسم قسم کا، طرح طرح کا، عجیب وغریب
عضلات	عضو کی جمع بمعنی گوشت اور پٹھوں سے بنا ہوا
تجریدی	ذہنی وخیالی، اشارت پر مبنی
تلازمہ	لازمی حصہ، کسی چیز کے سارے یا بعض لوازم، مضمون کی رعایت سے الفاظ کا استعمال جو صنعت شعری میں داخل ہے
متفق علیہ	جس بات پر ایک سے زاید لوگ اتفاق کرلیں، اتفاق کیا ہوا
خلا	خالی جگہ، Space، زمین سے اوپر کا وہ حصہ جہاں زمین کی کشش ثقل کا اثر نہیں ہوتا
بوالعجبی	بازی گری، شعبدہ بازی، انوکھا پن، عجیب شخص، حیران کن، مکاری، چالبازی
افتراق	جدائی، دوری، فاصلہ، انتشار

کثیراللسانی	:	کئی زبانوں والا
عبور	:	راستہ عبور کرنا، پل پار کرنا
ترویج	:	رواج، شہرت، چلن، اشاعت
مخارج	:	مخرج کی جمع بمعنی نکلنے یا خارج ہونے کی جگہ، منہ اور حلق وغیرہ کی وہ جگہ جہاں سے کسی حرف کی آواز نکلے
بشریات	:	وہ مسائل جو انسان سے معلق ہوں، بشر سے متعلق مسائل کا علم
عمرانیات	:	انسانی رہن سہن کا علم، لوگوں کی معاشرت سے متعلق علم اور اس کے اصول
نفسیات	:	نفس سے متعلق باتوں کا علم، وہ علم جس میں انسانوں کے نفس کی حقیقت سے بحث کی جاتی ہے
صوتی	:	آواز، لہجہ، صدا، آہنگ، لحن
نطقی	:	بات کرنے کی طاقت، لفظ بولنے کی قوت، نطق سے منسوب
سمعی	:	سننے کی طاقت، سماع سے متعلق
منطقی	:	علم منطق سے منسوب، دلیل یا حجت والا، مدلل
اعضا	:	عضو کی جمع بمعنی انسانی جسم کے حصے
موقف	:	نقطۂ نظر، زاویۂ نگاہ، اندازِ فکر
منضبط	:	باضابطہ، باقاعدہ، طے شدہ
ابتدائے آفرینش	:	جب سے دنیا کا وجود ہوا تب سے
مادری	:	ماں کی طرف منسوب، پیدائشی
ثانوی	:	دوسری، ضمنی، دوسرے درجے کا
نوزائیدہ	:	نیا جنما ہوا
مستنبط	:	نکالا ہوا، اخذ کیا گیا، چنا گیا، چھانٹا گیا، بطور نتیجہ نکالا ہوا
مسکن	:	ٹھکانہ، گھر، مکان، جائے سکونت، رہنے کی جگہ

13.6 نمونہ امتحانی سوالات

13.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ 'لسان' کے لغوی معنی کیا ہیں؟

2۔ انسان اور جانور میں تمیز کرنے والی کیا چیز ہے؟

3۔ 'زبان' کس زبان کا لفظ ہے؟

4۔ 'لسانیات' کسے کہتے ہیں؟

5۔ کیا زبان کو موروثی کہنا درست ہے؟

6۔ دنیا میں تقریباً کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں؟

7۔ پیدائش کے بعد بچہ پہلے بولنا سیکھتا ہے یا لکھنا؟

8۔ مصوتہ سے کیا مراد ہے؟

9۔ مادری زبان کے کیا معنی ہیں؟

10۔ مصمتہ کسے کہتے ہیں؟

13.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ زبان اور بولی کے فرق کو واضح کیجیے۔

2۔ مادری زبان اور ثانوی زبان کی تعریف لکھیے۔

3۔ زبانوں کے خاندان سے کیا مراد ہے۔ وضاحت کیجیے۔

4۔ ''زبان ابلاغ کا ذریعہ بنتی ہے'' سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

5۔ زبان کس طرح وجود میں آتی ہے؟ مختصر بیان کیجیے۔

13.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ زبان کے سلسلے میں مولانا آزاد کے نظریہ کی وضاحت کیجیے۔

2۔ زبان کی اقسام پر ایک نوٹ قلم بند کیجیے۔

3۔ زبان کے آغاز کے مختلف نظریات بیان کیجیے۔

13.7 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔ جدید اردو لسانیات — ڈاکٹر امیر اللہ خاں شاہین

2۔ زبان کا ارتقا — خلیل صدیقی

3۔ لسانی مطالعہ — پروفیسر گیان چند جین

4۔ لسانیات کے بنیادی اصول — اقتدار حسین خاں

5۔ لسانی رشتے — پروفیسر گیان چند جین

اکائی 14 : ہندآریائی زبانوں کا عہدواری ارتقا

اکائی کے اجزا

14.0 تمہید

14.1 مقاصد

14.2 ہندآریائی زبانوں کا عہدواری ارتقا

14.2.1 ہندآریائی کا پس منظر

14.2.2 آریاؤں کی ہندوستان آمد

14..3 ہندآریائی کے ادوار

14.3.1 قدیم ہندآریائی دور[500 تا1500ق م(1000سال)

14.3.2 وسطی ہندآریائی دور[500ق م تا1000ء(1500سال)

14.3.3 جدید ہندآریائی زبانوں کا ارتقاء(1000ء تا عہدِ حاضر)

14.4 جدید ہندآریائی اور اردو کا رشتہ

14.5 اکتسابی نتائج

14.6 کلیدی الفاظ

14.7 نمونہ امتحانی سوالات

14.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

14.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

14.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

14.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

14.0 تمہید

اپنی لسانی خصوصیات کی بنا پر دنیا کی سبھی زبانوں اور بولیوں کو مختلف خاندانوں میں منقسم کیا جاتا ہے،جنہیں ہم خاندان السنہ (Language Family) کے نام سے جانتے ہیں، چنانچہ زبانوں کا سب سے بڑا خاندان ہندیوروپی خاندان ہے۔اسی ہندیوروپی خاندان کی ایک مشرقی شاخ ہندآریائی کہلاتی ہے۔ ہندآریائی زبانوں کے عروج وارتقا کی ایک طویل تاریخ ہے۔ ہندیوروپی خاندان کی جن زبانوں کا تعلق ہندوستان سے ہے، انہیں ہندآریائی زبانیں کہا جاتا ہے۔اس کا آغاز شمالی ہندوستان میں آریوں کے ورودِ ہندوستان سے ہوتا ہے۔آریوں کی آمد

کے سبب سے یہاں جس زبان کی نشو ونما ہوئی اسے ویدک سنسکرت کہتے ہیں۔ ویدک سنسکرت کے قدیم ترین نمونے ہندوؤں کی مقدس کتاب ''رگ وید'' میں ملتے ہیں۔ یہی زبان جب ادب اور قواعد کے اصول وضوابط میں مقید ہوئی تو کلاسیکی سنسکرت کہلائی۔ قواعدی اصولوں میں یہ زبان اس طرح منضبط ہوئی کہ 400 ق م تک پہنچتے پہنچتے اس نے دم توڑ دیا اور اس کی جگہ عوام نے ایک ایسی فطری زبان اختیار کر لی جو تلفظ اور قواعد دونوں کے اعتبار سے آسان اور سلیس تھی۔ یہ زبان پراکرت کہلائی۔ کچھ عرصہ بعد یہ پراکرتیں بھی قواعدی اصولوں کے شکنجے میں کس گئیں تو عوامی زبان کے دھارے کا رخ ایک بار پھر بدل گیا اور ایک مرتبہ پھر سادہ، سہل اور فطری زبان اختیار کرنے پر عوام مجبور ہوئی، جو پراکرت کی بگڑی ہوئی شکل کے طور پر سامنے آئی۔ یہی بگڑی ہوئی شکل اپ بھرنش کہلائی۔ اپ بھرنشوں کی نشو ونما500 سے 1000ء تک ہوتی رہی پھر اس کے بعد اس کے ارتقائی عمل میں تیزی آئی اور مختلف اپ بھرنشوں سے مختلف جدید ہند آریائی زبانوں کے سوتے پھوٹے۔ ہند آریائی خاندان کی ایک مشہور اور مقبول زبان اردو کا تعلق بھی جدید ہند آریائی سے ہے۔ جس کی داغ بیل ہندوستان کی دوسری جدید ہند آریائی زبانوں کی طرح 1000ء کے بعد پڑی اور مغربی ہندی کی ایک بولی (کھڑی بولی) اس کا ماخذ قرار پائی۔ اردو زبان کی ایک مربوط لسانی تاریخ رہی ہے، جس کا ہند آریائی پس منظر ساڑھے تین ہزار سال کے عرصے پر محیط ہے۔

14.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ مختلف زبانوں، بولیوں اور ان کے خاندانوں کو جان سکیں۔
- ☆ ہند آریائی زبان کی ابتدا اور عروج وارتقا سے واقف ہو سکیں۔
- ☆ ہند آریائی زبان کے خاندانوں سے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔
- ☆ ہندوستان کی جدید زبانوں کے آغاز وارتقا کی معلومات حاصل کر سکیں۔
- ☆ ہند آریائی اور اردو کے باہمی رشتے سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- ☆ اردو کی لسانی ساخت کے متعلق جان سکیں۔

14.2 ہند آریائی زبانوں کا عہد واری ارتقا

اس کائنات رنگ و بو میں بولی جانے والی تمام زبانوں کا صحیح تعین اور اس کی تعداد کا اندازہ لگانا قدرے مشکل کام ہے۔ تاہم ماہرین لسانیات نے ایک محتاط اندازے کے مطابق زبانوں کی تعداد پانچ ہزار سے سات ہزار بتائی ہے۔ ان میں مشہور زبانوں کی تعداد قیاساً دو ہزار سات سو چھیانوے (2796) بتائی جاتی ہے۔ ان میں بعض زبانیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں جب کہ بعض زبانیں آپس میں مخلوط اور مماثلت رکھتی ہیں جو زبانیں باہم مماثلت رکھتی ہیں انہیں ''ہم رشتہ زبانیں'' (Related Languages) کہا جاتا ہے اور انہیں ایک ہی زمرے میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہم رشتہ زبانوں کے اسی گروہ یا زمرے کو ''لسانی خاندان'' (Language Family) بھی کہتے ہیں۔ اس حوالے سے سنسکرت، یونانی، لاطینی، کیلٹک اور جرمانک وغیرہ زبانوں میں اپنی بناوٹ ساخت کے اعتبار سے باہم یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ان کی موجود مماثلتیں اور یکسانیت

آپس میں اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کا ارتقا کسی ایک مشترک ماخذ سے ہوا ہے۔ جب ہم زبانوں کے ان خاندانوں پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ہندیورپی خاندان السنہ دنیا کا سب سے بڑا اور اہم لسانی خاندان ہے۔ اس میں شامل زبانیں روس اور یورپ کے تقریباً سبھی ممالک کے علاوہ ہندوستان، پاکستان، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال میں بھی بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ اس طرح سے ہندیورپی زبانوں کے خاندان کی حسب ذیل آٹھ مشہور شاخیں سامنے آتی ہیں:

(i) آمینین (ii) بالٹک یا سلافی خاندان (iii) البانوی (iv) یونانی

(v) اطالوی (vi) کیلٹک (vii) ٹیوٹائی (viii) ہندایرانی خاندان

جب کہ ہندایرانی خاندان کو دو مشہور خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(1) ایرانی خاندان (2) ہندآریائی خاندان

زبانوں کے مذکورہ خاندانوں میں سے ہندآریائی، ہندیورپی خاندانِ السنہ کی ایک اہم شاخ ہے، جس کا عروج اور ارتقا ہندوستان میں عمل میں آیا۔ ان زبانوں کو ہندآریائی کے نام سے اس لیے موسوم کرتے ہیں کیوں کہ ان زبانوں کا ارتقا ایران سے ہندوستان آکر رہنے بسنے والے آریا قوم کی زبان کے توسط سے ہوا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تاریخ ساڑھے تین ہزار سال قدیم ہے۔ آریاؤں کی زبان کے قدیم ترین نمونے ان کی مقدس کتاب ''رگ وید'' میں ملتے ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ''اردو'' زبان کا تعلق بھی اسی ہندآریائی خاندان سے ہے۔

ہندآریائی کا ارتقا درج ذیل تین ادوار میں ہوا ہے:

(1) قدیم ہندآریائی

(2) وسطی ہندآریائی

(3) جدید ہندآریائی

14.2.1 ہندآریائی کا پس منظر:

ہندوستان ایک وسیع وعریض ملک ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی زرخیزی اور شادابی میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی طرف ہر ملک اور قوم کے لوگوں نے رخ کیا اور اس کی زرخیزی سے مستفید ہوئے۔ اس کی تاریخ گزشتہ پانچ ہزار سال پر محیط ہے۔ یہاں صوفیاء، بزرگان دین، سادھو، سنت سبھی آتے رہے ہیں۔ اسی لیے یہاں کی تہذیب مشترکہ تہذیب ہے۔ یہاں مختلف مذاہب اور اقوام کے لوگ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ یہاں وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کا حسن پایا جاتا ہے۔ زمانۂ قدیم سے مختلف ممالک سے لوگ کے یہاں آتے رہے ہیں، ان واردین میں بعض قدیم باشندے درج ذیل ہیں:

(1) نگریٹو (Negretos): یہ لوگ افریقہ سے ترک وطن کرکے ہندوستان آئے تھے۔

(2) پروٹوالاسٹرلوائیڈ (Proto-Australoid) فلسطین سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے۔

(3) آسٹرک (Austric) براستہ عراق بحیرۂ روم سے آکر شمالی ہندوستان کے حصوں میں بس گئے ہیں۔

(4) دراوڑی (Dravidians) یہ لوگ بحیرۂ روم اور ایشیائے کوچک کے باشندے تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے عراق گئے پھر بلوچستان ہوتے ہوئے تقریباً ساڑھے تین ہزار قبل مسیح میں ہندوستان وارد ہوئے۔ ان لوگوں نے پنجاب اور سندھ کے علاقے ہڑپا اور موہن جوداڑو کو اپنا مسکن بنایا۔ ہڑپا اور موہن جودڑو کے باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں دراوڑی زبانیں بولنے والوں کی تعداد اچھی خاصی تھی یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی تہذیب وتمدن کی بنیاد دراوڑیوں نے ہی استوار کی۔ لسانی نقطۂ نظر سے وہ بہت متمدن قوم تھی اور ان کا اپنا رسم الخط، ہندسے اور تقویم تھی۔ آریا جب ہندوستان آئے تو انھوں نے بھی دراوڑی تہذیب سے اکتساب فیض کیا۔

14.2.2 آریاؤں کی ہندوستان آمد:

آریا قوم 500 ق م میں اپنے وطن وسط ایشیا سے عازم سفر ہوئے اور ایران، افغانستان میں کچھ دنوں قیام کر کے ہندوستان کا رخ کیا اور پھر یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ جب آریا آئے تو اپنے ساتھ ایک زبان بھی لائے اور جس طرح بطور نسل وہ یہاں کی تمام نسلوں پر غالب آ گئے اسی طرح ان کی زبان نے بھی یہاں کی تمام زبانوں کو آہستہ آہستہ اپنے اندر ضم کر لیا سوائے درواڑی زبانوں کے، جو دریائے سندھ کے کنارے آباد لوگوں کو جنوبی ہند کے نسبتاً بنجر میدانوں کی طرف بھگا دینے سے باقی رہ گئیں۔ تعجب ہے کہ یہ نظریہ اس عہد بعید سے متعلق ہے جس کا تصور آج شاید اتنا آسان نہیں جتنا سمجھ لیا گیا۔ اردو کی ابتدا اور ارتقا کا موضوع بلاشبہ برصغیر کی تاریخ سے منسلک ہے اور معلومہ تاریخ کا پہلا پڑاؤ اس خطے میں آریاؤں کی آمد ہے۔
گذشتہ نصف صدی میں آثار قدیمہ کی نئی دریافتوں، نوآبادیاتی عہد کے مورخین اور ماہرین لسانیات کی غیر لسانی تحریروں کی روشنی میں آریاؤں کے دیسی یا بدیسی ہونے کی بحث ایک دفعہ پھر اہمیت اختیار کر چکی ہے بلکہ یہاں تک بھی کہا جانے لگا ہے کہ آریا کوئی نسل نہیں بلکہ یہ لفظ برہمن لوگوں کی زبان کو ایک نام دینے کے لیے پہلی دفعہ استعمال کیا گیا تھا۔ بہر حال آریاؤں کا اصل وطن وسط ایشیا کا ایک خشک پہاڑی حصہ تھا، مگر انھوں نے اس علاقے کو خیر باد کہہ کر زرخیز زمین کی تلاش میں 1500 قبل مسیح ہندوستان آنا شروع کیا۔ آریا اپنے ساتھ اپنی تہذیب کے علاوہ اپنے عقائد اور اپنی زبان بھی لائے۔ یہی زبان ہندوستان کو اُن کا عطیہ سمجھی جاتی ہے۔ قدیم آریائی قوم کی ایک بڑی دین رسم الخط بھی ہے، جس کا ارتقا ہندوستان میں ہوا اور جو ہندوستان کی تمام زبانوں کی لکھاوٹوں کا منبع بنا، جسے آریا ابتدا ہی سے اپنی زبانوں کے لیے بھی استعمال کر رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھ ہندسے اور تقسیم بھی لائے تھے۔

14.3 ہند آریائی کے ادوار

تقابلی لسانیات کا باقاعدہ آغاز انیسویں صدی عیسوی میں ہوا اور اسی کی بدولت دنیا کی تمام زبانوں کو مغربی ماہرینِ لسانیات نے چند خاندانوں میں تقسیم کر دیا۔ برصغیر کی قدیم سنسکرت اور مغربی زبانوں میں اشتراکات کی بنا پر ہند یورپی خاندان کی تشکیل ہوئی اور اس خطے کی بیشتر زبانوں کو آریا قوم کی مناسبت سے مذکورہ خاندان کی ہند آریائی شاخ کا نام دیا گیا۔ ہند آریائی کو ماہرین لسانیات نے مزید تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

قدیم ہند آریائی کے عروج وارتقا کو عام طور پر درج ذیل تین ادوار میں منقسم کیا جا سکتا ہے:

(1) قدیم ہند آریائی عہد کو 500 ق م سے 1500 ق م تک مانا جاتا ہے جو تقریباً 1000 سال پر محیط ہے۔

ان کے دو ذیلی ادوار بھی ہیں جنھیں درج ذیل طریقے سے تقسیم کیا گیا ہے:

(i) ویدک سنسکرت (1000 ق م تا 1500 ق م یعنی 500 سال)

(ii) کلاسیکل سنسکرت (500 ق م تا 1000 ق م یعنی 500 سال)

(2) وسطی ہند آریائی کے عروج وارتقا کو درج ذیل تین ذیلی ادوار میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔

(i) پالی اوراشوکی کا دور[500 ق م تا مولود مسیح یعنی ایک عیسوی (500 سال)

(ii) پراکرتوں کا دور[مولود مسیح (ایک عیسوی) تا 500ء (500 سال)

(iii) اپ بھرنشوں کا دور[500ء تا 1000ء (500 سال)

(3) جدید ہند آریائی کے عروج وارتقا کو 1000ء سے عصر حاضر تک مانا جاتا ہے۔

14.3.1 قدیم ہند آریائی دور[500 تا 1500 ق م (1000 سال):

ہند آریائی کا قدیم دور 1500 ق م تک ہے جو پورے ایک ہزار سال تک قائم رہا۔ یہ دور آریاؤں کی قدیم زبان سنسکرت کا نمائندہ کہا جاتا ہے۔اس دور میں علاقائی سطح پر سنسکرت کی مختلف شکلیں نمودار ہوتی ہیں چنانچہ زبان کو محفوظ کرنے اور اس کے ارتقا کی غرض سے قواعد لکھے گئے۔ویدک سنسکرت کی قواعد، عظیم قواعد نویس پانِنی نے تحریر کیے۔سنسکرت زبان کو دو واضح حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔(1) ویدک سنسکرت یا ویدک زبان (2) کلاسیکل سنسکرت یا عوامی سنسکرت۔کبھی کبھی سنسکرت کا اطلاق دونوں ادوار پر ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ویدک زبان، سنسکرت کی قدیم شکل ہے، علاحدہ زبان نہیں۔سنسکرت اسم مونث ہے جو دو الفاظ 'سنس' اور 'کرت' کا مجموعہ ہے۔سنس کے معنی 'پاک، مقدس اور شستہ جب کہ 'کرت' کے معنی 'کرنے' کے ہیں۔مطلب پاک وصاف کی ہوئی زبان یعنی مقدس، افضل، مکمل، شستہ اور اچھی طرح آراستہ کی ہوئی مزین، عمدہ زبان۔یہ ہند آریائی کا وہ ہزار سالہ دور ہے جس میں پہلے ویدک ادب اور بعد میں کلاسیکی سنسکرت کو عروج حاصل ہوا۔ویدک زبان کے نمونوں کے طور پر چاروں ویدوں [رگ وید، سام وید، یجروید، اتھروید] اور اس زبان کی ترقی یافتہ شکل (کلاسیکی) کے نمونوں کے طور پر برہمن گرنتھ، اُپنشدوں اور سوتروں کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔سنسکرت زبان کو درج ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(1) ویدک سنسکرت (2) کلاسیکی سنسکرت

(1) ویدک سنسکرت قدیم:

آریائی عہد میں ہندوستان میں شمال مغرب سے مشرق کے علاقوں میں جس زبان کا ارتقا اور عروج عمل میں آیا اسے سنسکرت کہتے ہیں۔اس زبان کے سب سے قدیم نمونے ہمیں ویدوں کی زبان میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔اس لیے اس زبان کو ویدک سنسکرت کہا جاتا ہے۔اس زبان کی قدیم وید 'رگ وید' ہے جو ہندوؤں کی مقدس کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔اس کے علاوہ اس عہد میں تین اور وید: سام وید، یجر وید اور اتھر وید تصنیف کیے گئے۔ان ویدوں کی زبانوں میں تھوڑا بہت فرق پایا جاتا ہے۔''رگ وید'' کی تصنیف کا زمانہ 1000 ق م سے 1200 ق م تسلیم کیا گیا ہے۔ویدک دور کے قواعد نویس میکڈانل کے مطابق رگ وید ادبی زبان میں تصنیف کی گئی ہے جو بول چال کی زبان سے مختلف ہے۔یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مصمتوں کی ہائیت اور معکوسیت جو عصر حاضر کی اردو کی نمایاں صوتی خصوصیات میں سے ہے، ویدک سنسکرت میں ارتقا حاصل کر چکی تھی یعنی اردو کی ہائیہ

اور معکوسی آوازیں مثلاً پھ، بھ، تھ، دھ، اور ٹھ، ڈھ وغیرہ کا وجود قدیم ہند آریائی عہد سے ملتا ہے۔ اسی طرح اردو کے سبھی دس مصوتے بھی یعنی اَ، آ، اِ، ای، اُ، اوٗ، اے، او، اَے، اَو بھی ویدک سنسکرت میں پائے جاتے ہیں۔

(2) کلاسیکی سنسکرت:

کلاسیکی سنسکرت کا ارتقا ویدک سنسکرت کے بعد عمل میں آیا۔ سنسکرت زبان میں جب ادبی تخلیقات کا آغاز ہوا تو یہ کلاسیکی سنسکرت کے نام سے موسوم ہوئی۔ دھیریندر ورما کلاسیکی سنسکرت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''یہ مصنوعی یا ادبی زبان تھی'' 'مہابھارت' اور 'راماین' جیسی مقدس کتابیں کلاسیکی سنسکرت میں ہی لکھی گئیں جو عالمی ادب کا عظیم سرمایہ ہیں۔ کلاسیکی سنسکرت کو عام اصطلاح میں صرف 'سنسکرت' کہتے ہیں لیکن کبھی کبھی ویدک سنسکرت اور کلاسیکی سنسکرت کو ملا کر سنسکرت کہا جاتا ہے۔ ویدک سنسکرت کو کبھی کبھی ویدک زبان بھی کہہ دیا جاتا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ صوتی اور قواعدی اعتبار سے ویدک سنسکرت اور کلاسیکی سنسکرت میں تضادات بھی پائے جاتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے اردو کا لسانیاتی رشتہ سنسکرت سے استوار ہے۔ اردو بالخصوص قدیم اردو میں سنسکرت کے بے شمار الفاظ ملتے ہیں، جنہیں 'تتسم' کہتے ہیں۔ اردو کے صوتی نظام میں بھی سنسکرت نژاد آوازیں بھی موجود ہیں جو عربی و فارسی اصوات سے بہ لحاظ تعداد زیادہ ہیں کیونکہ بنیادی طور پر اردو ایک ہند آریائی زبان ہے۔

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ 500 ق م تک پہنچتے پہنچتے 'سنسکرت' زبان دم توڑنے لگی اور اس کی جگہ ایک نئی زبان 'پراکرت' نے لے لی جو سنسکرت کی ہی بدلی ہوئی شکل تھی۔ اس عہد کے ایک عظیم قواعد نویس پانِنی نے لسانی تبدیلی کے اس عمل کو محسوس کیا اور اس کے سدباب کے لیے اس نے ''اشٹادھیائی''، تخلیق کی اور سنسکرت زبان کو قواعد کے اصولوں میں مقید کر دیا۔ پانِنی سنسکرت زبان کا جید عالم اور ماہر صوتیات اور قواعد نویس تھا۔

(3) پراکرتوں کا آغاز و ارتقا:

ہند آریائی کے ارتقا کے دوسرے دور کو وسطی ہند آریائی کہا جاتا ہے۔ یہ دور 500 ق م سے 1000 سن عیسوی تک مانا جاتا ہے۔ اس دور میں پراکرتیں پھیلتی پھولتی اور پروان چڑھتی رہیں۔ سنسکرت کے زوال کے بعد 500 ق م سے پراکرتوں کا ظہور ہوا۔ ''پراکرت' درحقیقت ایک ایسی زبان تھی جو سنسکرت زبان میں تبدیلی کے نتیجے کے طور پر فطری طور پر ظاہر ہوئی تھی۔ یہ ایک سہل اور سادہ زبان مانی جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ یہ عوام میں مقبول ہوگئی۔ اس کے علاوہ سنسکرت زبان کو مذہبی تقدس بھی حاصل ہوگیا تھا اور یہ عام لوگوں سے زیادہ پنڈتوں اور پروہتوں کے تصرف میں آچکی تھی۔ پراکرت سنسکرت کی ہی کوکھ سے پیدا ہوئی۔ لسانیات کا عام اصول ہے کہ جب ایک زبان مٹنے لگتی ہے تو اس کے بطن سے دوسری زبان پیدا ہو جاتی ہے جو پچھلی زبان کی متغیر شکل ہوتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ یہ بھی مردہ ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ ایک نئی زبان وجود میں آجاتی ہے۔

زبانوں کے ارتقا اور فنا کا یہ سلسلہ مرور ایام کے ساتھ یوں ہی جاری رہتا ہے۔ چنانچہ پراکرت کا ماخذ و منبع سنسکرت زبان ہی ہے۔ جب سنسکرت زبان کے تلفظ، قواعد اور نحوی و صرفی ہیولی میں کافی حد تک تبدیلیاں ظاہر ہو چکیں تو یہ زبان بالکل تبدیل ہوگئی۔ سنسکرت کی یہی بدلی ہوئی شکل ''پراکرت'' کہلائی۔ سنسکرت زبان میں تبدیلی کا یہ عمل لسانیات کی مختلف سطحوں پر دیکھا جا سکتا ہے مثلاً تلفظ یا صوتیات کی سطح پر اس زبان میں سب سے بڑی تبدیلی یہ ظاہر ہوئی کہ اس کے مصمتی خوشے ٹوٹ کر مشدد بن گئے۔ اس تبدیلی کو صوتی ادغام کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پراکرت میں صوتی ادغام کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں، جن میں مصمتی خوشے کا ایک مصمتہ ٹوٹ کر دوسرے مصمتے کے ساتھ مدغم ہو جاتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

سنسکرت	پراکرت	اردو
پُر	پُت	پوت
ہست	ہتھ	ہاتھ
شُشک	سکھ	سوکھ
دگدھ	دُدّھ	دودھ
سِر	مِت	میت
ادی	اجّ	آج
اگن	اگّ	آگ
پتر	پت	پتا

شورسینی پراکرت شورسین کے علاقہ کے زبان تھی، جس کا مرکز متھرا تھا۔ کھڑی بولی ان میں سے ایک ہے جو اردو کی بنیاد اور اصل واساس ہے۔

ماگدھی پراکرت بنیادی طور پر مگدھ کے علاقے میں بولی جاتی تھی جو اب جنوبی بہار کا حصہ ہے۔ اردو ماگدھی پراکرت کا علاقہ شورسینی پراکرت اور ماگدھی پراکرت کے درمیان کا علاقہ تھا۔ اردھ ماگدھی پراکرت نے جین مذہب کے فروغ میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ جین مذہب کے متبعین کی ابتدائی مذہبی اور ادبی تصانیف اسی پراکرت زبان میں لکھی گئیں۔ مہاویر جین نے جس زبان میں جین مذہب کی تعلیمات دیں وہ اردو ماگدھی کی قدیم شکل تھی۔ یہ ایک ترقی یافتہ اور مہذب زبان تھی۔ اردو ماگدھی میں 'ر' اور 'ل' دونوں آوازیں پائی جاتی ہیں لیکن سنسکرت کا 'ش'، 'س' کی آواز میں بدل جاتا ہے۔

مہاراشٹری پراکرت مہاراشٹر کی زبان تھی اور تمام ادبی پراکرتوں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ادبی پراکرت تسلیم کی جاتی تھی۔ قواعد نویسوں نے اسے 'مثالی پراکرت' کا نام دیا ہے، جو پنجاب اور کشمیر میں بولی جاتی تھی لیکن اس میں ادبی تصانیف کا فقدان ہے۔ یہ خالص ہند آریائی زبان نہیں ہے۔

14.3.2 وسطی ہند آریائی دور [500 ق م تا 1000ء (1500 سال)]:

ہند آریائی کے اس پندرہ سو سالہ دور کو آسانی کے لیے مزید تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(1) پالی اور اشوکی کا دور (500 ق م، پیدائشِ مسیح):

'پالی' مہاویر سوامی اور مہاتما بدھ کے عہد یعنی پانچویں صدی مسیح قبل کی یادگار ہے حالانکہ اسے پالی کا نام مستشرقین نے دیا ہے۔ بدھ مذہب سے متعلق تمام اُپ دیش پالی میں موجود ہیں۔ اس زبان کو ماگدھی بھی کہا گیا لیکن ماگدھی نام چونکہ ایک پراکرت کا بھی ہے اس لیے 'پالی' نام پر اتفاق رائے ہوا۔

'اشوکی' موریا سلطنت کے حکمران اشوک موریا کے عہد یعنی تیسری صدی مسیح قبل کی یادگار ہے جو مختلف پتھروں اور لاٹوں پر کندہ اشوک کے فرامین وغیرہ کی صورت میں ملتی ہے۔ اس زبان کو شِلا لیکھ بھی کہا جاتا ہے اور اس میں بعض اوقات ایک سے زیادہ بولیوں کی موجودگی کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(2) پراکرتوں کا دور (پیدائشِ مسیح-500):

اس عہد میں سنسکرت کا ارتقا قواعد کی جکڑ بندیوں کی وجہ سے مجروح ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن سنسکرت ابھی مردہ نہیں ہوئی تھی بلکہ سنجیدہ ادب کی تخلیق میں وسیلۂ اظہار کا کام کر رہی تھی حالانکہ عام بول چال کی زبانوں سے اس کا اختلاف بڑھنا شروع ہو چکا تھا۔ پراکرت کا لفظ لسانیات کی اصطلاح میں عام بول چال اور فطری زبان کے لیے مخصوص ہو چکا ہے گویا ایک ادبی زبان کے ساتھ بہت سی پراکرتیں موجود ہو سکتی ہیں۔ پراکرتوں کے دور کا آغاز عموماً 'پالی' سے ہی تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ مہاتما بدھ نے اسے عام بول چال کی زبان کے طور پر تبلیغ کے لیے اپنایا تھا لیکن جب یہ انتخاب ہوا اس وقت یہ اکیلی عام بول چال کی زبان تو نہیں ہوگی بلکہ اس کے علاوہ بھی مختلف زبانیں رائج ہوں گی۔ ان تمام زبانوں کو بھی پراکرتیں قرار دیا جاتا ہے لیکن وہ پہلی صدی عیسوی کے بعد زیادہ نکھر کر سامنے آئیں نیز ادبی صورت اختیار کرنے لگیں۔ ان پراکرتوں میں مہاراشٹری، شورسینی، ماگدھی، اردھ ماگدھی اور پشاچی شامل ہیں۔ بعض ماہرین لسانیات نے اپ بھرنشوں میں سے بھی کچھ کو پراکرتیں تسلیم کیا ہے لیکن زیادہ اہمیت مذکورہ پانچ کو ہی حاصل ہے۔

(3) اپ بھرنشوں کا دور (500-1000ء):

جس طرح مذکورہ پراکرتوں کا عروج پہلی صدی عیسوی میں ہوا لیکن اس کا وجود اس سے پہلے بھی تھا۔ اسی طرح اپ بھرنشوں کا وجود اسی وقت یعنی تیسری صدی عیسوی سے مانا جاتا ہے جب سے اس کی جھلکیاں پراکرتی ادب میں ملتی ہیں، لیکن ان کے ارتقا کا عہد پانچ سو عیسوی کے بعد کا ہے۔ ابتدا میں 'اپ بھرنش' کا لفظ کسی خاص زبان کے لیے استعمال نہیں ہوا بلکہ پڑھے لکھے اور مہذب لوگ 'اَن پڑھ اور گنوار لوگوں کی زبان کو اپ بھرنش کہتے تھے۔ دراصل زبان دو سطحوں پر سفر کرتی ہے ایک ادبی سطح اور دوسری عوامی سطح۔ جب تک ادبی زبان عام بول چال کی زبان سے الفاظ اخذ کرتی رہتی ہے اور ارتقا کے منازل طے کرتی رہتی ہے اور جب یہ عام بول چال کی زبان کو گنوار اور غیر مہذب سمجھ کر اپنے سے اسے دور ہٹانے لگتی ہے تو اس کا ارتقا رک جاتا ہے اور آہستہ آہستہ لوگوں سے رشتہ ٹوٹنے لگتا ہے پھر وہ زبان مردہ ہو جاتی ہے۔ اس قاعدے کا اطلاق دنیا کی تمام زبانوں پر ہوتا ہے۔ مذکورہ پراکرتیں جو کبھی خود عام بول چال کی زبانیں تھیں، ادبی مرتبہ حاصل ہونے کے بعد عام بول چول سے دور ہٹنے لگیں تو اب بھرنشیں نسبتاً عوام سے زیادہ قریب ہونے کی بنا پر اہمیت کی حامل ہو گئیں۔ یہ اہمیت بڑھتے ہوئے اپ بھرنشوں کو عروج کی طرف لے گئیں اور پھر 500ء سے 1000ء تک یہ عروج اپ بھرنشوں کے حصے میں رہا۔ بعض ماہرین لسانیات اس دور کو چودھویں صدی عیسوی تک بھی کھینچ کر لے جاتے ہیں لیکن حقیقت میں 1000ء کے بعد کے زیادہ سے زیادہ ایک سو سال تک اپ بھرنش کے عروج کا دور سمجھا جا سکتا ہے کیوں کہ اسی عہد میں ہندوستان کی جدید زبانوں کا ظہور شروع ہو چکا تھا۔ اپ بھرنشوں کی تعداد کے حوالے سے بھی ماہرین لسانیات میں اختلاف موجود ہے، لیکن ان کی معروف صورتوں میں ناگر، وراچڈ (براچڈ)، کیکئی، ٹکی، اپ ناگر، شورسینی، ماگدھی، اردھ ماگدھی اور مہاراشٹری شامل ہیں۔ پراکرتوں اور اپ بھرنشوں کا باہمی رشتہ جوڑنا ماہرین لسانیات کے لیے مشکل کام ہے یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے جدید ہند آریائی زبانوں کا ماخذ اپ بھرنشوں میں تلاش کیا ہے اور بعض براہ راست پراکرتوں کو ہندوستان کی جدید زبانوں کا منبع سمجھنے لگے۔ بہر کیف ان تمام اپ بھرنشوں نے بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بول چال کی زبان سے نکل کر اور قواعد کی جکڑ بندیاں قبول کر کے ادبی صورت اختیار کرنا شروع کر دیں۔ ان اپ بھرنشوں میں سے مرکزی ہندوستان کی شورسینی اپ بھرنش کو

سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوئی، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ادبی زبان بننے کے ساتھ ہی پورے ہندوستان میں رابطے کی زبان بن گئی۔

پراکرت کی بگڑی ہوئی شکل اپ بھرنش کہلاتی ہے۔ بعض ماہرین لسانیات اپ بھرنش کو پراکرت کی ہی ایک شکل تسلیم کرتے ہیں اور اسے ''تیسری پراکرت'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ بہرحال اپ بھرنش کے لغوی معنی ہیں بگڑی ہوئی یا بھرشٹ زبان۔ چونکہ اپ بھرنش پراکرت سے پیدا ہوئی ہے اس لیے جہاں جہاں پراکرتیں بولی جاتی تھیں انھیں علاقوں میں اپ بھرنش کا ارتقائی عمل شروع ہوا۔ اپ بھرنش کی اصطلاح دوسری صدی قبل مسیح کے عظیم قواعد داں اور 'مہا بھاشیہ' کے مصنف پاتنجلی کے دور سے ملتی ہے لیکن اس نے یہ اصطلاح زبان کے معنی میں استعمال کی تھی۔ اب بھرنش کے باقاعدہ قواعد گیارہویں صدی عیسوی کے قواعد نویس ہیم چندر نے لکھے۔ ماگدھی اپ بھرنش کا ارتقا ماگدھی پراکرت سے ہوا۔ اس کا اثر ورسوخ مشرق کے ایک وسیع خطے پر تھا، جس میں بنگال، آسام، اڑیسہ اور بہار کے علاقے شامل ہیں۔ ان علاقوں کی جدید زبانیں یعنی بنگالی، آسامی، اڑیا اور بہار کی تقریباً تمام بولیاں ماگدھی اپ بھرنش سے ہی نکلی ہیں۔ مغربی ماگدھی اپ بھرنش کی بولیوں کو 'بہاری' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں تین بولیاں میتھلی، مگہی اور بھوجپوری شامل ہیں۔ اردھ ماگدھی اپ بھرنش' شورسینی اپ بھرنش اور ماگدھی اپ بھرنش کے درمیان کے علاقے کی زبان تھی۔ اس سے مشرقی ہندی کی بولیاں وجود میں آئیں۔ مہاراشٹری اپ بھرنش کا ارتقاء مہاراشٹری پراکرت سے ہوا جو مہاراشٹر کے علاقے کی زبان تھی، اسی زبان کے بطن سے موجودہ مراٹھی زبان وجود میں آئی۔

14.3.3 جدید ہند آریائی زبانوں کا ارتقاء (1000ء تا عہدِ حاضر):

1000 عیسوی تک آتے آتے تمام اپ بھرنش زبانوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور ان کے مقام پر پورے شمالی ہندوستان میں بہت سی دیگر بولیاں سر اٹھانے لگتی ہیں۔ جدید ہند آریائی زبانوں کے ارتقاء کی تاریخ یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ اسی عہد میں شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہوا اور 1193ء میں دہلی کو فتح کرنے کے بعد وہاں اپنی باقاعدہ حکومت قائم کرلی۔ سنیتی کمار چٹرجی کے مطابق اگر مسلمان ہندوستان میں وارد نہ ہوئے ہوتے تو جدید ہند آریائی زبانوں کے ادبی آغاز وارتقا میں ایک دوصدی کی تاخیر ہوجاتی۔

یہ قابل ذکر ہے کہ تمام جدید ہند آریائی زبانیں اور بولیاں اپ بھرنش کی کسی نہ کسی ذیلی بولیوں سے پیدا ہوئی ہیں۔ اسی لیے ان کے بولے جانے کے علاقے کا تعین نہیں ہوسکا ہے کیوں کہ بعض علاقائی لسانی خصوصیات بھی ان میں پائی جاتی ہیں۔ اردو کا کھڑی بولی سے پیدا ہونا ایک ایسی لسانی حقیقت ہے جسے کسی بھی طرح جھٹلانا ناممکن ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ قدیم اردو (قدیم دکنی اردو) پر ہریانوی کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ کھڑی بولی کی طرح ہریانوی نواحِ دہلی کی ایک بولی ہے۔ دکنی اردو کے تحریری نمونوں کی تاریخی، تہذیبی اور ادبی اعتبار سے اہمیت مسلم ہے لیکن ان کی لسانی اہمیت بھی کچھ کم نہیں۔ دکنی اردو کا ادبی سرمایہ ہمارے لیے ایک ایسا منضبط لسانی مواد فراہم کرتا ہے، جس سے زبان اردو کے عہد بہ عہد ارتقا اور اس میں ظہور پذیر ہونے والی بعض لسانی خصوصیات شمالی ہندوستان کی بولیوں کی مرہون منت ہیں، جن کے خمیر سے یہ زبان تیار ہوئی ہے جبکہ بعض مقامی لسانی اثرات کا نتیجہ ہیں۔

1000ء تک ہند آریائی زبان اپنی تاریخ کے نئے دور 'جدید ہند آریائی دور' میں داخل ہوچکی تھی۔ ہندوستانی تاریخ میں عظیم واقعات رونما ہوچکے تھے اور بیرونی عہد آفریں اثرات کے باوجود ہندوستانی تہذیب کا امتزاجی عمل بلا روک ٹوک جاری تھا۔ ہندوستانی طرز معاشرت

اور ہندوستانی فکر کا دائرہ برابر وسیع ہوتا رہا۔ ہندوستان کے دل و دماغ اور ہاتھوں کو محسوس کرنے، غور و فکر کرنے اور تخلیق کرنے کی جو آزادی حاصل تھی، اس کے نتیجہ میں انسانیت کے مستقل اقدار کی حامل چیزیں وجود میں آ رہی تھیں۔ 1000ء تک ہندوستانی تہذیب میں علمی اور سائنسی تصورات اور ایسی متعدد فنی تخلیقات شامل ہو چکی تھیں، جنھیں بالآخر آج انسان کی عظیم حصولیابیوں میں شامل کیا جا رہا ہے۔ آریائی زبان اور کسی حد تک دراویدی نے بھی ہندوستان کی اس تمدنی پیش رفت کا ساتھ دیا۔ اول الذکر نے ویدی 'سنسکرت' پالی اور پراکرت کی شکل میں جب کہ موخر الذکر نے تامل، کنڑ اور تلگو کی شکل میں خالص ادب، فلسفہ اور اس دور کے مطابق سائنس کی عظیم المرتبت تخلیقات کی ہیں۔ 1000ء کے بعد ایک نئے دور کی ابتدا ہوئی، مذہب اسلام کے مقلد ترکوں اور دیگر غیر ملکیوں کی شمالی ہند اور وہاں کے مسلمانوں کی دکن پر فتح اس کا سبب بنی۔ اس کے ساتھ ہی ہندوستانی زبانوں کو ہندوستانی ذہن اور ہندوستانی تہذیب کی نئی شکل کے اظہار کا کام انجام دینا پڑا۔ پراکرتوں کا عہد روبہ زوال ہو چکا تھا۔ علاقائی اپ بھرنشوں سے گر کر پراکرتیں جدید ہند آریائی زبانوں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔

اصولی طور پر جدید ہند آریائی کے آغاز و ارتقا کو 'اپ بھرنشوں' کو مدنظر رکھتے ہوئے دیکھا جانا چاہیے لیکن چونکہ آریاؤں کی غیر ممالک سے ہندوستان آمد، آبادی اور پورے ملک پر قابض ہونے کے نظریے کو ملحوظ خاطر رکھنا بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے، اس لیے مستشرقین نے جدید زبانوں کی گروہ بندی کبھی افقی خط کے نقشے پر کی اور کبھی دائرے کی شکل پر۔ ہرنلے (Harnale) کے مطابق آریا دو گروہوں میں ہندوستان آئے جبکہ جارج گریرسن نے ان گروہوں کی زبانوں کو ذخیرۂ الفاظ اور صوتیات کی روشنی میں اندرونی اور بیرونی زبانوں میں منقسم کر کے دیکھا ہے۔ ان کی لسانی تقسیم کے نقشے میں موجود اسقام کو سنیتی کمار چٹر جی نے واضح کرتے ہوئے لسانی تقسیم کا ایک نیا نقشہ پیش کیا جس کو جدید زبانوں کی صرفی ونحوی بنیاد پر ترتیب دیا گیا تھا۔ جدید ہند آریائی زبانوں کی گروہ بندی کرتے ہوئے لسانی اشتراکات اور اختلافات کو سختی سے ملحوظ خاطر رکھا جائے تو بعض زبانیں اپنی منفرد خصوصیات کی بنا پر ماہرین لسانیات کے بنائے ہوئے کسی بھی گروہ میں شامل نہیں ہو سکیں گی۔ حالاں کہ ان میں لسانی خصوصیات موجود ہیں۔ جدید ہند آریائی زبانوں کو ان کی خصوصیات کی بنیاد پر جارج گریرسن نے کئی گروہوں میں منقسم کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

(1) بیرونی زبانیں:

لہندا (مغربی پنجابی)، سندھی، مراٹھی، آسامی، بنگالی، اڑیا، بہاری بولیاں (میتھلی، مگہی، بھوجپوری)

(2) وسطی زبانیں:

مشرقی ہندی (اودھی، بگھیلی، چھتیس گڑھی)

(3) اندرونی زبانیں:

مغربی ہندی (کھڑی بولی، ہریانوی، برج بھاشا، بندیلی قنوجی) مشرقی)، گجراتی، راجستھانی (مارواڑی/میواڑی، مولوی، جے پوری، میواتی) بھیلی، خاندیشی)

(4) پہاڑی بولیاں:

نیپالی/گورکھار، کمایونی/گڑھوالی، شملہ اور اس کے گردونواح کی پہاڑی بولیاں

پروفیسر مسعود حسن خاں مقدمہ تاریخ زبان اردو میں لکھتے ہیں کہ جدید ہند آریائی زبانوں کی پرورش و پرداخت پراکرتوں کے بجائے اپ بھرنشوں سے ہوئی ہے۔ان کا سلسلہ حسب ذیل اپ بھرنشوں سے جا کر ملتا ہے۔

(1) شورسینی اپ بھرنش (کھڑی بولی، راجستھانی، پنجابی (مشرقی) گجراتی۔

(2) ماگدھی اپ بھرنش (بنگالی، آسامی، اڑیا)

(3) اردو ماگدھی اپ بھرنش (پوربی زبانیں، جیسے اودھی، بھوج پوری وغیرہ)

(4) مہاراشٹری اپ بھرنش (مراٹھی)

(5) کیکی اور پراچراپ بھرنش (پنجابی اور (مغربی) سندھی)

جدید ہند آریائی زبانوں میں سے ماہرین لسانیات نے مغربی ہندی کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ان کے خیال میں یہ وہ زبان ہے جس سے مدھیہ پردیش کی بولیوں: ہریانی، برج، کھڑی، قنوجی، بندیلی نے جنم لیا اور یہ شورسینی اپ بھرنش کی سچی جانشین بنی۔ گیارہویں صدی عیسوی کے بعد مدھیہ پردیش کی جغرافیائی حدود میں ہریانی، برج، کھڑی، قنوجی، بندیلی، گجراتی، راجستھانی اور پنجابی بول چال کی زبانوں کے طور پر رائج نظر آتی ہیں۔حتمی طور پر یہ رائے قائم کرنا دشوار ہے کہ ان میں سے نکھر کر پہلے کون سی زبان سامنے آئی۔

14.4 جدید ہند آریائی اور اردو کا رشتہ

اپ بھرنشوں کے خاتمہ کے بعد جدید ہند آریائی کا آغاز 1000ء سے ہوتا ہے۔ دراصل یہ زمانہ محض لسانی تغیر وتبدل کا ہی زمانہ نہیں تھا بلکہ ہندوستان میں سیاسی، سماجی اور تہذیبی سطح پر بھی تیزی کے ساتھ تبدیلیاں واقع ہو رہی تھیں۔ان تبدیلیوں کا یہاں کی بولیوں پر بھی اثر پڑنا ناگزیر تھا۔ تقریباً1000ء کے آس پاس کا ایک اہم واقعہ مسلمانوں کا شمالی ہندوستان میں ورود ہے، جن میں ترک، افغان اور ایرانی نژاد شامل تھے۔ان لوگوں نے نہ صرف یہاں سکونت اختیار کی بلکہ ان میں بعض لوگوں نے یہاں کے اقتدار پر بھی قبضہ جمایا۔ یہ قبضہ پہلے پنجاب پر قائم ہوا اور آہستہ آہستہ ان کا اثر ورسوخ دہلی پر ہو گیا نتیجتاً 1193ء میں دہلی کو فتح کر کے وہاں اپنی باقاعدہ حکومت قائم کر لی۔ دہلی کے پایہ تخت بننے کے بعد آہستہ آہستہ اس شہر کو اہمیت اور مرکزی حیثیت حاصل ہوتی گئی اور دہلی مسلمانوں کا ایک بہت بڑا تہذیبی، تمدنی اور سیاسی مرکز بن گیا۔شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کی وجہ سے یہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں قربت بڑھی، جس کے سبب یہاں ایک نئی تہذیب کا وجود ہوا اور ساتھ ہی ایک نئی زبان کا خمیر تیار ہونے لگا۔ چونکہ مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی تھی، اس کے علاوہ ترکی اور فارسی بھی ان کی زبانیں تھیں۔لہٰذا ان تمام زبانوں کے شمالی ہند کی بولیوں پر گہرے اثرات مرتب ہوئے اور بہت تیزی کے ساتھ یہاں کی مقامی بولیوں میں عربی، فارسی اور ترکی کے الفاظ داخل ہونے لگے۔ دوسری طرف 1000ء کے آس پاس اپ بھرنشوں میں بھی فطری طور پر تبدیلیاں رونما ہونے لگیں، اور یہی تبدیلیاں اردو کی خشت اول کے طور پر سامنے آئیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو ایک جدید ہند آریائی زبان ہے جس کا خمیر ہندوستان کی دوسری جدید ہند آریائی زبانوں کی طرح 1000ء کے بعد تیار ہوا اور مغربی ہندی کی ایک بولی یعنی کھڑی بولی اس کا منبع قرار پایا۔مغربی ہندی شورسینی اپ بھرنش کا ماخذ تھی اور شورسینی اپ بھرنش، شورسینی پراکرت

سے وجود میں آئی تھی نیز دیگر پراکرتوں کی طرح شورسینی پراکرت کا وجود بھی سنسکرت سے ہوا تھا۔ اس طرح یہ خیال درست ہوگا کہ اردو کا لسانی خاندانی سلسلہ سنسکرت میں جا کر مدغم ہوتا ہے کیونکہ جدید ہند آریائی جس میں اردو بھی شامل ہے، قدیم ہندوستان کی اس زبان کا مولد ہے جسے سنسکرت کہا جاتا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو زبان کی ایک منظّم و مربوط لسانی تاریخ رہی ہے جس کا ہند آریائی پس منظر ساڑھے تین ہزار سال کے دورانیہ پر محیط ہے۔

اردو زبان کے آغاز وارتقا کے بارے میں کئی نظریات سامنے آتے ہیں۔ مثلاً محمد حسین آزاد، سلیمان ندوی، ڈاکٹر زور، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر سہیل بخاری اور محمود شیرانی وغیرہ لیکن ان کے نظریات کو مسترد کرتے ہوئے گیان چند جین نے کہا ہے کہ اردو کے آغاز کے سلسلہ میں جن لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا انہیں ہم دو حصوں میں منقسم کر کے اس طرح دیکھتے ہیں کہ ایک تو وہ بزرگ ہیں جو لسانیات کا درک نہیں رکھتے مثلاً میر امن، محمد حسین آزاد، نصیر الدین ہاشمی، سلیمان ندوی اور محمود شیرانی۔ یہ حضرات ہند آریائی زبانوں کے آغاز وارتقا سے اس قدر نابلند ہیں کہ کھڑی بولی، اردو اور ہندی کے اشتراک واختلاف کا احساس وعرفان نہیں رکھتے۔ بس صرف اردو سے واقف ہیں اور کچھ نہیں۔ دوسرے زمرے میں وہ اہل نظر ہیں جو تاریخی لسانیات پر نظر رکھتے ہیں مثلاً ڈاکٹر زور، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر سہیل بخاری۔ یعنی گیان چند کے نزدیک موخر الذکر زمرے کے دانشوروں کے نظریات قابل قبول ہیں۔

گیان چند جین کے نزدیک بعض ماہرین لسانیات زبان کی پیدائش پر ٹھیک وہی اصول نافذ کرتے ہیں جو انسان کی پیدائش پر نافذ ہوتا ہے گویا دو زبانوں کے اختلاط سے نئی زبان وجود میں آئی۔ ان ماہرین کا لسانی نظریہ عموماً ذخیرۂ الفاظ پر اساس ہوتا ہے، جب کہ دوسرے زمرے میں وہ ماہرین لسانیات شامل ہیں جو زبان کی پیدائش اور ارتقا پر لسانیاتی انداز ے میں غور کرتے ہیں اور ان کے نظریات صرفی ونحوی اصولوں پر قائم ہوتے ہیں۔ لسانیاتی اصولوں کی روشنی میں یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ دو یا دو سے زائد زبانوں کے اختلاط سے کوئی نئی زبان پیدا ہوسکتی ہے۔ دوسرا یہ کہ غیر بنیادی الفاظ کے اشتراک کی بنا پر بھی ایک زبان کا دوسری زبان سے رشتہ قائم نہیں ہوسکتا ہے۔

سنیتی کمار چٹرجی اردو زبان سے بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سترہویں یا اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہندوستانی زبان کی مسلم شکل میں اردو وجود میں آئی۔ مشرقی پنجاب اور گنگا جمنا کے دوآبے پر واقع مدھیہ پردیش کا علاقہ اردو کے اہل زبان کا علاقہ ہے۔ ان کے خیال میں پنجاب اور وسطی علاقے کو اردو کا ماخذ اور منبع قرار دیا جاسکتا ہے۔ ہندوستانی یا کھڑی بولی کی نشو ونما گیارہ سو سے اٹھارہ سو تک کی سات صدیوں پر محیط ہے۔ ہندوستانی کا ارتقا شمالی ہندوستان اور دکنی ہند کے سیاسی تاریخی، تہذیبی، معاشرتی اور لسانی تحریک وتاریخ کے گرد بکھرا ہوا ہے۔

ہند آریائی زبانوں کے ارتقا کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اردو اس ارتقائی عمل کے تیسرے دور (1000ء تا عہد حاضر) کی زبان ہے۔ گو کہ اس میں ایک سے زیادہ لسانی خاندانوں سے تعلق رکھنے والی زبانوں کے الفاظ اور اصوات موجود ہیں لیکن اپنے صرفی ونحوی ہیولیٰ کے اعتبار سے یہ زبان جدید ہند آریائی ہے۔ جدید ہند آریائی زبانوں کے دستیاب شدہ نمونوں کی روشنی میں اس زبان کے اولین نقوش 1000ء کے بعد دہلی اور اطراف دہلی کی بولیوں میں نظر آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ اس طرح اردو نے ادبی زبان کی صورت پندرہویں صدی عیسوی میں اختیار کی لیکن عام بول چال میں اس کے نقوش تیرہویں صدی اور چودھویں صدی سے ہی ملنا شروع ہوگئے تھے۔ اس کا ماخذ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی بول چال کی زبان رہی

ہوگی۔ جب ہم اردو کی لسانی ساخت پر نظر ڈالتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کی لسانی ساخت پر ہند آریائی عناصر کے نقوش واضح انداز میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ عناصر ہمیں اس ہند آریائی تہذیب کی یاد دلاتے ہیں جس کا سلسلہ آریوں کے آنے کے بعد سے وابستہ ہے۔ یہ اسی تہذیب کا ثمرہ ہے کہ اردو کی بیشتر لسانیاتی خصوصیات کا سلسلہ اپ بھرنش اور پراکرت سے ہوتا ہوا سنسکرت سے جا کر مل جاتا ہے۔

اردو میں مصمتوں Consonants کی ایک کثیر تعداد سنسکرت اور پراکرت سے اردو میں آئی۔ اردو کی 15 ہائیہ آوازیں (بھ، پھ، تھ، ڈھ، جھ، چھ، کھ، گھ، ڈھ، ڑھ، مھ، لھ، نھ، کھ، رھ) ہند آریائی ماخذ یعنی سنسکرت، پراکرت اور اپ بھرنش سے اردو میں در آئیں۔ اسی طرح مصوتے Vowels بھی پراکرت اور اس کے توسط سے سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ اردو کی معکوسی آوازیں اور معکوسی صوتیے بھی ہند آریائی کے توسط سے اردو میں آئے۔ ان کے بغیر زبان توتلی ہو کر رہ جاتی۔ اس کے سوا اردو میں 14 آوازیں (ب، ت، و، ج، ک، م، ن، ل، ر، س، ش، ہ، و، ی) ایسی ہیں جو ہند آریائی، عربی اور فارسی میں مشترک ہیں یعنی اردو میں ان کا ارتقا ہند آریائی کے توسط سے بھی ہوا ہے اور عربی فارسی سے بھی لیکن اردو میں ان آوازوں پر مشتمل عربی و فارسی الفاظ کی تعداد ان آوازوں سے تشکیل شدہ ہند آریائی الفاظ کے مقابلے بہت کم ہے۔

اصوات کے علاوہ اردو کے ذخیرۂ الفاظ کا ایک کثیر حصہ بھی ہند آریائی زبان پر مشتمل ہے، جن میں سب سے زیادہ تعداد 'تد بھوٗ الفاظ کی ہے۔ سنسکرت کے الفاظ جب اپنی تبدیل شدہ حالت میں مستعمل ہوتے ہیں تو 'تد بھوٗ کہلاتے ہیں۔ تد بھو الفاظ کی اساس اگرچہ سنسکرت یا قدیم ہند آریائی پر قائم ہے لیکن وسطی ہند آریائی یعنی پراکرت میں شامل ہو کر ان کی شکل وصورت اور ہیئت بدل جاتی ہے۔ سنسکرت کے یہی تبدیل شدہ الفاظ تد بھو کہلاتے ہیں۔ سنسکرت کے الفاظ جب بغیر کسی تبدیلی کے اپنی اصلی حالت میں مستعمل ہوتے ہیں تو ''تتسم'' کہلاتے ہیں مثلاً لفظ دگدھ خالص سنسکرت کا لفظ ہے جو تتسم کہلاتا ہے۔ لیکن پراکرت کے لفظ دڈّھ کو جو دگدھ سے اخذ کیا گیا ہے اور اسی کی تبدیل شدہ شکل ہے، تد بھو کہلاتی ہے۔ جدید ہند آریائی اردو میں یہی دڈّھ بن گیا جو تد بھو کی ایک دوسری شکل ہے۔ اردو میں تتسم بہت ہی کم تعداد میں ہیں۔ اردو کے ذخیرۂ الفاظ کا بیشتر حصہ تد بھو الفاظ پر مشتمل ہے۔ ہندوستانی یا ہند آریائی الفاظ اردو کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو کا کوئی بھی جملہ ہند آریائی الفاظ کے بغیر وجود نہیں رکھتا۔

اصوات کے علاوہ اردو کے ذخیرۂ الفاظ کا ایک بڑا حصہ بھی ہند آریائی سے ماخوذ ہے۔ جن میں سب سے زیادہ تعداد تد بھو الفاظ کی ہے۔ سنسکرت کے الفاظ جب اپنی تبدیل شدہ حالات میں استعمال میں لائے جاتے ہیں تو 'تد بھوٗ کہے جاتے ہیں۔ تد بھو الفاظ کی بنیاد اگرچہ سنسکرت یا قدیم ہند آریائی پر قائم ہے لیکن وسطی ہند آریائی یعنی پراکرت میں ضم ہونے کے بعد اس کی شکل وصورت میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ سنسکرت کے یہی تبدیل شدہ الفاظ تد بھو کہلاتے ہیں۔ سنسکرت کے الفاظ جب بغیر کسی رد و بدل کے اپنی اصل حالت میں استعمال کیے جاتے ہیں تو 'تتسم' کہے جاتے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو کے ذخیرۂ الفاظ کا بیشتر حصہ تد بھو الفاظ پر مشتمل ہے۔ ہندوستانی یا ہند آریائی الفاظ اردو زبان کے لیے لازمی حیثیت رکھتے ہیں یعنی اردو کا کوئی بھی جملہ ہند آریائی الفاظ کے بغیر تشکیل نہیں پا سکتا جب کہ ایسے بے شمار اردو جملے ترتیب دیے جا سکتے ہیں جن میں کوئی بھی عربی یا فارسی کا لفظ استعمال میں نہ لایا جائے، جیسے درج ذیل جملوں پر نظر ڈالیے جو خالص ہند آریائی الفاظ پر مشتمل ہے:

تم ایک اچھے لڑکے ہو۔ وہ اسکول جائے گا۔ تم کہاں گئے تھے؟ وغیرہ۔

اس ضمن میں اردو میں انشاء اللہ خاں انشا کی ''رانی کیتکی کی کہانی'' اور آرزو لکھنوی کی ''سریلی بانسری'' دو ایسی کتابیں ہیں جن میں ایک بھی عربی یا فارسی کا لفظ استعمال میں نہیں لایا گیا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو الفاظ کا بنیادی ماخذ ہند آریائی ہی ہے۔ اس کے علاوہ اردو کے ضمائر (Pronoun) اور حروف جار (Prepositions) بھی ہند آریائی ماخذ سے ہی اردو میں آئے، جن کی حیثیت بھی بنیادی ذخیرۂ الفاظ کی ہے۔

14.5 اکتسابی نتائج

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ آریاؤں کا اصل وطن وسط ایشیا کا ایک خشک پہاڑی علاقہ تھا، جس سے تنگ آکر اور زرخیز زمین کی تلاش میں انہیں اپنا وطن ترک کرنا پڑا۔ یہ لوگ 1500ء ق م میں ہندوستان آئے۔ پہلے پہل یہ سندھ میں داخل ہوئے اور وہاں سے پنجاب اور پھر مشرقی ہندوستان آکر آباد ہونا شروع ہوئے۔

☆ آریا جو زبان اپنے ساتھ لائے تھے وہ ہندوستان کے لیے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی۔ یہ اپنے ساتھ ایک رسم الخط بھی لائے تھے جو براہمی رسم الخط کہلاتا تھا۔ اس کا ارتقا ہندوستان میں ہی ہوا۔

☆ ہند آریائی کے تین ادوار ہیں:

(1) قدیم آریائی دور (500 ق م 1500 ق م)

(2) وسطی ہند آریائی دور (500 ق م تا 1000ء)

(3) جدید ہند آریائی دور (1000ء تا حال)

☆ اردو ایک جدید ہند آریائی زبان ہے، جس کی داغ بیل ہندوستان کی جدید ہند آریائی زبانوں اور مغربی ہندی کی کھڑی بولی کے اختلاط سے پڑی۔

14.6 کلیدی الفاظ

الفاظ		معنی
ادوار	:	دَور کی جمع، عہد
شستہ	:	صاف، معیاری
متبعین	:	متبع کی جمع، پیروی کرنے والے، پیروکار
صوتی نظام	:	آوازوں کا نظام
پراکرت	:	وہ زبانیں جو سنسکرت سے نکلی ہیں
اپ بھرنش	:	پراکرتوں کی بدلی ہوئی غیر معیاری شکلیں
قبل مسیح	:	حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے قبل

نعمت غیر مترقبہ	:	وہ نعمت جس کے ملنے کا گمان نہ ہو، جو بغیر محنت کے مل جائے
ورود	:	کہیں سے آنا
اپدیش	:	تعلیمات
کلاسیکی	:	قدیم
منبع	:	سوتا یا چشمہ، نکلنے کی جگہ، زمین کے اندر سے پانی نکلنے کی جگہ
ماخذ	:	وہ جگہ جہاں سے کوئی چیز لی جائے، حوالہ
مخلوط	:	ملی جلی
اختلاط	:	میل جول
خاندان السنہ	:	زبانوں کا خاندان
مسکن	:	گھر ٹھکانہ
ہندسے	:	گنتی کا عدد یا اس کی قسم
تقویم	:	وہ نظام جس میں ماہ وسال کا حساب ہو، کیلنڈر (Calendar)
خیر باد	:	رخصت ہونا، وہ کلمہ جو وقت رخصت بولا جاتا ہے
مولود	:	پیدا شدہ، جو پیدا ہوا ہو
قواعد نویس	:	گرامر (قواعد) لکھنے والا
مصمتہ	:	ہم آہنگ، صوتی مناسبت رکھنے والے الفاظ
مصوتہ	:	جن آوازوں کے لیے منہ کو نسبتاً زیادہ کھولنا پڑے۔
ہیولیٰ	:	کچا نقشہ، خاکہ، شکل، صورت، ساخت
فرامین	:	فرمان کی جمع بمعنی حکم
نواح	:	آس پاس، اطراف، قرب وجوار
مرہون منت	:	ممنون، احسان مند، شکر گزار، احسان تلے دبے ہونا

14.7 نمونہ امتحانی سوالات

14.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ ہند آریائی کو کتنے ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے؟

2۔ ہند آریائی کا آبائی وطن کہاں تھا؟

3۔ آریاؤں کی آمد ہندوستان میں کب ہوئی؟

4۔ آریوں کی آمد سے کس زبان کا وجود ہوا؟

5۔ لسانی خاندان کسے کہتے ہیں؟

6۔ ہندآریائی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

7۔ آریا اپنے ساتھ زبان کے علاوہ کیا لائے تھے؟

8۔ جدید ہندآریائی زبان کا آغاز کب سے مانا جاتا ہے؟

9۔ ویدک سنسکرت اور کلاسیکل سنسکرت عہد کی مقدس کتابوں کے نام کیا ہیں؟

10۔ اپ بھرنش کے کیا معنی ہیں؟

14.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ ہندآریائی کا پس منظر بیان کیجیے۔

2۔ ہندوستان میں آریوں کی آمد کب اور کس طرح ہوئی؟

3۔ پراکرتوں کے آغاز وارتقا پر روشنی ڈالیے۔

4۔ سنسکرت کی قدیم شکل کیا ہے؟ بیان کیجیے۔

5۔ وسطی ہندآریائی کے کتنے ادوار ہیں؟ بیان کیجیے۔

14.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ اپ بھرنش کسے کہتے ہیں؟ اپ بھرنش کی اقسام بیان کیجیے۔

2۔ ویدک سنسکرت اور کلاسیکل سنسکرت پر نوٹ لکھیے۔

3۔ جدید ہندآریائی اور اس کے رشتے کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔

14.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	اردو کا ابتدائی زمانہ	شمس الرحمٰن فاروقی
2۔	ہندآریائی اور ہندی	سنیتی کمار چٹر جی (مترجم: عتیق احمد صدیقی)
3۔	لسانی مطالعہ	پروفیسر گیان چند جین
4۔	ہندوستانی لسانیات	ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور
5۔	زبان اور علم زبان	پروفیسر عبدالقادر سروری
6۔	اردو زبان کی تاریخ	مرتبہ: خلیل احمد بیگ

اکائی 15: اردو کی ابتدا کے مختلف نظریات

اکائی کے اجزا

15.0 تمہید

15.1 مقاصد

15.2 اردو زبان، پیدائش اور مختلف نظریات

15.2.1 اردو کے مخلوط زبان ہونے کا نظریہ

15.2.2 اردو کے برج سے پیدا ہونے کا نظریہ

15.2.3 پنجاب میں اردو

15.2.4 سندھ میں اردو

15.2.5 دکن میں اردو

15.2.6 کھڑی بولی اور نواح دہلی کی بولیوں سے اردو کے پیدا ہونے کا نظریہ

15.3 اکتسابی نتائج

15.4 کلیدی الفاظ

15.5 نمونہ امتحانی سوالات

15.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

15.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

15.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

15.6 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

15.0 تمہید

زبان ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسان اپنے جذبات یا خیالات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہیں تو اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ کسی بھی زبان کے پیدا ہونے اور اس کی نشو ونما میں صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ زبان میں بہت سی تبدیلیاں تاریخی، جغرافیائی، سماجی، ثقافتی اور معاشرتی سطحوں پر رونما ہوتی رہتی ہیں۔ جب اُس زبان میں ادب تخلیق کیا جانے لگتا ہے، زبان کی اصل ترقی تب شروع ہوتی ہے اور زبان کی باریکیوں پر بھی اہل دانش غور کرنے لگتے ہیں، ساتھ ہی اس میں نت نئے اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ زبان کی یہ کاٹ چھانٹ اسے وسیع اور عام فہم بناتی جاتی ہے۔ زبان جتنی آسان اور عام فہم ہوگی اتنی ہی زیادہ قابل قبول ہوگی کیوں کہ کسی بھی زبان کو جکڑ بند

کرنا، زبان کی موت کے مترادف ہے۔ جس زبان کو بھی عوام نہیں بولتی ہے اس کا حلقہ محدود و مسدود ہو کر رہ جاتا ہے اور اس زبان کی ترقی تھم جاتی ہے کیوں کہ جب اس میں نئے الفاظ کی شمولیت نہیں ہوگی اور اس زبان کو برتنے والے ہی کم تعداد میں ہوں گے تو کس طرح وہ زبان دوسری زبانوں کے سامنے خود کو مقابلے میں رکھ سکتی ہے۔ کسی بھی زبان کی ترقی کا انحصار اس کے پھیلنے سے ہے نہ کہ سمٹنے سے، زبانیں زمین کے حدود سے بالاتر ہو کر دوسرے ممالک میں بھی پہنچتی ہیں اور وہاں اپنی شاخ کو ایک وقت آتے آتے قائم کر لیتی ہیں۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زبان جس بھی علاقے میں جاتی ہے تو وہاں کی مقامی زبان اور بولیوں سے اثرات قبول کرتی ہے۔ دوسری زبانوں اور بولیوں سے اثرات قبول کرنا ہی زبان کے زندہ رہنے کی علامت سمجھی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر اردو ہی کی بات کریں تو پورے ہندوستان میں اردو کے مختلف علاقائی رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں مثلاً: دہلوی اردو، لکھنوی اردو، دکنی اردو، کلکتیہ اردو، گجری اردو اور کرخن داری اردو وغیرہ۔ ان کے علاوہ بھی ہندوستان کے دیگر خطوں میں اردو کی اور بھی شکلیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ یہ تمام اردو زبان ہی کی شاخیں ہیں جن کا سیدھا تعلق اردو سے ہے لیکن ان اردو کی شاخوں پر علاقائی بولیوں اور زبانوں کے اثرات بھی صاف اور واضح طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ زبان اور بولیوں کے اثرات کے علاوہ اردو کی ان شاخوں پر بولنے کا لہجہ یعنی الفاظ کی ادائیگی کی تبدیلی، تہذیبی اور ثقافتی اثرات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں اور اس طرح یہ شاخیں اپنے اپنے علاقوں میں ترقی پذیر ہوتی آئی ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہئے کہ یہ شاخیں چاہیں اپنی اصل حالت سے کتنی بھی بدل گئی ہوں اور ان کے لب و لہجے میں بھی جتنا بھی فرق آ گیا ہو لیکن ان کی مماثلت اپنی اصل سے آج بھی بخوبی کی جا سکتی ہے یعنی اس کے اسما، ضمائر، افعال اور مصوتوں کا مطالعہ کرنے پر ان میں یکسانیت ضرور ملے گی۔ مختصر یہ کہ زبان کے پھیلاؤ اور اس کی علاقائی سطح پر ترقی بھی ہوتی ہے اور اس کو قبول کر کے ہی کسی زبان کو بڑا بنایا جا سکتا ہے۔ کسی بھی زبان کو اس کی اصل حالت پر جکڑ بند کر دینے سے اس کا ارتقا بلا شبہ رک جائے گا جس سے اس کو وسیع خطے میں نہیں پھیلایا جا سکتا۔

اردو کی پیدائش کس طرح ہوئی، کن حالات میں ہوئی اور کیوں ہوئی؟ اس کی ابتدا میں کون سے وجوہات کارفرما تھے؟ یہ تحقیق طلب سوالات ہیں اور جن کو سمجھنے کے لیے اردو کی قدیم تاریخ اور لسانیاتی کتب سے بہت سے نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ غائر مطالعے کے بعد یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اردو زبان کی پیدائش کو لے کر دانشوران اردو اور ماہر لسانیات نے اپنے اپنے طور پر نظریات بھی پیش کیے۔ یہ الگ بات ہے کہ کون سا نظریہ سب سے زیادہ قابل قبول ہے۔ کسی نے اردو کی پیدائش دراوڑی سے بتائی ہے تو کسی نے ہریانوی سے۔ کسی نے اردو کی بنیاد برج بھاشا کو بتایا ہے تو کسی نے کھڑی بولی کو۔ علاوہ ازیں سندھی اور پنجابی سے اردو کی پیدائش کو لے کر بھی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ کچھ ادیبوں نے اردو کی ابتدا مختلف زبانوں کے خلط ملط ہونے سے بتائی ہے اور اس لیے انہوں نے اردو کو مخلوط زبان کہا۔ محمد حسین آزاد نے اردو کے متعلق اپنی کتاب 'آب حیات' 1980ء میں لکھا ہے کہ ''اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری اردو برج بھاشا سے نکلی ہے۔'' اسی قبیل میں ایک اہم نام مولوی عبدالحق کا بھی آتا ہے جنہوں نے اردو کی ابتدا کے متعلق یہ کہا کہ اردو کی ابتدا ہندو اور مسلم دونوں قوموں کے لسانی، تہذیبی اور معاشرتی اتحاد کا نتیجہ ہے۔ اس طرح اردو کے متعلق بہت سے نظریات منظر عام پر آئے اور ساتھ ہی اردو کی پیدائش کے متعلق چند خیالات بھی پیش کیے گئے ہیں جن کے پیچھے نہ تو کوئی تحقیق تھی اور نہ ہی کوئی نظریہ سوائے قیاس آرائی کے۔ اس قیاس آرائی کے ذیل میں میر امن کی باغ و بہار سے ایک اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے، تب چاروں طرف کے ملکوں سے سب قوم، قدردانی اور فیض رسانی اس

خاندان لاثانی کی سن کر، حضور میں آ کر جمع ہوئے، لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جدی تھی، اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین، سودا سلف، سوال جواب کرتے، ایک زبان اردو کی مقرر ہوئی۔"

(میر امن، باغ بہار، مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، نئی دہلی، 1989ء، ص:12)

اردو کی پیدائش کو لے کر مختلف نظریات کو ادیبوں نے باقاعدہ طور پر مضامین/کتابیں لکھ کر پیش کیا اور کچھ نے صرف مقولے ہی کہے۔ بہر کیف آئندہ صفحات میں اس موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کیا جائے گا اور کوشش کی جائے گی کہ اردو کے مختلف نظریات پر معلومات فراہم کی جا سکیں۔

15.1 مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ اردو زبان کی پیدائش کے متعلق ایک صحیح رائے قائم کر سکیں۔
- ☆ اردو زبان کی پیدائش کے متعلق مختلف نظریات اور ان کے تائید اور تردید میں پیش کیے گئے دلائل کی روشنی میں صحیح نظریے تک رسائی حاصل کر سکیں اور اس پر بحث بھی کر سکیں۔
- ☆ زبان صرف زبان نہیں ہوتی ہے بلکہ تہذیب و تمدن، تاریخ اور جغرافیہ کے علاوہ بھی مختلف علوم اپنے اندر سموئے رکھتی ہے، اس پر روشنی ڈال سکیں۔
- ☆ اردو زبان کی ترقی میں اس کا ادب کتنا معاون ہے اور کیوں؟ اسے سمجھ سکیں۔
- ☆ اردو کا کھڑی بولی سے کیا رشتہ ہے اس پر گفتگو کر سکیں۔

15.2 اردو زبان، پیدائش اور مختلف نظریات

اردو کی پیدائش کے متعلق جو بہت سے نظریات دیے گئے ہیں ان میں سے کئی میں ایک خاص بات مشترک ہے جو کہ ایک حد تک درست بھی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے اردو کی ابتدا ہوئی۔ مسلمانوں نے اپنا تسلط دہلی پر 1193ء میں قائم کیا اور ان کی کارگزاریوں اور امور بادشاہی کی وجہ سے سماجی، سیاسی اور تہذیبی سطحوں پر زبانوں کے اختلاط جیسی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ دہلی کے شمال مشرق علاقے میں خصوصی طور پر کھڑی بولی رائج تھی جس پر مسلم فاتحین نے خاص توجہ دی اور اپنی رعایا سے رابطے کا ذریعہ اسی بولی کو بنایا۔ جیسا کہ ہوتا ہے کہ جب بولیاں یا زبانیں قریب آتی ہیں تو ان کے الفاظ کا تبادلہ بھی ہوتا ہے اور یہ تبادلہ فطری طور پر ہوتا ہے لیکن مصلحتاً بھی اس پر عمل کیا جاتا ہے تاکہ دو انجان قومیں، فاتح اور مفتوح آپس میں بات چیت کی راہ کو ہموار کر سکیں اور یہ سلسلہ تب تک چلتا ہے جب تک کہ دونوں قومیں یا دونوں زبانیں اس قابل نہ ہو جائیں کہ ایک دوسرے کی زبان کو اچھی طرح سمجھنے نہ لگیں۔ اسی ضمن میں مسلمانوں کے دہلی میں 1193ء میں وارد ہونے کے عمل کو دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ خود تو عربی فارسی اور ترکی بولتے تھے لیکن رعایا سے رابطہ کرنا ہو تو کھڑی بولی کی طرف مائل ہوتے تھے اور رعایا نے بھی عربی، فارسی اور ترکی کی طرف رجوع کیا، حالاں کہ اس دورانیے میں محل کی زبان فارسی ہی رہی اور کھڑی بولی جو آگے چل کر ریختہ کہی گئی کو گرا پڑا ہی تصور کیا جاتا رہا لیکن جو کھڑی بولی میں

عربی، فارسی اور ترکی کے الفاظ کے نفوذ کا سلسلہ جاری رہا جس سے کھڑی بولی بہت سی ایسی آوازوں سے مانوس ہوئی جو اس سے پیشتر دہلی میں استعمال نہیں ہوتی تھیں، بہر کیف یہ زبان کے پھلنے پھولنے اور وسعت کے مواقع تھے جو اسے مسلمانوں کی آمد سے میسر آئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ کھڑی بولی میں عربی، فارسی اور کچھ حد تک ترکی کے اثرات مرتسم ہونے لگے اور ایک نئی زبان کا آغاز ہوا جسے مسلمانوں نے ہی 'ہندی' اور 'ہندوی' کا نام دیا لیکن اسے ابھی وہ وقار حاصل نہیں ہو سکا تھا جو فارسی کو حاصل تھا کیوں کہ اعلا طبقہ فارسی بولتا تھا کیوں کہ درباری زبان فارسی تھی اور اردو جو ابھی بہت کچی حالت میں تھی اور اس کے ادبی نمونے بھی سامنے نہیں آئے تھے، یہ بس عوام کی زبان تھی۔ اسی نئی زبان کو جو کھڑی بولی سے نئی کونپل کی طرح پھوٹ رہی تھی کو 'ریختہ' اور 'دہلوی' جیسے ناموں سے بھی جانا گیا۔ اردو کا ڈھانچہ تو پہلے ہی کھڑی بولی اور اس میں عربی، فارسی اور ترکی کے الفاظ کے داخل ہونے سے تیار ہو گیا تھا جو وقت کے ساتھ مزید نکھرتی گئی اور زمانے کی تاریخی، تہذیبی، سیاسی اور سماجی تبدیلیوں سے استفادہ کرتے ہوئے خود کو مزین کرتی رہی اور اردو کی شکل میں نمودار ہوئی۔

اردو ایک ہند آریائی زبان ہے اور اسی سے نکلی ہے۔ اردو کی ابتدا کو سمجھنے کے لیے اختصار کے ساتھ پہلے ہند آریائی کا جائزہ لیا جائے گا تا کہ اندازہ ہو سکے کہ کس کس طرح ہند آریائی سے ایک لمبی مدت کے بعد اردو وجود میں آئی۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں آریا قوم وسطی ایشیا میں آباد تھے اور بعد میں وہ ایشیائے کوچک میں چلے گئے۔ وہاں سے بھی نکل کر وہ 2500 ق م میں ایران چلے گئے اور ایران کو اپنا وطن بنایا اور کچھ وقت قیام کے بعد 1500 ق م میں ہندوستان کے خطۂ پنجاب میں پہنچے۔ تب سے لے کر آج تک یہ قوم ہندوستان میں آباد ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی زبان میں بہت سی تبدیلی واقع ہوتی گئی جب کہ ابتدا میں ان کی زبان پر ایرانی قوم کے اثرات بہت گہرے تھے کیوں کہ آریاؤں نے ایران میں کم و بیش ایک ہزار سال کا عرصہ گزارا تھا جو ان کا وطن بھی تھا۔ ہندوستان میں آنے پر ان کی زبان کی تبدیلی ہی ایک نئی زبان کی بنیاد بنتی گئی اور اس نئی زبان کو دانشوروں نے ہند آریائی کے نام سے موسوم کیا۔

ہند آریائی نے وقتاً فوقتاً اپنا روپ بدلا اور اس میں نئی نئی کونپلیں پھوٹتی رہیں۔ ہند آریائی کا زمانہ 1500 ق م سے 500 ق م تک تصور کیا جاتا ہے۔ یہی دور آریاؤں کی قدیم زبان سنسکرت کا دور کہلاتا ہے اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں آریاؤں کے پھیل جانے سے سنسکرت کے مختلف روپ نمودار ہونے لگتے ہیں۔ سنسکرت زبان کے سب سے اہم اور پہلے قواعد نویس کا تعلق بھی اسی دور سے ہے۔ بہر کیف سنسکرت کی جو اہم تین شکلیں نمودار ہوئیں جن میں سے آگے چل کر اردو کے لیے ماحول تیار ہوتا ہے وہ ہیں:

1۔ ادیچیہ   2۔ مدھیہ دیشیہ   3۔ پراچیہ

مذکورہ بالا سنسکرت کی تینوں شاخیں پورے ملک میں اپنے اپنے علاقوں میں پھلنے پھولنے لگیں اور ایک مدت کے بعد ان میں علاقائی تبدیلیاں اور اضافے ہوتے رہے۔ اسی کے ساتھ ہی وہ قدیم سنسکرت کی تینوں شاخیں پراکرتوں میں تبدیل ہونے لگیں اور پانچ پراکرتیں وجود میں آ گئیں جن کے نام یوں ہیں:

1۔ مہاراشٹری پراکرت

2۔ پشاچی پراکرت

3۔ شورسینی پراکرت

4۔ ماگدھی پراکرت

5۔ اردھ ماگدھی پراکرت

ان پانچوں پراکرتوں کا نام ان کے خطوں/ علاقوں کے ناموں کی وجہ سے پڑا جس سے ہندوستان کے نقشے کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ کون سی پراکرت ہندوستان کے کس خطے پر پھیلی ہوئی تھی۔ مہاراشٹری پراکرت جس میں تخلیق کیا ہوا ادب بہت ہی اہم مانا جاتا ہے اس کا علاقہ موجودہ صوبہ مہاراشٹر کے علاوہ کچھ دکن کے حصوں تک بھی پھیلا ہوا تھا۔ پچاسی پراکرت کے علاقے میں کشمیر اور پنجاب کا شمار ہوتا ہے۔ شورسینی پراکرت متھرا (اتر پردیش) سے تعلق رکھتی ہے جہاں برج زبان کی اپنی ان پراکرتوں میں بھی وقت کے ساتھ ساتھ بہت سی تبدیلیاں رونما ہوتی گئیں اور علاقائیت کا اثر ان پراکرتوں پر پڑتا رہا اور اس طرح یہ پراکرتیں اپ بھرنشوں میں تبدیل ہوتی گئیں۔ ماگدھی کا علاقہ مشرقی اتر پردیش سے شروع ہو کر بہار کے اختتام تک پھیلا ہوا تھا اور کچھ حد تک بنگال بھی اس کے حدود میں داخل تھا۔ اردھ ماگدھی کا علاقہ جنوبی بہار سے لے کر دور جنوب تک کے علاقے پر محیط تھا۔ اپ بھرنشوں میں سب سے اہم نام شورسینی اپ بھرنش کا ہے کیوں کہ اردو ہندی کا تعلق اسی سے ہے۔ ہند آریائی تغیر و تبدل کے مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد جب وسطی ہند آریائی کے آخری مرحلے میں پہنچتی ہے تو اپ بھرنش کا روپ دھار لیتی ہے جس کا علاقہ مدھیہ دیش کہلاتا ہے ہندوستان کے وسیع خطے پر محیط ہے یعنی امبالہ تا الہ آباد کا علاقہ Midland یعنی مدھیہ دیش کہلاتا ہے۔ دوآبہ گنگ و جمن کی سرزمین اسی خطے میں ہے۔ 1000ء تک پہنچتے پہنچتے لسانی تبدیلیوں کے وجوہات کی بنا پر شورسینی اپ بھرنش سے کئی طرح کی بولیوں کے تخم جڑ پکڑنے لگتے ہیں جن میں سے ایک بولی کھڑی بولی کے نام سے جانی جاتی ہے لیکن بولیوں کے پھوٹنے کا یہ سلسلہ اتنا سیدھا نہیں ہے بلکہ اس میں کئی تہیں ہیں۔ کھڑی بولی تک پہنچنے سے پہلے شورسینی اپ بھرنش سے اہم بولیوں پھوٹتی ہیں، جو یہ ہیں:

1۔ سندھی

2۔ پنجابی

3۔ راجستھانی

4۔ مشرقی ہندی

5۔ مغربی ہندی

شورسینی اپ بھرنش سے جو بہت ہی اہم پانچ بولیاں وجود میں آئیں ان میں بھی مشرقی ہندی کو زیادہ توجہ دی گئی کیوں کہ آگے چل کر اسی سے کھڑی بولی پھوٹتی ہے، جو اردو کی بنیاد بنتی ہے۔ کھڑی بولی کے علاوہ بھی دیگر زبانیں منظر عام پر آتی ہیں۔ ان پانچوں زبانوں میں سے مغربی ہندی سے پانچ اور بولیاں وجود میں آئیں:

1۔ ہریانوی

2۔ برج

3۔ قنوجی

4۔ بندیلی

5۔ کھڑی بولی

شورسینی اپ بھرنش کی جانشین مغربی ہندی سے پیدا ہوئی کھڑی بولی اردو اور ہندی دونوں ہی زبانوں کی ماں کہی جاسکتی ہے۔ قدیم اردو پر کھڑی بولی کے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں پھر وہ چاہے امیر خسروؔ کا تخلیق کردہ کلام ہو یا دیگر ادیبوں کا کلام ہو اس پر کھڑی بولی کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح ہندی ادب پر کھڑی بولی کے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کھڑی بولی کو سب سے پہلے مسلم ادیبوں نے ادب تخلیق کرنے کے قابل سمجھا اور اس میں ادب تخلیق کیا اور دھیرے دھیرے اظہار خیال کی یہ گری پڑی اور کچی زبان جو ریختہ کے نام سے منسوب تھی ملک کی اہم زبان بن کر ابھری اور مغلوں کے زمانے میں ہی اس نے اپنی شناخت بنالی تھی۔ پھر بعد میں انگریزی حکومت میں اسے 1832ء میں سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت اردو اتنی ترقی یافتہ زبان بن گئی تھی کہ اسے سرکاری زبان بنایا جاسکے۔ اس کے پیچھے ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اُس وقت تک اردو ملک گیر سطح پر عوام میں رائج ہوچکی تھی اور اپنی جگہ بنا چکی تھی۔ دکن اور مہاراشٹرا کے دور دراز کے علاقوں میں بھی ان کی اپنی علاقائی زبانوں کے ساتھ اردو پڑھی اور سمجھی جاتی تھی۔

اردو کے کھڑی بولی سے پیدا ہونے کا نظریہ جو اب تک کا سب سے قابل قبول نظریہ ہے حالاں کہ دیگر نظریات بھی بڑے دلائل کے ساتھ پیش کیے گئے لیکن ان کی تردید کے بعد کھڑی بولی کو ہی اردو کا اصل منبع مانا گیا۔ پروفیسر مسعود حسین خان کے مطابق کھڑی بولی کے علاوہ بھی دیگر زبانوں اور بولیوں کا اردو کی پیدائش میں تعاون رہا ہے۔ کھڑی بولی پر اس کے اطراف سے ہریانوی، میواتی اور برج بھاشا کے اثرات مرتب ہوتے گئے۔ اسی کھڑی بولی کے ابتدائی مراحل میں ہی عربی اور فارسی کے الفاظ کا نفوذ بھی ایک اہم واقعہ ہے اور جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اردو کو اس کا رسم الخط فارسی اور عربی سے ہی ملا ہے اور ایسا دہلی پر مسلم فاتح کے داخلے کے بعد ہی ممکن ہوا۔ بلاشبہ کھڑی بولی اپنے مخصوص علاقے میں ترقی پذیر ہوتی لیکن اردو کو نئی آوازیں، لب ولہجہ اور اس کا رسم الخط عربی فارسی سے ہی ملا ہے۔

15.2.1 اردو کے مخلوط زبان ہونے کا نظریہ:

اردو کے ملواں زبان ہونے کی بات واضح طور پر اور سب سے پہلے میر امن نے کہی۔ انہوں نے اپنی کتاب 'باغ و بہار' 1803ء میں اردو کے مخلوط یا ملواں زبان ہونے کی بات لکھی ہے۔ بلاشبہ میر امن کوئی ماہر لسانیات نہیں تھے اور نہ ہی اس وقت تک اردو میں ایسی شدھ بدھ پیدا ہوئی تھی کہ جدید پیمانوں پر اردو کی پیدائش کو جاننے کے لیے تحقیق کی جاتی۔ اردو تو اس وقت تک بھی عوام کی زبان تھی جس پر فارسی کا غلبہ تھا۔ تو ایسے میں میر امن سے کسی ماہر لسانیات کی طرح تحقیق کے بعد اپنی بات کہنے کی امید نہیں رکھنی جیسا کہ ہمارے بہت سے محققین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ بے شک وہ ماہر لسانیات نہیں تھے لیکن اپنے طور پر جو بھی لکھا وہ قابل توجہ ضرور ہے بلکہ اردو کے آغاز کے بیشتر نظریات کو پیش کرنے سے پہلے پرانے نظریات یا مقولوں پر بھی غور کرنا پڑتا ہے پھر چاہے ان میں ذرہ برابر بھی صداقت نہ ہو۔ میر امن کی تحریر سے بھلے ہی تحقیق کی کوئی راہ نہ کھلتی ہو لیکن یہ باور ضرور ہو جاتا کہ اردو کی ابتدا میں مسلم سلطانوں اور بعد میں مغل بادشاہوں کا گدی نشین ہونا اردو کے لیے نیک شگون ثابت ہوا کیوں کہ میر امن اپنی

تحریر میں لکھتے ہیں اکبر بادشاہ کے گدی نشین ہونے پر مختلف علاقوں اور ممالک سے بہت سے لوگ آ کر دربار می اور دلی میں جمع ہو گئے تھے۔ فوج میں شامل بیشتر سپاہی بھی ایرانی اور ترک نسل کے تھے۔ ان سب کے لیے ایک زبان اردو کی مقرر ہوئی۔ بلا شبہ زبان مقرر نہیں کی گئی تھی البتہ یہ سچ ہے کہ مختلف النسل کے لوگ دہلی میں جمع ہوئے تھے اور ان کی زبانیں بھی علیحدہ تھیں۔ اردو کا حسن بھی اسی بات پر قائم ہے کہ اس میں کئی زبانوں کے الفاظ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ میر امن نے اردو کی پیدائش کے متعلق جو رائے ظاہر کی تھی کہ جب اکبر بادشاہ گدی نشین ہوئے تو چاروں طرف کے ممالک سے بہت سے لوگ فیض اٹھانے کے لیے دہلی میں جمع ہوئے اور سب کی زبان جدی جدی (جدا جدا) تھی۔ وہ سب اکٹھے ہو کر آپس میں سودا سلف اور سوال و جواب کا معاملہ کرتے تھے تو ایک زبان اردو کی مقرر ہوئی۔ میر امن کا اقتباس ابتدا میں ہی دیا جا چکا ہے جس سے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ میر امن نے یہ بات سرسری طور پر اپنے علم کے مطابق 'باغ و بہار' میں لکھ دی تھی جس کا تحقیق سے تعلق نہیں ہے لیکن تحقیق کے لیے راستہ ضرور مل جاتا ہے۔

اسی قبیل میں امام بخش صہبائی نے فارسی اور ہندی زبان کے الفاظ کے خلا ملا کی بات کہی جسے حافظ محمود خاں شیرانی نے اپنی کتاب 'پنجاب میں اردو' میں نقل بھی کیا ہے۔ اردو کے متعلق صہبائی کا نظریہ کسی دلیل پر مبنی نہیں تھا۔ یہ بھی ایک مفروضے سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا لیکن ابتدا میں انہیں نظریات کی وجہ سے اردو کی پیدائش کا بھرم قائم تھا جو نئی تحقیق اور مطالعہ کی مدد سے ٹوٹا اور اردو کی ابتدا کے نئے نظریات سامنے آئے، جن میں سب سے زیادہ مقبولیت مسعود حسین خان کے نظریے کو ملی۔

مولوی عبدالحق نے ہندو اور مسلم دونوں قوموں کے آپسی میل جول، اتحاد اور تہذیب و تمدن کے لین دین کی وجہ سے اردو کے وجود میں آنے کی بات کہی۔ بہر کیف اردو کے خلا ملا، مخلوط، کھچڑی یا ملواں زبان ہونے پر اور کئی دانشوروں نے اپنی اپنی آرا پیش کی ہیں لیکن ان کو تحقیق سے علاقہ نہیں اس لیے انہیں کچھ ہی وقت کے بعد مسترد بھی کیا جانے لگا۔

15.2.2 اردو کے برج سے پیدا ہونے کا نظریہ :

اردو کے برج سے پیدا ہونے کا نظریہ بھی ایک وقت میں خاصا مشہور ہوا۔ اردو کے برج سے پیدا ہونے کی بات کئی دانشوروں نے کہی یا اپنی کتابوں میں لکھی لیکن یہ نظریہ محمد حسین آزاد کی کتاب 'آب حیات' 1880ء سے زیادہ مشہور ہوا۔ محمد حسین آزاد حتمی فیصلہ سناتے ہوئے اردو کے متعلق اپنی کتاب 'آب حیات' میں لکھتے ہیں کہ اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری اردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے اور برج بھاشا ہی خاص ہندوستانی زبان ہے۔ آزاد کی شہرت اس نظریے کی وجہ سے بھی ہوئی تھی اور ایک وقت تک یہ تصور کیا جاتا رہا کہ اردو زبان برج سے نکلی ہے۔ آزاد کی تحریر کو پڑھ کر صاف طور پر اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ بات محض لفظی جمع خرچ ہے اس میں کوئی تحقیق، منطق یا دلیل ہرگز پیش نہیں کی گئی ہے۔ اردو کے برج بھاشا سے پیدا ہونے کا نظریہ حالاں کہ آزاد کی وجہ سے بہت مشہور ہوا لیکن حقیقت یہ بھی ہے کہ اردو کے برج بھاشا سے پیدا ہونے کا نظریہ سب سے پہلے ہند آریائی لسانیات کے ماہر روڈولف ہیورنلے نے متعارف کرایا تھا۔ آزاد اور ہیورنلے کے کافی بعد میں سید شمس اللہ قادری نے اپنی کتاب ''اردوئے قدیم'' میں بھی اردو کے برج سے پیدا ہونے کی بات لکھی۔ برج بھاشا سے اردو کی ابتدا کے بارے میں جو مختلف دانشوروں کی آرا ملتی ہے ان میں ایک بات ضرور مشترک ہے وہ یہ کہ برج بھاشا میں عربی اور فارسی کے الفاظ شامل ہوتے گئے یا برج بھاشا کی مدد سے دو تہذیبیں یا قومیں قریب آئیں جس سے ایک نئی زبان پیدا ہوئی جسے اردو کہا گیا۔

اردو صرف برج بھاشا کی جانشین تو کبھی نہیں رہی کیوں کہ اس کا کینڈا کھڑی بولی سے مماثل ہے جو آگے چل کر ثابت بھی ہوا، ہاں یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ کھڑی بولی پر برج کے اثرات لمبے وقت تک پڑتے رہے اور اردو کی ابتدا میں برج کا بھی اہم رول رہا ہے۔ اردو کی ابتدا میں برج کا تعاون ایک بات ہے لیکن اردو کھڑی بولی کی سچی جانشین ہے یہ بات اردو اسما اور ضمائر سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے، قواعد اور جمع بنانے کے طریقوں سے بھی۔ اسی لیے کھڑی بولی سے نکلنے والی دونوں زبانیں یعنی ہندی اور اردو کے اسما، ضمائر اور جمع بنانے کے طریقوں میں یکسانیت ہے۔

15.2.3 پنجاب میں اردو:

پنجاب میں اردو کا نظریہ حافظ محمود خان نے اپنی کتاب 'پنجاب میں اردو' 1928 میں پیش کیا ہے جسے آج بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ کچھ دانشور اردو کی جائے پیدائش اب بھی پنجاب ہی کو مانتے ہیں۔ اردو کی ابتدا پنجاب میں ہوئی اس کے پیچھے جو تاریخی واقعات پیش کیے گئے ہیں ان کا تاریخ سے تو گہرا تعلق ہے لیکن اردو کی ابتدا سے نہیں۔ امیر سبکتگین کے بیٹے محمود غزنوی نے ہندوستان پر متواتر حملے کیے جس کے نتیجے میں اس کا لاہور پر تسلط قائم ہوگیا۔ لاہور کو اپنی حکومت میں شامل کر کے اور ایک ترکی حاکم کو وہاں کا نگہبان بنا کر وہ خود غزنہ چلا گیا اور جہاں 1030ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ حکومت کے بعد مسلمان پورے پنجاب میں پھیل گئے اور اہل پنجاب سے ان کے مراسم بھی پیدا ہو گئے۔ ہر محکوم قوم اور فاتح قوم میں زبان و بیان، تہذیب و تمدن، لباس اور کھان پان کا فرق ضرور ہوتا ہے لیکن یہ خلا بھی دھیرے دھیرے پر ہوتا گیا۔ اس تاریخی واقعے کے مطالعے کے بعد حافظ محمود خاں شیرانی اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلم فاتح جب محمود غزنوی کے ساتھ پنجاب میں داخل ہوئے تو عربی کے بجائے فارسی بولتے ہوئے داخل ہوئے تھے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ محمود غزنوی کا تعلق ترکی نسل سے تھا لیکن ایران سے بھی اس کا گہرا تعلق تھا۔ فارسی اور پنجابی کے زبانوں کے میل جول، پھر دو قوموں کے اشتراک سے جو زبان وجود میں آئی وہ اردو تھی اور محمود شیرانی کے نزدیک اردو پنجاب سے ہی دہلی پہنچی اور اہل دہلی میں آگے چل کر مقبول ہوئی۔

حافظ محمود خاں شیرانی نے اپنی کتاب میں اس بات کا انکشاف تو دلائل کے ساتھ کیا کہ اہل پنجاب نے دہلی کے لیے ہجرت کی اور اس طرح اردو ان کے ساتھ دہلی پہنچی اور وہاں جا کر اس کی ترقی اور ترویج ہوئی۔ ساتھ ہی شیرانی صاحب نے اس کے تذکیر و تانیث، جمع واحد، افعال کی مماثلت کو بھی بہت مضبوط دلائل کے طور پر پیش کیا ہے۔

ان دلائل کی تردید مسعود حسین خان نے اپنی تحقیقی کتاب 'مقدمہ تاریخ زبان اردو، 1987 میں کھل کر کی ہے۔ پنجابی اور اردو میں جو مماثلت دلیل کے طور پر محمود شیرانی نے پیش کی ہیں اسی طرح کی مماثلت اردو سے دکنی اردو اور ہریانوی کی بھی ہے۔ ہریانوی اور پنجابی میں بھی جمع اور افعال بنانے کے طریقے یکساں ہیں۔ اس بنا پر یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اردو اور پنجابی میں یکسانیت ہے اور اردو پنجابی سے نکلی ہے۔ حالاں کہ اردو کے پنجابی سے نکلنے کی بات ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور محمود شیرانی نے بھی کی تھی بلکہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے تحقیق کر کے اپنی کتاب ہندوستانی لسانیات میں کی ہے۔

15.2.4 سندھ میں اردو:

اردو کے وادیِ سندھ میں پیدا ہونے کا نظریہ سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب 'نقوش سلیمانی' 1939 کے ذریعے دیا۔ عام طور پر اردو

زبان کی پیدائش کو لے کر کسی دعوے دار کے پاس ٹھوس دلائل نہیں ملتے ہیں بلکہ ان کا خیال قیاس پر مبنی ہوتا ہے، ایسا ہی سید سلیمان ندوی کے خیال سے بھی ظاہر ہوجاتا ہے۔موصوف کے نزدیک سندھ میں اردو کی ابتدا اس لیے ہوئی کیوں کہ پہلے پہل مسلمان عرب سے سندھ 711ء میں پہنچے تھے۔ اس زمانے میں سندھ کا راجا داہر تھا۔عربوں نے پہلے دیول کے قلعے کو فتح کیا اور پھر دھیرے دھیرے پورے سندھ کو اسلامی حکومت کا حصہ بنا لیا۔عرب سے ایک باصلاحیت جنگجو اور سپہ سالار محمد بن قاسم کی قیادت میں بری و بحری راستوں سے 711ء میں سندھ میں داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے سندھ پر نہ صرف فتوحات حاصل کیں بلکہ وہاں پر لمبا وقت گزارا اور تین سو سال سے زائد کا وقفہ وہیں پر گزارا۔اس طرح سندھی اور عربی قوم کے درمیان جو سماجی روابط پیدا ہوئے اس نے وہاں ایک نئی زبان کے ڈھانچے کو تیار کیا لیکن وہ نیا ڈھانچہ اردو کا تو ہرگز نہیں تھا۔اسی میل جول سے پیدا ہوئی زبان کو سید سلیمان ندوی صاحب اردو کہتے ہیں۔ چوں کہ مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے تھے اس لیے وہ لکھتے ہیں کہ مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ اردو کا ہیولا اسی وادیِ سندھ میں تیار ہوا ہوگا۔سندھ میں سب سے پہلے عربوں یعنی مسلمانوں کا داخل ہونا اردو کی ابتدا کی ضمانت نہیں ہوسکتی کیوں کہ سندھ کی مقامی زبان میں عربی اور فارسی کے الفاظ نفوذ کرتے رہے لیکن نئی بننے والی یا یوں کہیں کہ متاثر ہونے والی زبان اردو کی شکل میں ہرگز نہیں تھی۔اردو کا کینڈا یا ڈھانچہ کھڑی بولی پر مبنی ہے نہ کہ سندھی پر۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سندھ زبان سے یا وادیِ سندھ میں اردو کی داغ بیل نہیں پڑی۔

سید سلیمان ندوی نے کوئی بھی ایسی دلیل نہیں دی جس سے ان کی بات کی صداقت پر یقین کرلیا جاتا بلکہ خود بھی اپنی بات کو قیاس کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ مسلمان سب سے پہلے وادیِ سندھ میں وارد ہوئے اور وہاں کی تہذیب وتمدن اور زبان و بیان کو بھی بہت متاثر کیا حتی کہ عربی کے بہت سے الفاظ وہاں کی زبان میں شامل ہوتے گئے لیکن اردو کے بجائے سندھی کی بنیاد پڑی۔آج بھی سندھی زبان میں عربی کے بہت سے الفاظ دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا اور سندھی نے عربی رسم الخط بھی اختیار کرلیا اور اس طرح سے سندھی زبان وجود میں آئی۔سید سلیمان ندوی کی قیاس آرائی اور لسانیاتی قوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے سندھ میں کوئی نئی زبان کی بنیاد نہیں ڈالی البتہ اپنی زبان اور تہذیب وتمدن سے اہل سندھ کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ ان کی زبان میں بھی عربی الفاظ بہت گہرائی تک سرائیت کر گئے۔اس طرح قدیم سندھ میں بولی جانے والی زبان کا روپ بدل گیا۔سید سلیمان ندوی کا خیال صرف قیاس آرائی پر مبنی ہے اس میں کوئی بھی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ اردو سندھ میں پیدا ہوئی۔اس لیے یہ بات بڑے ہی وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ عربی فارسی نے سندھی زبان کو بہت حد تک متاثر ضرور کیا تھا لیکن کسی بھی دور میں سندھی میں کھڑی بولی سے مماثل نہیں پائی گئی۔سید سلیمان ندوی کے نظریے کو زیادہ اہمیت اسی لیے حاصل نہ ہوسکی کیوں کہ موصوف کا نظریہ نہیں تھا بلکہ محض قیاس آرائی تھی جس کا تحقیق سے دور دور تک کوئی واسطہ نظر نہیں آتا اس لیے اس نظریے کی بھی تردید ہوئی اور قابل قبول نہیں رہا البتہ اس نظریے کے پیچھے جو تاریخ بیان کی جاتی ہے اس میں صداقت ہے۔

15.2.5 دکن میں اردو:

اردو کے دکن میں پیدا ہونے کا نظریہ نصیر الدین ہاشمی نے اپنی کتاب 'دکن میں اردو' 1923ء میں پیش کیا۔اس نظریے کی بنیاد بھی فاتح اور مفتوح قوموں کا آپس میں اختلاط ہی بتایا گیا ہے جس میں کچھ خاص دلائل نہیں دیے گئے ہیں۔اس کا تاریخی پس منظر یوں ہے کہ علاءالدین خلجی نے

دکن کے علاقے دیوگری میں اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ حملہ کیا اور وہاں کے راجا کو شکست دے دی۔ راجا نے اس سے صلح کر لی۔ علاء الدین خلجی نے وہاں سے آنے کے بعد اپنے چچا سلطان جلال الدین خلجی کا قتل کیا اور خود گدی پر بیٹھ گیا۔ جب وہ سلطان بنا اور دہلی کی گدی پر بیٹھا تو اس نے اپنے سپہ سالار ملک کافور کو دکن بھیجا اور کئی حملے کیے اور دیوگری کے علاوہ بھی دکن کے کئی علاقوں میں حکومت قائم کر لی۔ جب سلطان غیاث الدین تغلق تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے بیٹے محمد جونا عرف الغ خاں کے ساتھ شاہی فوجوں کو دکن کے لیے روانہ کیا اور متواتر کئی حملے کیے اور محض تین سال کی مدت میں پورے دکن پر تسلط قائم کر لیا۔ محمد جونا جب سلطان بنا تو اس نے اپنی حکومت کی حفاظت، باہری حملوں کو روکنے اور دشمنوں کو زیر کرنے کے مقصد سے دارالخلافہ کو 1327 میں دہلی سے دولت آباد یعنی دیوگری میں منتقل کیا۔ اہل دہلی کو بھی دولت آباد کو آباد کرنے کا حکم صادر ہوا تھا شاہی حکم کے خلاف رعایا تو جا نہیں سکتی تھی اس لیے سب نے شاہی حکم کو مانا اور دہلی کی بیشتر آبادی دولت آباد روانہ ہو گئی اور وہیں جا کر بس گئی۔ دہلی سے اہل علم و ہنر کے علاوہ، صنعت کار اور بزرگان دین اور عالموں کی بھی ایک کثیر تعداد دکن میں پہنچی تھی۔ وہ جو زبان اپنے ساتھ لے گئے تھے اسی میں وہاں گفتگو کرتے تھے اور وہاں کی عوام نے بھی بول چال کے لیے اہل دہلی کی ہی زبان کو اختیار کیا۔ اردو جو ابھی کچی حالت میں تھی اب دولت آباد میں اس کی پرورش ہونے لگی۔ وہاں کی عوام اور خود دہلی سے گئے ہوئے اہل علم و ہنر نے اسی کچی زبان میں ہی اپنے کاروبار شرع کیے۔ صوفیائے کرام نے بھی اپنے اقوال اور ملفوظات اسی کھڑی بولی پر مبنی دہلوی اردو میں ہی رقم کیے یا ان کے مریدین نے لکھے جس سے اردو کے ابتدائی نقوش ادبی کتب اور دستاویز کی شکل میں آج بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

زبان کے فروغ کے ضمن میں ایک بات اور مشہور ہے بلکہ حقیقت سے قریب ہے کہ علما، بزرگان دین اور صوفیائے کرام کی ہزاروں پالکیاں سرزمین دکن پر پہنچی تھیں۔ صوفیائے کرام نے علم دین کا درس گھوم گھوم کر دیا اور خانقاہیں قائم کیں جن میں اسلام کی تبلیغ، خدا کی وحدانیت اور روحانیت کا درس دیا جاتا تھا۔ اس ذیل میں بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اپنی بڑی ہی اہم کتاب 'اردو زبان کے ارتقا میں صوفیائے کرام کا حصہ' میں بہت سے بزرگان دین اور صوفیائے کرام اور ان کے ذریعے دیے گئے درس کو نمونے کے طور پر پیش کیا ہے۔ جس میں بہت سے بزرگوں کا نمونہ کلام پڑھنے کو مل جاتا ہے۔ واضح ہو جاتا ہے کہ اس وقت اسلام کی تبلیغ کو ابتدائی اردو یا ریختہ میں فروغ دیا گیا اور ایک سطح پر اردو کو ان تبلیغوں سے بھی فائدہ پہنچا اور اردو کے ارتقا میں صوفیائے کرام نے اپنا کردار ادا کیا۔ دوسری طرف اہل علم اور صنعت کاروں نے بھی وہاں کے پرانے باشندوں کو زبان ہی نہیں بلکہ تہذیبی سطح پر بھی متاثر کیا۔ دکن کے باشندوں نے بھی دہلی سے آئی ہوئی اس نئی زبان کو سیکھنے میں دلچسپی دکھائی اس کی وجہ یہ تھی کہ زبان سیکھ کر ملازمت یا دیگر کاروباری امور میں فائدہ حاصل کیا جا سکتا تھا۔ یہ کارگزاریاں اردو کے ارتقا کے لیے بے حد مفید ثابت ہوئیں۔

یہ سلطان کی اپنی سوجھ بوجھ تھی یا اس کے مشیروں اور خیر خواہوں کی لیکن کچھ ہی عرصے بعد اسے احساس ہو گیا کہ پایۂ تخت کو منتقل کرنا اس کی بہت بڑی غلطی تھی اور نتیجے کے طور پر اس نے دہلی کو دوبارہ سے پایۂ تخت بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس بار شاہی فرمان میں یہ چھوٹ تھی کہ جو خاندان دہلی جانا چاہے وہ دہلی جائے اور جو نہ چاہے وہ وہیں رہ سکتا تھا۔ اس طرح بہت سے دہلوی خاندان وہیں رک گئے اور زبان دہلی کی ترقی ہوتی رہی۔ 1347ء میں جب گلبرگہ میں خود مختار بہمنی سلطنت کا قیام عمل میں آیا تو یہ واقعہ اردو کے لیے بہت اہم ثابت ہوا۔ نئی بنی حکومت میں امور شاہی اور دیگر کام بھی اردو میں کیے جاتے تھے۔ جب بہمنی سلطنت ٹوٹ کر پانچ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہو گئی تو اردو کی ترقی اور بھی بڑے پیمانے پر ہوئی۔ جس میں

عادل شاہی سلطنت، بیجاپور اور قطب شاہی سلطنت، گول کنڈہ کے سلاطین نے اردو کی ترقی کے لیے باقاعدہ شاعر اور نثر نگاروں کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ علاوہ ازیں ان دونوں سلطنتوں کے کئی سلاطین خود بھی شاعر اور نثر نگار تھے۔ ان دونوں سلطنتوں میں دکنی اردو کی بہت اہم کتابیں لکھی گئیں جو آج بھی ادبی، تاریخی اور مذہبی لحاظ سے بہت معیاری سمجھی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر آمنہ خاتون نے 'دکنی کی ابتدا' 1970ء کے نام سے ایک کتابچہ لکھا تھا جس میں انہوں نے دکنی کو ایک الگ ہی زبان ثابت کرنے کی سعی کی تھی لیکن وہ اپنے خیال کی ترویج میں کوئی مستند حوالے نہیں دے سکیں۔ ان کا عندیہ یہ تھا کہ مرہٹی زبان میں عربی فارسی کے الفاظ کی آمیزش سے دکنی کی ابتدا ہوئی۔ یہ سلسلہ اردو کے دکن پہنچنے سے بھی 500 سال پہلے سے شروع ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر آمنہ خاتون کا یہ نظریہ اس لیے بھی قابل قبول نہیں ہوسکتا کیوں کہ دکنی کو انہوں نے ایک الگ ہی زبان تصور کیا جو کہ ان کے نزدیک دہلوی اردو کے دکن پہنچنے سے وجود میں نہیں آئی۔ علاوہ ازیں انہوں نے اردو کی ابتدا کے سارے نظریات کو رد کرتے ہوئے صرف دکنی کے دکن میں پیدا ہونے پر زور دیا۔ دکنی اور دہلوی زبانوں میں لہجے کا فرق تو تھا ہی اور الفاظ بھی کچھ جدا تھے لیکن ڈھانچہ دونوں کا اسی کھڑی بولی سے مماثلت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ ہریانوی سے بھی یہ مماثلت دیکھی جاسکتی ہے تو ایسے میں یہ کہنا کہ دکنی اپنے آپ میں الگ زبان ہے توجہ کا حامل نہیں ہوسکتا کیوں کہ کسی بھی زبان کی شناخت اس زبان سے ملتی جلتی زبان کے اسما، ضمائر، افعال اور مصوتوں کی یکسانیت پر بھی مبنی ہوتی ہے۔ اس پیمانے پر دکنی اردو کا سلسلہ کسی دراوڑی زبان سے نہیں بلکہ دہلوی اردو یا یوں کہیں کہ کھڑی بولی سے جاملتا ہے۔

بلاشبہ اردو اپنی ابتدائی حالت میں یا یوں کہیں کہ خام حالت میں دکن گئی تھی اور وہاں سے مختلف سطحوں پر ترقی یافتہ ہوکر کے واپس دہلی اور ہندوستان کے دوسرے خطوں میں پہنچی لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو جاتا کہ اردو کی ابتدا دکن میں ہوئی کیوں کہ اردو کی ابتدائی صورت دکن جانے سے پہلے ہی وجود میں آچکی تھی اور امیر خسروؒ جیسے عظیم شاعر نے اسی ابتدائی اردو میں جس میں برج بھاشا کی شمولیت بھی تھی، شاعری اور دیگر کتابیں لکھی تھیں۔ ولی دکنی کا سفر دہلی (1700) ء ایسا واقعہ ہے جس نے اردو ادب کا رخ ہی موڑ دیا۔ ایسا نہیں ہے کہ ولی کے شمالی ہند میں آنے سے پہلے شمال میں اردو ادب تخلیق نہیں کیا جارہا تھا، ادب تخلیق کیا جارہا تھا لیکن اس پر فارسی کا غلبہ تھا۔ اعلا طبقہ فارسی کے علاوہ اردو استعمال کرنے میں کسرِ شان سمجھتا تھا اور امور شاہی بھی فارسی میں ہی انجام پذیر ہورہے تھے ایسے میں اردو زبان کو محل کی زبان کیسے تسلیم کیا جاتا۔ ولی دکنی کو محمد حسین آزاد نے اردو کا چاسر (Chaucer) کہا ہے اس سے ان کی اردو ادب میں اہمیت اور درجے کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ محمد حسین آزاد سے بھی پہلے میر اور غالب کے اشعار سے بھی ولی دکنی کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، یہاں اشعار سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ وہ اردو شاعری کے بابا آدم تھے اور انہوں نے ہی پہلے پہل اہل دہلی کے سامنے اپنا عندیہ پیش کیا کہ جس زبان کو آپ گراپڑا سمجھتے ہو اس میں بھی اچھی شاعری ہوسکتی ہے، اس میں ابھی اعلا خیالات کو شاعری کے قالب میں ڈھالا جاسکتا ہے۔ یہ تاریخی سفر اردو ادب کے لیے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا اور ایک نئی تحریک کی بنیاد پڑ گئی اور لوگ ریختہ یعنی اردو میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے اور اردو ادب کے ارتقا پذیر ہونے سے ایسا ماحول تیار ہوا جس نے آنے والے وقت میں صاف اور شستہ اردو کے ادیب پیدا کیے۔ ان ادیبوں نے اردو ادب کو وہ شاہکار عطا کیے کہ جن کا ذکر تادیر قائم رہے گا۔ میر تقی میر کی شاعری، میر امن کی باغ بہار اور مرزا غالب کے خطوط ایسی کتابیں ہیں جن کی سادگی، سلاست اور تخلیقیت پر آج بھی مداح اپنا سر جھکاتے ہیں، مختصر یہ کہ یہ درجہ ولی

دکنی کی وجہ سے اردو کو حاصل ہوا البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اردو دہلی میں پہلے ہی تھی بس اس کے شاعری کے لیے استعمال پر ولی دکنی نے ترغیب دلائی۔ دوسری طرف یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ دکن کے علاوہ شمالی ہند میں بھی اردو کی ترقی رکی نہیں تھی البتہ مغلوں کے زمانے میں بھی عوام کی زبان اردو ہی رہی جس کی بنیاد کھڑی بولی پر تھی ہاں سرکاری کام اور اعلا طبقہ فارسی بولتا تھا۔ سمجھا جا سکتا ہے کہ دکنی میں بھی اردو دہلی سے گئی تھی جو بعد میں مزید نکھرتی گئی اور دکن کا لب ولہجہ اختیار کر کے دکنی کہلانے لگی اور وہی زبان جب گجرات پہنچی تو گجری کے نام سے بھی موسوم ہوئی۔ زبانوں کے علاقائی ناموں سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے علاقائی نام اس علاقے کی تہذیب وتمدن اور الفاظ کو اپنے اندر سمو لینے کی وجہ سے پڑ جاتے ہیں اور ان کا اپنی اصل شاخ سے بھی سلسلہ باقی رہتا ہے۔

15.2.6 کھڑی بولی اور نواح دہلی کی بولیوں سے اردو کے پیدا ہونے کا نظریہ:

اردو کی ابتدا کی متعلق اردو اور انگریزی میں کئی کتابیں اور مضامین لکھے گئے ہیں لیکن بہت کم ہی تحریروں میں دلائل اور استدلال سے کام لیا گیا ہے۔ بیشتر نظریات صرف قیاس آرائی پر مبنی ہیں۔ سندھ میں اردو، دکن میں اردو، پنجاب میں اردو، دہلی اور نواح دہلی میں اردو، اردو اور کھڑی بولی کا رشتہ، اردو اور دراوڑی زبانوں کا رشتہ، اردو برج بھاشا سے نکلی ہے، اردو ایک مخلوط زبان ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ موضوعات ہیں جن میں اردو کی پیدائش کو لے کر کے کچھ نہ کچھ نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ ہاں کسی نے اپنا نظریہ مدلل اور تحقیق کی روشنی میں پیش کیا تو کسی نے صرف قیاس آرائی سے کام لیا۔ کچھ نظریات میں تحقیق کے باوجود بھی کوئی خاص نتیجہ نکلتا ہوا نظر نہیں آتا البتہ ان کے تحقیقی اسلوب کو پسند کیا گیا۔ اردو کی ابتدا سے متعلق بیشتر نظریات میں کچھ نہ کچھ کمی بیشی ضرور مل جاتی ہے اور اخیر میں پروفیسر مسعود حسین خان کے نظریہ کو قبول کرنا ہوتا ہے۔ پروفیسر مسعود حسین خان نے اردو کی ابتدا دہلی اور نواح دہلی کی بولیوں سے بتائی جس میں اردو کی اساس کھڑی بولی کو بتایا ہے جس سے اس کا ڈھانچہ تیار ہوا ہے۔ دیگر بولیوں کے اثرات بھی کھڑی بولی پر پڑتے رہے ہیں اور نتیجتاً اردو وجود میں آئی۔ اسی موضوع کو سمجھنے کے لیے پرفیسر مسعود حسین خان کے نظریے پر تفصیل سے غور کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ پروفیسر مسعود حیسن خان جو ایک مشہور ماہر لسانیات ہیں۔ ان کے تحقیقی مقالہ 'مقدمہ تاریخ زبان اردو' پر ان کو 1945ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی لیکن اس کے علاوہ انہوں نے لسانیات میں ایک اور تحقیقی مقالہ لکھا جس کا عنوان ہے: A Phonetic and Phonological Study of the Word in Urdu۔ ان کا پہلا مقالہ 'مقدمہ تاریخ زبان اردو' 1948 میں پہلی مرتبہ دہلی سے شائع ہوا تھا۔ مسعود حسین خان نے اپنی کتاب کے پہلے ایڈیشن میں دہلی کی بولیوں کے ساتھ ہی ہریانوی کو اہمیت دی تھی کہ وہ بھی دہلی سے لگے ہوئے علاقے کی ایک بولی تھی اور اب بھی ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں احساس ہوا کہ ہریانوی کا اثر بلا شبہ کھڑی بولی پر پڑا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اردو سے ہریانوی کے اثرات زائل ہوتے گئے۔ مسعود حسین خان فتح دہلی 1193ء کو بھی اہم مانتے ہیں کیوں کہ اس کے بعد سے دہلی پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہوا اور اردو کھڑی بولی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس کام میں صدیوں کا عرصہ لگا ہے اور کھڑی بولی سب سے اہم ہوتے ہوئے بھی اکیلی ذمے دار زبان نہیں ہے بلکہ ہریانوی، برج اور میواتی کے بھی اثرات اردو پر پڑتے رہے ہیں۔ زبان کی اپنی ایک ساخت ہوتی ہے، اپنا کینوس اور اپنی سمت ہوتی ہے۔ اسے جکڑ بند کرنے پر وہ ارتقا پذیر نہیں ہو سکتی ہے۔ اردو کے ساتھ اس طرح کا کوئی سلوک نہیں ہوا۔ عوام میں وہ رائج رہی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دہلی کے شاہی دربار کی زبان بھی اردو ہی بنی۔ انگریزوں

نے بھی اسے فروغ اس لیے دیا کہ یہ عوام کی زبان تھی۔اس سب سے پیشتر دکن کے سلاطین اسے اپنے محلوں میں وہ حیثیت دے ہی چکے تھے جو مغلیہ عہد کے کسی بادشاہ کے وقت میں نہیں ہوسکی کیوں کہ جب تک اردو ترقی یافتہ اور اس قابل ہوئی تھی کہ اس میں نظام بادشاہی کو چلایا جا سکے تب تک مغلیہ تخت شاہی ہی متزلزل ہو چکا تھا اور بادشاہ برائے نام تھا۔محل کے باہر دہلی کا سارا نظام انگریزوں کے ہاتھ میں تھا۔یہی صورت حال کا پورے ملک میں تھی کہ چھوٹے چھوٹے راجا اور نوابین اپنے تخت پر بیٹھے تو تھے لیکن اصل میں حاکم انگریز ہی تھے۔اس صورت حال پورے ملک پر سیاسی اثر جو ہوا وہ سب نے دیکھا لیکن زبان کے معاملے میں یہ بات بڑے ہی وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اردو زبان وادب کو اس سے بہت فائدہ ملا کیوں کہ انگریز پورے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جس کے پیچھے ان کی تجارت اور حکومت کو وسعت دینے کی منشا تھی۔بادشاہوں، نوابوں اور راجاؤں کو زیر کرنے کے بعد انگریزوں نے ایک ایسی زبان کو سرکاری زبان بنانا بہتر سمجھا کہ جسے ہر عام وخاص بولتا اور سمجھتا ہو۔اسی کے نتیجے میں کلکتہ کا فورٹ ولیم کالج اور دہلی میں ورناکلر سوسائٹی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ان دونوں ادارے اردو زبان کی ترقی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان اداروں کے علاوہ بھی کئی چھوٹے موٹے ادارے اور لائبریریوں نے بھی اردو کی خدمت میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔

مسعود حسین خان کے نزدیک دہلی اور نواح دہلی کی بولیاں اردو کی ابتدا میں معاون ہیں اور اس بات کا خیال انہیں امیر خسروؒ کی مثنوی 'نہ سپہر' سے آیا۔وہ امیر خسرو کی تحریر سے متاثر ہو کر ان کے ایک فقرے 'دہلی و پیرامنش' یعنی دہلی اور نواح دہلی کی بولیاں سے معنی اخذ کرتے ہیں۔اسی فقرے سے انہیں تحقیق کی ترغیب ملتی ہے اور وہ دہلی اور اس کے اطراف کی بولیوں کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں۔امیر خسروؒ بھی زبان و بیان کے معاملے میں محقق کی حیثیت نہ بھی رکھتے ہوں لیکن پھر بھی اپنے علم کے مطابق انہوں نے جن بارہ ہندوستانی زبانوں کی فہرست 'مثنوی نہ سپہر' میں دی تھی وہ قابل غور تو ہے ہی۔مسعود حسین خان نے نواح دہلی کی بولیوں کی خصوصیات دکنی میں ڈھونڈنے کی کوشش کی نہ کہ پنجابی میں۔پھر اپنے نظریے میں یہ بات شامل کی کہ مغربی یوپی اور جمنا پار کا علاقہ دہلوی اردو کا منبع ہے یعنی دہلی اور نواح دہلی کو اردو کی جائے پیدائش بتایا۔

کھڑی بولی کی خصوصیت ہے کہ اس کے اسما، ضمائر، صفات اور افعال بالعموم طویل مصوتے یعنی 'الف' پر ختم ہوتے ہیں۔مثلاً:

میرا چھوٹا بیٹا کانپور گیا　　　　میرا (ضمیر)، چھوٹا (صفت)، بیٹا (اسم)، گیا (فعل)

مندرجہ بالا کھڑی بولی کا جملہ اردو میں جیوں کا تیوں ہی لکھا جائے گا۔شمال مشرق دہلی اور مغربی یوپی یعنی بالائی دوآبے میں بسنے والے شہر سہارنپور، بجنور، میرٹھ، مظفرنگر، مرادآباد، رام پور اور یہاں تک کہ بریلی تک کے علاقے کو مغربی یوپی میں شامل کیا جاتا ہے اور یہی علاقہ کھڑی بولی کا بھی ہے حالاں کہ بریلی پر برج اور قنوجی کا بہت خفیف سا اثر دیکھا جا سکتا ہے لیکن مجموعی طور پر بریلی میں کھڑی بولی کا ہی اثر ہے۔بریلی پر برج بھاشا کے اثرات کو اس لیے بھی تصور کیا جاتا ہے کیوں کہ بریلی کے جنوب مغرب سے شورسین یعنی برج کا علاقہ بہت دور نہیں ہے۔برج کا علاقہ دہلی کے جنوب مشرق میں ہے جہاں آگرہ اور متھرا جیسے شہر آباد ہیں جو برج کے خاص گڑھ ہیں لیکن حقیقتاً کھڑی بولی اور بالخصوص اردو کا اثر وہاں تک بھی ہے۔اس کی وجہ رابطے کے نئے نئے آلات کا ایجاد ہونا اور سفر کی سہولیات میں اضافہ ہونا بھی ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ بآسانی آنا جانا ہوتا ہے۔کوئی بھی برج بولنے والا اپنے شہر میں آئے ہوئے کسی شمالی یوپی والے انسان سے ٹھیٹ برج میں بات نہیں کرے گا بلکہ وہ اردو، ہندی اور کھڑی بولی کی مدد سے ہی گفتگو کرے گا ہاں یہ ماننا پڑتا ہے کہ لہجے میں فرق ضرور ملے گا۔

برج کے اسما، ضمائر، افعال اور صفات الگ مصوتے 'اوٗ' پر ختم ہوتے ہیں مثلاً:

میرو چھوٹو بیٹو کانپور گیو   میرو (ضمیر)، چھوٹو (صفت)، بیٹو (اسم)، گیو (فعل)

کھڑی بولی یعنی اردو اور برج بھاشا کے کینڈا میں کوئی بھی مماثلت نہیں پائی جاتی ہے ان کی تفریق سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اردو کی جائے پیدائش کھڑی بولی کے علاقے میں ہی ہوئی۔ ہاں یہ ماننا پڑتا ہے کہ برج اور ہریانوی کے اثرات بھی اردو پر پڑتے رہے ہیں اور جب اردو میں اصلاح زبان کی تحریک چلائی گئی تو شاہ حاتم اور ان کے پیروکار نے اردو سے ہریانوی، برج اور دیگر بولیوں کے اثرات کو ختم کر کے اردو کی اصلاح میں اہم کام کیا۔ اردو نے کسی بھی زمانے میں 'اوٗ' مصوتے پر ختم ہونے والے اسما، ضمائر، صفات اور افعال کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کا ڈھانچہ کھڑی بولی پر ہی استوار ہوا۔ کھڑی بولی اور اردو کے جمع واحد، اسما، ضمائر، صفات اور افعال تو یکساں تھے اسی لیے وقت گزرنے کے ساتھ ہی کھڑی بولی کا نام اردو پڑ گیا۔ یہ وہی اردو ہے جسے قدیم زمانے میں ریختہ یعنی گرا پڑا تصور کیا گیا تھا۔ امیر خسروؒ نے ہی سب سے پہلے زبان دہلی کو ہندوستانی زبان کہا تھا اور اسی کو ہندی اور ہندوی جیسے نام دیے۔

اردو کے پیدا ہونے میں جو عوامل کارفرما ہیں اور جو وقت اردو کی داغ بیل پڑنے کا ہے اس میں بھی دانشوروں کے درمیان بہت اختلاف ہے، یعنی اگر اردو کی داغ بیل کا زمانہ تلاش کرنے کی سعی کی جائے تو وہی قیاس آرائیاں ہی ہاتھ لگتی ہیں کوئی کہتا ہے کہ مسلمان سب سے پہلے وادیِ سندھ میں وارد ہوئے اسی زمانے میں اردو کی ابتدا ہوئی، کوئی کہتا ہے کہ مسلم فاتح جب مالابار میں وارد ہوئے اس زمانے اردو کی داغ بیل پڑی اور کوئی محمود غزنوی کی پنجاب میں تسلط قائم کرنے کے زمانے کو اردو کی بنیاد پڑنے کا زمانہ تصور کرتا ہے۔ ان سب میں ایک بات مشترک ہے کہ فلاں جگہ کی مقامی بولی/ زبان میں عربی فارسی اور کچھ حد تک ترکی کے الفاظ کی شمولیت ہوتی گئی اور ایک نئی زبان وجود میں آئی جسے آگے چل کر کے اردو کہا گیا اور فلاں جگہ سے ہی ہجرت کر کے وہ زبان دہلی پہنچی۔ ایسے موقعے پر وہ حضرات صرف عربی اور فارسی کے الفاظ کو اہمیت دیتے ہیں جو کہ اردو میں خاصی تعداد میں شامل بھی ہیں لیکن یہاں پر غور کرنے کی بات یہ بھی ہے کہ عربی فارسی زبان کے الفاظ سے ہی اردو نہیں بنی ہے بلکہ اس کا کینڈا یعنی ڈھانچہ، اس کی قواعد اور اسما، ضمائر، صفات اور افعال کھڑی بولی جیسے ہیں یا کھڑی بولی سے بہت حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔ پروفیسر مسعود حسین خان کے نظریے کے مطابق اردو کی ابتدا کا زمانہ مسلمانوں کی فتح دہلی (1193) کا زمانہ ہے کیوں کہ اسی واقعے کے بعد سے کھڑی بولی میں عربی اور فارسی کے اثرات مرتسم ہونا شروع ہوتے ہیں۔ مسعود حسین خان اردو 1200ء سے 1400ء تک اس کا دور اول شمار کرتے ہیں۔ اس دور کا تجزیہ کرنے پر مسعود حسین خان کے مطابق کئی نتائج سامنے آتے ہیں مثلاً:

1۔ امیر خسرو جو شاعر ہندوی یا طوطیِ ہند کہے جاتے ہیں ان کی شاعری میں اردو کی ابتدائی غزلیں اور دیگر کلام دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کا تعلق اردو کے اولین دور سے تھا۔

2۔ بیشتر صوفیائے کرام کے اقوال اور کلام اور نصائح پر مبنی کتابیں بھی انہیں دو سو سالوں میں لکھی گئی ہیں۔

3۔ کھڑی بولی میں عربی اور فارسی الفاظ کا شمول اسی دور سے شروع ہوتا ہے اور کھڑی بولی میں عربی اور فارسی کی وہ آوازیں یعنی حرف بھی داخل ہو جاتے ہیں جن سے کھڑی بولی ناآشنا تھی۔ اس طرح کھڑی بولی کی آوازوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ ہر مختلف آوازوں کو خود میں سمیٹنے اور

اس کا اظہار کرنے کے قابل بنی اور ایک دن عربی اور فارسی کی صف میں جا کھڑی ہوئی۔

4۔اردو کے ہندی اور ہندوی نام بھی اسی دور میں امیر خسروؒ کے ذریعے پڑتے ہیں جسے امیر خسرو نے اپنی مثنوی 'نہ سپہر' میں زبان دہلی بھی لکھا ہے۔

5۔اس وقت کی ہندی، ہندوی یا زبان دہلی ہی سلطنت کے ساتھ نقل مکانی کر کے دور دراز دکن کا سفر کرتی ہے اور جہاں وہ نہ صرف خود میں نئی آوازیں شامل کرتی ہے بلکہ لب ولہجہ بھی بدل لیتی ہے اور اس طرح زبان دہلی وسیع تر ہوتی جاتی ہے۔

6۔کھڑی بولی سے تشکیل پذیر زبان جب دکن پہنچتی ہے اور وہاں ارتقا کے مراحل سے گزرتے ہوئے فارسی رسم الخط پر سب کو اتفاق ہوتا ہے۔اس طرح اردو کی اصل صورت منظر عام پر آتی ہے۔

مندرجہ بالا نکات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ مسعود حسین خان نے اپنے نظریہ میں جن نکات کو پیش کیا ہے دوسرے کسی بھی نظریے میں ان نکات کو تلاش کرنے کی سعی نظر نہیں آتی ہے۔ان چھ نکات کی روشنی میں بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو کھڑی بولی سے نکلی ہے۔مسعود حسین خان کھڑی بولی کا تعلق کھڑی بولی اور اس کے توسط سے شورسینی اپ بھرنش سے جوڑتے ہیں کیوں کہ تحقیق میں وہ نمونے کے طور پر اپ بھرنش میں کہے گئے کلام میں کھڑی بولی کے نقوش واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔اپ بھرنش کے آخری دور کے نمونے بھی اس دور کی طویل رزمیہ نظموں میں مل جاتے ہیں جنھیں 'راسو' کہا جاتا ہے۔اس ذیل میں سب سے اہم اور مشہور چندر بردائی کی نظم 'پرتھوی راج راسو' ہے۔علاوہ ازیں بدھ سادھوؤں اور کچھ گورکھ پنتھ جوگیوں کے یہاں بھی شورسینی اپ بھرنش یا مغربی اپ بھرنش میں کہے ہوئے مستند کلام کے نمونے مل جاتے ہیں جو مدھیہ دیش میں رائج تھے۔کس طرح یہ شورسینی اپ بھرنش مختلف سطحوں پر ارتقا پذیر ہوتی ہے یہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کیوں کہ اسی تغیر پذیر اپ بھرنش سے دہلی اور نواح دہلی کی بولیوں کی تخم ریزی ہوتی ہے اور ان سے مخصوص خطوں میں زبانیں پھوٹتی ہیں یعنی کھڑی، ہریانوی اور میواتی کے لیے راہیں ہموار ہوتی ہیں۔تغیر و تبدل کا سلسلہ دراز ہوتا جاتا ہے اور کھڑی بولی اردو کا کینڈا بنتی ہے بلکہ اردو کے لیے زمین کا کام کھڑی بولی نے کیا جس پر کہ اردو کی بنیاد استوار ہوئی۔ دہلی اور نواحِ دہلی کی تمام بولیوں میں مسعود حسین خان کھڑی بولی کو ہی اولیت دیتے ہیں اور ان کا کھڑی بولی کو ترجیح دینا دلائل کی روشنی میں درست بھی معلوم ہوتا۔ہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ اپنی کتاب 'تاریخ زبان اردو' کے پہلے ایڈیشن میں وہ اردو کی پیدائش کی معاون بولیوں/ زبانوں میں کھڑی بولی کے بعد ہریانوی کو اولیت دیتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے اپنے نظریے کی توسیع کی اور ہریانوی کے ساتھ ساتھ برج بھاشا اور میواتی کی اہمیت کو بھی اردو کی ابتدا میں انہوں نے اہم بتایا۔

کہا جا سکتا ہے کہ مسعود حسین خان کے نظریے کے مطابق بارہویں صدی کے اختتام پر دہلی اور نواح دہلی میں کھڑی بولی تشکیل پذیر ہوئی جس نے شروع میں ہریانوی کے اثرات قبول کیے اور آگے چل کر جو اردو کے نام سے قابل قبول ہوئی اور اس کی مقبولیت میں آج بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔مسعود حسین خان کا یہ نظریہ اردو کی ابتدا میں سب سے زیادہ مقبول نظریہ ہے جسے اب تک رد نہیں کیا جا سکا ہے۔

15.3 اکتسابی نتائج

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ اردو کھڑی بولی سے نکلی ہے۔

☆ اردو کی جائے پیدائش کا علاقہ مغربی یوپی، دہلی اور نواح دہلی سے لے کر متھرا تک پھیلا ہوا ہے۔

☆ اردو اپنی ابتدائی حالت میں دکن پہنچی تھی اور وہاں اس کی ترقی بڑے پیمانے پر ہوئی اور اس میں ادب تخلیق کیا گیا۔

☆ ولی دکنی پہلے شاعر تھے جنھوں نے شمالی ہند کے شعرا کو یہ ترغیب دلائی کہ فارسی کے علاوہ ریختہ یعنی اردو میں بھی اعلا خیالات کی عکاسی کی جا سکتی ہے۔

☆ اردو کی ابتدائی شکل پنجاب میں نمودار نہیں ہوئی بلکہ پنجابی میں عربی فارسی کی شمولیت ہوئی لیکن کوئی نئی زبان سامنے نہیں آئی۔

☆ وادیِ سندھ میں مسلم فاتحین کی وجہ سے قدیم سندھی زبان متاثر ہوئی اور یہاں تک کہ اس کا رسم الخط بھی عربی ہو گیا۔

☆ سندھی اور کھڑی بولی کے کینڈا میں کوئی بھی مماثلت نہیں پائی جاتی ہے۔

☆ مسعود حسین خان کو اردو کے دہلی اور نواح دہلی میں پیدا ہونے کا خیال حضرت امیر خسرو کی مثنوی 'نہ سپہر' سے آیا اور اسی کی بنیاد پر مسعود حسین خان نے دہلی اور نواح دہلی کی بولیوں کا تقابل کیا۔

☆ ولی دکنی اردو کے چاسر ہیں جن کی وجہ سے ریختہ میں شاعری کا رجحان بڑھا اور اس طرح اردو کے فروغ کی ایک نئی داستان لکھی گئی۔

☆ اردو کا ڈھانچہ تو کھڑی بولی پر مبنی ہے اور اس کی مددگار زبانوں/ بولیوں میں ہریانوی، برج بھاشا اور میواتی کا بھی شمار ہوتا ہے کیوں کہ ان بولیوں ہی کی وجہ سے اردو وسیع ہوئی اور دیگر خوبیاں بھی پیدا ہوئیں۔

☆ اردو کے ہریانوی سے پیدا ہونے کا خیال تو کوئی معنی نہیں رکھتا البتہ ہریانوی کے اثرات کھڑی بولی پر لمبی مدت تک پڑتے رہے ہیں جن سے اردو کو ارتقا پذیر ہونے میں مدد ملی۔

☆ اردو برج بھاشا سے نکلی ہے یہ نظریہ منسوب تو محمد حسین آزاد سے ہے لیکن سب سے پہلے ہند آریائی لسانیات کے ماہر روڈولف ہیورنلے نے متعارف کرایا تھا۔

☆ پنجابی زبان میں عربی فارسی کے الفاظ نفوذ کر جانے سے اس میں رچ بس گئے اب وہ پنجابی الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔

☆ کسی بھی زبان کے پیدا ہونے کا نظریہ قیاس آرائی پر مبنی نہیں ہو سکتا بلکہ اس زبان کے کینڈا، اس کے اسما، ضمائر، افعال، صفات اور واحد جمع کا مطالعہ کر کے ہی اس کی ابتدا کی تحقیق کی جا سکتی ہے۔

☆ کسی بھی زبان کے بننے میں کئی زبانوں کا کردار ہوتا ہے۔

☆ امیر خسروؒ کی مثنوی 'نہ سپہر' سے مسعود حسین خان کو جو بارہ دہلوی زبانوں کی فہرست ملی وہی ان کی تحقیق کی بنیاد بنی۔

☆ راسو نظمیں شورسینی اپ بھرنش میں لکھی گئی تھیں جس کی سب سے عمدہ مثال چندر بردائی کی کتاب 'پرتھوی راج راسو' ہے۔

15.4 کلیدی الفاظ

الفاظ	:	معنی
بولی	:	کسی چھوٹے سے خطے میں بولی جانے وہ زبان جس میں ادب تخلیق نہ کیا جاتا ہو

ارتقا	:	ترقی
محقق	:	تحقیق کرنے والا
مخلوط	:	خلط ملط، گڈ مڈ
ملواں	:	ملا جلا، ملا ہوا
حتی کہ	:	یہاں تک کہ
سلاطین	:	سلطان کی جمع
شورسینی	:	متھرا اور اس کے آس پاس کے علاقے کی قدیم پراکرت اور پھر بعد میں اپ بھرنش
اپ بھرنش	:	پراکرتوں میں جب دیگر زبانوں کے الفاظ شامل ہونے لگے تو وہ خالص نہ رہیں اور اپ بھرنش کہلائیں
سلطنت	:	ریاست، جائے حکومت
نظریہ	:	مربوط خیال، کسی چیز کو یا کسی کی طرف دیکھنا، دیدار، نگاہ
قیاس آرائی	:	اندازہ یا تخمینہ لگانا، خیال کرنا، گمان کرنا
مفتوح	:	فتح ہونا، فاتح جسے فتح کرلیں وہ مفتوح کہلائے گا
تسلط	:	حکومت، قبضہ،
دلائل	:	دلیل کی جمع، دلیلیں
اتحاد	:	اکٹھا ہونا، جمع ہونا، ایک جٹ ہونا
رسم الخط	:	وہ خط جس میں زبان لکھی جائے جیسے اردو کو فارسی رسم الخط میں لکھا جاتا ہے اور ہندی کو دیوناگری میں
لسانیات	:	زبان کی تاریخ و تشکیل کا علم
امور بادشاہی	:	بادشاہی نظام، درباری کام کاج
متواتر	:	مسلسل، لگاتار
کینڈا	:	ڈھانچہ، Structure
مرتسم	:	نقش کیا گیا، نشان کیا گیا
قرین قیاس	:	جو بات عقل کے موافق ہو
نواحِ دہلی	:	دہلی کا قرب وجوار، دہلی کے آس پاس کا علاقہ
مصوتہ	:	حرف علت یعنی Vowel جو اردو میں صرف تین ہیں 'ا'، 'و'، اور 'ی'
تخم	:	بیج
اقوال	:	قول کی جمع

نصائح	:	نصیحت، اصلاحی باتیں
نفوذ	:	نافذ ہونا، داخل ہونا
نکات	:	نکتہ کی جمع، نکتے، قابل غور باتیں، Points
عوامل	:	عمل کی جمع
خام	:	کچا
مدلل	:	جس بات پر دلیل پیش کی جا چکی ہو
سلاست	:	روانی، سادگی، ہمواری، صفائی
شستہ	:	دھلا ہوا، پاکیزہ، صاف ستھرا، خالص، شفاف
داغ بیل	:	خط یا نشان جو سڑک یا کیاری وغیرہ کے لیے بیلچے یا پھاوڑے وغیرہ سے کھانچے ڈال کر بنایا جائے، بنیاد ڈالنا (مضمون کی مناسبت سے)
تشکیل	:	شکل بننا، ابتدا ہونا، ڈھانچہ تیار ہونا
وارد ہونا	:	اترنا، پیش آنا، نازل ہونا، صادر ہونا
منبع	:	زمین کے اندر سے پانی نکلنے کی جگہ، سوتہ یا چشمے کا منہ، سرچشمہ

15.5 نمونۂ امتحانی سوالات

15.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ باغ و بہار کس کی لکھی ہوئی کتاب ہے؟

2۔ اردو کے مخلوط زبان ہونے کی بات سب سے پہلے کس نے لکھی؟

3۔ ’دکن میں اردو‘ کس کی لکھی ہوئی کتاب ہے؟

4۔ ’ہماری اردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے‘ محمد حسین آزاد نے کہا تھا لیکن ان سے پہلے بھی یہ نظریہ کس ماہر لسانیات نے متعارف کرایا تھا؟

5۔ مسلمان سب سے پہلے ہندوستان کے کس خطے میں وارد ہوئے تھے؟

6۔ کھڑی بولی کا علاقہ کون سا ہے؟

7۔ آپ کے نزدیک اردو کا سب سے قابل قبول نظریہ کون سا ہے؟

8۔ پروفیسر مسعود حسین خان کی کتاب ’مقدمہ تاریخ زبان اردو‘ میں کس زبان کو اردو کی ابتدا کے لیے اہم بتایا گیا ہے؟

9۔ متھرا اور اس کے اطراف کے علاقے میں کون سی پراکرت پھلی پھولی؟

10۔ اردو کھڑی بولی سے نکلی ہے لیکن اردو کی ابتدا میں کھڑی کے علاوہ اور کون کون سی معاون زبانوں کا رول رہا ہے؟

15.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ اردو کے ابتدائی نقوش کب دیکھنے کو ملتے ہیں؟

2۔ ہند آریائی زبان کسے کہتے ہیں؟

3۔ کھڑی بولی سے اردو کا کیا رشتہ ہے؟

4۔ اردو کی مماثلت پنجابی، ہریانوی اور دکنی زبانوں سے ہوتی ہے، اس کے کیا معنی ہیں؟

5۔ سید سلیمان ندوی نے اردو کی ابتدا کس خطے میں بتائی؟ اور کیوں بتائی اس کی وجوہات بھی لکھیں۔

15.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ ہند آریائی زبانوں، پراکرتوں، اپ بھرنشوں اور بولیوں کی ترتیب وار تاریخ اردو کی ابتدا تک لکھیں۔

2۔ کھڑی بولی اور نواح دہلی کی بولیاں اردو کی ابتدا میں کس طرح معاون ہیں تفصیل سے لکھیں۔

3۔ اردو کی ابتدا کے متعلق مسعود حسین خان کے نظریے کو تفصیل سے لکھیں۔

15.6 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	مقدمہ تاریخ زبان اردو (آٹھواں اڈیشن)	مسعود حسین خان
2۔	اردو کی لسانی تشکیل	مرزا خلیل احمد بیگ
3۔	اردو زبان کے ارتقا میں صوفیائے کرام کا حصہ	مولوی عبدالحق
4۔	ہندوستانی لسانیات کا خاکہ	احتشام حسین
5۔	ہندوستانی لسانیات	ڈاکٹر محی الدین قادری زور
6۔	اردو لسانیات	نصیر احمد خان
7۔	جدید اردو لسانیات	امیر اللہ خان شاہین
8۔	عام لسانیات	گیان چند جین
9۔	توضیحی لسانیات	عتیق احمد صدیقی
10۔	ہند آریائی اور ہندی	سنیتی کمار چٹرجی (مترجم عتیق احمد صدیقی)

اکائی 16 : سماجی، تاریخی اور تہذیبی پس منظر میں اردو- ہندی کا لسانی رشتہ

اکائی کے اجزا

16.0 تمہید
16.1 مقاصد
16.2 سماجی، تاریخی اور تہذیبی پس منظر میں اردو- ہندی کا لسانی رشتہ
16.2.1 تاریخی پس منظر میں اردو- ہندی کا لسانی رشتہ
16.2.2 لسانی پس منظر میں اردو- ہندی کا لسانی رشتہ
16.2.3 سیاسی پس منظر میں اردو- ہندی کا لسانی رشتہ
16.2.4 تہذیبی پس منظر میں اردو- ہندی کا لسانی رشتہ
16.3 اکتسابی نتائج
16.4 کلیدی الفاظ
16.5 نمونہ امتحانی سوالات
16.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
16.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
16.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
16.6 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

16.0 تمہید

اردو- ہندی زبانیں اپنی اساس، بنیاد اور قواعدی ڈھانچہ کے اعتبار سے آپس میں بڑا قریبی رشتہ رکھتی ہیں کیونکہ یہ دونوں ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کا اصل ماخذ ہند آریائی کے ارتقا کی تیسری منزل پر شورسینی اپ بھرنش کی صورت میں ملتا ہے۔ 1000ء کے بعد شورسینی اپ بھرنش سے جن جدید بولیوں نے ارتقا پایا ان میں سے ایک کھڑی بولی بھی ہے اور اردو- ہندی کا رشتہ براہ راست کھڑی بولی کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

اردو اور ہندی کے لسانی اشتراک کی ایک وجہ دونوں زبانوں کے وہ مشترک نام ہیں جو ماضی میں رائج رہے ہیں۔ ہندی والوں کا کھڑی بولی کی جانشینی پر دعویٰ اس وقت مضبوط ہو جاتا ہے جب کھڑی بولی کے اولین شعرا اور نثر نگاروں نے خود اپنی زبان کو 'ہندی' کہا، غالب کے خطوط کے ایک

مجموعۂ خطوط کا نام اگر اردوے معلیٰ تھا تو دوسرے کا نام عود ہندی۔ سترہویں صدی عیسوی میں شمالی ہند کے مصنفین اپنی زبان کو'ہندی' اور'ہندوی' کہتے تھے گویا کھڑی بولی اس وقت بھی 'ہندی'، 'ہندوی' کہلاتی تھی جب ابھی اردو کا یہ نام متعارف نہیں ہوا تھا اور یہ نام متعارف ہونے کے کچھ عرصہ بعد تک بھی کھڑی بولی کو'ہندی'، 'ہندوی' کے نام سے ہی موسوم کیا جاتا رہا۔ اردو اور ہندی کا ایک مشترک نام 'ہندوستانی' بھی رائج رہا ہے۔

اردو-ہندی کے درمیان مشترک رشتہ کا سب سے نمایاں اظہار ان کے لسانیاتی ڈھانچے سے ہوتا ہے۔ اردو اور ہندی دونوں زبانوں کے مصوتوں کی بنیاد خالصتاً ہند آریائی لسانی روایت پر مبنی ہے اور ان دونوں زبانوں میں مصوتوں کی سطح پر مکمل اشتراک پایا جاتا ہے۔ جہاں تک مصمتوں کی بات ہے تو اردو مصمتوں میں سے [بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ] تمام کی تمام ہکاری آوازیں خالصتاً ہند آریائی ہیں اور ہندی میں بھی اسی طرح موجود ہیں۔ ہکاری آوازوں کے ساتھ معکوسی آوازیں [ٹ، ڈ، ڑ] بھی اردو اور ہندی دونوں میں مشترک ہیں۔ دیگر مصمتوں میں ب، پ، ت، ج، چ، د، ر، س، ش، ک، گ، ل، م، ن، و، ہ، ی بھی دونوں زبانوں میں مشترک ہیں البتہ ان آوازوں میں /ن/ کی ایک سے زیادہ آوازیں ہندی میں موجود ہیں جب کہ اردو میں اس کی صرف ایک آواز ہے۔ اردو کی بعض عربی آوازیں [ث، خ، ز، ژ، غ، ف، ق] ہندی میں موجود نہیں ہیں اور ان کی جگہ بالترتیب س، کھ، ج، گ، پھ، کھ کی آوازیں استعمال کی جاتی ہیں۔ اس طرح صوتی آوازوں کے اعتبار سے اردو-ہندی میں واضح لسانی اشتراک پایا جاتا ہے۔ صوتیات کے علاوہ دونوں زبانیں قواعدی اور لفظیاتی سطح پر بھی آپس میں مشترک ہیں۔

16.1 مقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ اردو اور ہندی جدید ہند آریائی زبانیں ہیں، جن کا رشتہ وسط ہند آریائی زبانوں سے ہوتے ہوئے قدیم ہند آریائی زبان 'سنسکرت' پر منتہی ہوتا ہے، اس سے واقف ہو سکیں۔
- ☆ مغربی ہندی کی بعض بولیوں مثلاً کھڑی بولی، پنجابی، برج بھاشا، ہریانوی، گجراتی اور مراٹھی وغیرہ سے اردو-ہندی متاثر تو ہوئیں لیکن سب سے زیادہ اثرات دونوں زبانوں نے کھڑی بولی سے قبول کیے۔ اس بات کو سمجھ سکیں۔
- ☆ اردو-ہندی کی اساس و بنیاد کھڑی بولی ہے۔ اس سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- ☆ اردو-ہندی کے لفظیاتی ڈھانچہ میں کافی حد تک مماثلت اور یکسانیت پائی جاتی ہے، اس پر گفتگو کر سکیں۔
- ☆ صوتیات، صرفیات اور نحویات کے اعتبار سے بھی اردو-ہندی میں اشتراک پایا جاتا ہے، اس پر تبصرہ کر سکیں۔

16.2 سماجی، تاریخی اور تہذیبی پس منظر میں اردو-ہندی کا لسانی رشتہ

'اردو-ہندی' ہند آریائی خاندان السنہ کی دو اہم زبانیں ہیں۔ جدید ہند آریائی کا عروج وارتقا اصولی طور پر اپ بھرنشوں کو پیش نگاہ رکھ کر کیا جانا چاہیے۔ چوں کہ آریاؤں کے ورود ہندوستان اور ان کے پورے ملک پر قابض ہونے کے نظریے کو بھی پیش نگاہ رکھنا ضروری سمجھا گیا اس لیے مستشرقین نے جدید زبانوں کی گروہ بندی کبھی افقی خط پر کی اور کبھی دائرے کی شکل پر۔ ماہرین لسانیات کے مطابق آریا دو گروہوں میں ہندوستان میں وارد ہوئے جب کہ جارج گریرسن نے ان گروہوں کی زبانوں کو ذخیرۂ الفاظ اور صوتیات کی روشنی میں اندرونی اور بیرونی زبانوں میں تقسیم کر کے دیکھا ہے۔ جدید ہند آریائی زبانوں کی گروہ بندی کرتے ہوئے لسانی اشتراکات اور اختلاف کو بھی مدنظر رکھا جائے تو بعض زبانیں اپنی منفرد

خصوصیات کی بنا پر ماہرینِ لسانیات کے بنائے ہوئے کسی بھی گروہ میں شامل نہیں ہوسکیں گی۔اس لیے اس گروہ بندی میں قدرے لچک سے کام لینا ہوگا۔ چنانچہ اپ بھرنشوں کو سامنے رکھتے ہوئے جدید زبانوں کی گروہ بندی اس طرح کی جاسکتی ہے:

(1) مدھیہ-شورسینی [مغربی ہندی، راجستھانی، گجراتی]

(2) مشرقی-ماگدھی [بہاری، اڑیا، بنگالی، آسامی]

(3) مدھیہ پوربی-اردھ ماگدھی [مشرقی ہندی]

(4) جنوبی-مہاراشٹری [مراٹھی]

(5) شمال مغربی-وراچڑ پشاچی [سندھی، لہندا، پنجابی]

ماہرلسانیات نے جدید ہند آریائی زبانوں میں سے مغربی ہندی کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ان کے خیال میں یہ وہ زبان ہے جس سے مدھیہ پردیش کی بولیوں (ہریانوی، برج، کھڑی بولی، قنوجی، بندیلی) نے جنم لیا اور یہ شورسینی اپ بھرنش کی سچی جانشین بنی۔ان کا خیال دو بنیادوں پر مبنی ہے۔اول یہ کہ یہ مدھیہ پردیش (جس کا مرکز دوآبہ گنگا و جمنا ہے) کی نمائندگی کرتی ہے، جسے ہندوستان کے مرکز کے علاوہ آریاؤں کی جنم بھومی بھی کہا جاتا ہے۔دوسرے یہ کہ ویدک عہد سے لے کر 1000ء تک مدھیہ پردیش کی سنسکرت، پراکرت (شورسینی) اور اپ بھرنش (سورسینی) کو سب سے زیادہ عروج حاصل ہوا اور گیارہویں صدی عیسوی کے بعد مدھیہ پردیش کی جغرافیائی حدود میں ہریانوی، برج، کھڑی بولی، قنوجی، بندیلی، گجراتی، راجستھانی اور پنجابی بول چال کی زبانوں کے طور پر رائج ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں۔لیکن حتمی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں سے کون سی بولی سب سے پہلے نکھر کر سامنے آئی۔

16.2.1 تاریخی پس منظر میں اردو-ہندی کا لسانی رشتہ

اردو-ہندی زبانوں کا تاریخی ارتقا اپنے وسیع معنوں میں ہند آریائی زبانوں کی تاریخ ہے، جسے قدیم ہند آریائی، وسطی ہند آریائی اور جدید ہند آریائی کے تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے، جن کا زمانہ 500ق م سے 1000ء تک محیط ہے۔وسط ہند آریائی عہد کی اپ بھرنش زبانیں جب معدوم ہونے لگیں تو پورے شمالی ہندوستان میں مغرب سے لے کر مشرق تک طرح طرح کی بولیاں سر اٹھانے لگیں۔اس عہد میں رائج ہونے والی بولیوں کو ان کے بولے جانے کے علاقے نیز ان کی لسانی خصوصیات کی بنا پر انہیں چار زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(1) بیرونی (2) وسطی (3) اندرونی (4) پہاڑی

بیرونی بولیوں میں مغربی پنجابی (لہندا)، سندھی، مراٹھی، آسامی، بنگالی، اڑیا، میتھلی، مگہی اور بھوجپوری کو شامل کیا جاتا ہے وہیں وسطی بولیوں میں اودھی، بگھیلی اور چھتیس گڑھی آتی ہیں، جنہیں مشرقی ہندی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔اندرونی بولیوں میں کھڑی بولی، ہریانوی، برج، بندیلی، قنوجی، مشرقی پنجابی، گجراتی، راجستھانی، بھیلی اور خاندیشی آتی ہیں۔ پہاڑی بولیوں اور زبانوں میں نیپالی، گڑھوالی اور شملہ کے قرب وجوار کی بولیاں شامل ہیں۔متذکرہ بالا قسموں میں سے تیسری قسم (بیرونی بولیوں) میں کھڑی بولی، ہریانوی، برج بھاشا، بندیلی اور قنوجی چوں کہ شمالی ہندوستان کے ان مغربی علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی تھیں جن کا تعلق اندرون سے تھا اس لیے ان پانچوں بولیوں نے ایک دوسرے کو کافی حد تک متاثر کیا، یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان بعض مماثلتیں بھی در آئی ہیں۔اسی لیے گریرسن نے مذکورہ پانچوں بولیوں کو ان کی یکسانیت کی بنا پر 'مغربی ہندی' کے نام سے

موسوم کیا ہے۔ لسانیاتی نقطۂ نظر سے مغربی ہندی کا تعلق براہ راست شورسینی اپ بھرنش سے جاملتا ہے، جس نے سب سے زیادہ سنسکرت کے اثرات قبول کیے اور اس وقت کی بولیوں میں سب سے ممتاز ادبی حیثیت کی حامل بن گئی۔ اس کے اثرات مغرب میں سرہند اور مشرق میں الہ آباد، شمال میں ہمالیہ کا دامن اور جنوب میں وندھیاچل اور بندیل کھنڈ تک پھیلے ہوئے تھے۔ مغربی ہندی کو پانچ بولیوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(1) کھڑی بولی یا ہندوستانی (2) ہریانوی جاٹو یا بانگڑو (3) برج بھاشا (4) قنوجی (5) بندیلی

کھڑی بولی اور برج بھاشا مختلف زمانوں میں حکومتی سرپرستی اور عوام سے قربت کے سبب مستحکم ادبی روایات کی حامل بن گئیں۔ اردو اور ہندی دونوں کھڑی بولی کی سچی جانشین ہونے کی دعوے دار ہیں۔ یہ قابل ذکر ہے کہ مذکورہ پانچوں بولیوں یعنی کھڑی بولی، ہریانوی، برج بھاشا، بندیلی اور قنوجی نے اردو اور ہندی کو بہت حد تک متاثر کیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ پانچوں بولیوں میں سے کھڑی بولی کے اثرات اردو اور ہندی زبان پر بہت زیادہ پڑے تاہم کھڑی بولی میں غیر ملکی زبانوں کے الفاظ شامل ہونے کے سبب یہ مغالطہ فروغ پانے لگا کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے اور باہر سے ہندوستان میں آئی ہے اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کھڑی بولی کے ماخذ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس سلسلہ میں اپ بھرنش کے متون کو سامنے رکھتے ہوئے ماہر لسانیات نے کھڑی بولی کے صرفی ونحوی ڈھانچے کو شورسینی اپ بھرش پر استوار کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ جب جارج گریرسن نے مدھیہ پردیش کی شورسینی اپ بھرنش سے ماخوذ بولیوں کے لیے 'مغربی ہندی' کی اصطلاح ایجاد کی اور مغربی ہندی میں سب سے زیادہ اہم کھڑی بولی ہے جسے سترہویں صدی میں انگریز سیاحوں نے پہلی دفعہ 'ہندوستانی' کا نام دیا تھا۔ اس تناظر میں 'ہندوستانی' کے ادبی روپ کو چھوڑ کر ذریعۂ اظہار کے دو روپ سامنے آتے ہیں، ایک وہ جس کی پرورش و پرداخت مسلمانوں نے کی وہ 'اردو' ہے اور ایک وہ جس کی پرورش ہندوؤں نے کی' وہ 'ہندی' ہے لیکن مذکورہ مغالطہ کو ادبی روپ پر محمول کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ادبی روپ اور تقریری روپ میں بہت فرق ہے۔ بقول گیان چند جین:

''اردو اور ہندی بول چال کی شکل میں ایک زبان ہیں لیکن تحریری روپ میں اختلاف کی طرف گامزن ہیں جس کے سبب دونوں کا ادب مختلف ہو جاتا ہے۔''

(ایک بھاشا: دو لکھاوٹ، دو ادب، گیان چند جین، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی 2005ء، ص:56)

دنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان کے دو روپ ہوتے ہیں: ایک بول چال کا روپ جسے تقریری روپ کہتے ہیں اور دوسرا تحریری روپ۔ لسانیاتی مطالعے کے لیے بول چال کے روپ کو سامنے رکھا جاتا ہے لیکن زبان کے ترقی یافتہ ہونے کا معیار بالعموم تحریری روپ طے کرتا ہے۔ اردو اور ہندی ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان کا لسانی جائزہ جب تاریخی تناظر میں لیا جاتا ہے تو اس کے ماضی سے حال تک کی دستیاب تحریروں کو زینہ بنا کر موجودہ بول چال روپ تک پہنچایا جاتا ہے۔ اردو- ہندی ہند آریائی خاندان کی زندہ زبانوں میں سے سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور مستحکم ادبی روایات کی حامل زبانیں ہیں۔ دونوں نے ہند آریائی زبانوں کے ارتقا کی تیسری منزل پر مدھیہ پردیش کی شورسینی اپ بھرنش سے ارتقا پایا۔ تاہم مخصوص زمانے میں مخصوص ماحول کے بنیاد پرست عناصر کی علاقائیت، مذہبیت اور قومیت اساس چھلنی سے نکل کر دو مختلف سمتوں میں ترقی کرنے لگیں۔ ایک کھڑی بولی نے جب دو الگ تہذیبی دھاروں پر سفر کا آغاز کیا تو یہ تصور قائم ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگا کہ اردو مسلمانوں کی زبان اور ہندی ہندوؤں کی زبان ہے۔ اس حوالے سے سب سے زیادہ غلط فہمیاں جارج ابراہم گریرسن کے 'لسانی جائزۂ ہند' سے عام ہوئیں۔ گریرسن نے مدھیہ پردیش کی جدید

زبانوں کے لیے 'مشرقی ہندی' اور 'مغربی ہندی' کی اصطلاحات رائج کیں لیکن وہ ہند آریائی خاندان کی زبانوں کی اندرونی اور بیرونی گروہ بندی کو بھی کوئی مضبوط دلیل پر استوار کرنے میں ناکام رہے جبھی بعد کے ماہرین لسانیات نے ان کی لسانی تقسیم کو مسترد کر دیا اور اردو- ہندی کا ماخذ گریرسین کی تحقیقات کی روشنی میں 'مغربی ہندی' کو تسلیم کر لیا گیا۔ سنیتی کمار چڑجی نے اسی کو 'مغربی اپ بھرنش' کہا اور دہلی اور اطراف دہلی کی جدید بولیوں [کھڑی بولی، برج بھاشا، ہریانوی، قنوجی اور بندیلی] کا ماخذ بتایا۔ جن ماہر لسانیات نے بارہویں یا تیرہویں صدی عیسوی کے نمونوں کو مغربی ہندی کے نمونے تسلیم کیا وہ غلطی پر تھے کیوں کہ وہ یا تو اپ بھرنش کی اس شکل کے نمونے ہیں جو 1000ء کے بعد اپنے اختتامی دور میں اوہٹھ کہلاتی تھی یا پھر برج بھاشا کی خام شکل کے نمونے تھے۔ مغربی ہندی نام کی کسی زبان کوئی وجود نہ تھا۔ 1000ء کے بعد اپ بھرنش کا دور ختم ہوکر جدید ہندی بولیوں کے ابتدائی آثار نمایاں ہونا شروع ہو جاتے ہیں جن میں سے کھڑی بولی اور برج بھاشا کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ کھڑی بولی، جس کی اردو اور ہندی ترقی یافتہ شکلیں ہیں ایسے نمونے جن کی بنا پر قطعی طور پر یہ کہا جا سکے کہ اس وقت یہ بول چال کا حصہ بن چکی تھیں، پہلی دفعہ تیرہویں صدی عیسوی میں امیر خسرو کے کلام میں نظر آتے ہیں۔ کھڑی بولی/ ہندوی میں ملنے والے امیر خسرو کے نمونوں کی دستیابی کے بعد یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ موجودہ اردو- ہندی کا وجود تیرہویں صدی عیسوی سے ہے تاہم اس وجود کو صرف ابتدائی روپ ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

ماہرین لسانیات اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایک زبان کسی دوسری زبان پر کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی حد تک اثر انداز ہوتی ہے اور لسانیاتی سطح پر اس سے اخذ و استفادہ بھی کرتی ہے۔ یہ اثر و قبول کا عمل بعض تاریخی، تمدنی اور سیاسی اسباب و علل کے سبب ہوتا ہے اور اس کے زیر اثر ایک زبان دوسری زبان کے قریب آ جاتی ہے اور ایک زبان کی خصوصیات دوسری زبان میں سرایت کر جاتی ہیں۔ ہندوستانی زبانوں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ یہاں کی زبانیں آریاؤں کی آمد سے لے کر آج تک اپنے ارتقا کے کئی مراحل طے کر چکی ہیں اور ان میں سے اکثر زبانوں کی باہمی لسانی ہم آہنگی آج بھی ان کے بنیادی رشتے کو عیاں کرتی ہے۔ اردو اور ہندی ایسی ہی دو جدید ہند آریائی زبانیں ہیں، جو اپنی اصل اور مادہ کے اعتبار سے ایک ہیں۔ یہ دونوں زبانیں شورسینی اپ بھرنش اور اس کے بعد کھڑی بولی سے ماخوذ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان لسانیاتی اشتراک کا پایا جانا لازمی ہے۔ اردو اور ہندی میں ابتدا سے ہی عربی و فارسی کے عناصر کی آمیزش ہوتی رہی ہے اور اب یہ عناصر ان زبانوں کا جزو لاینفک بن گئے ہیں۔ جن کی حیثیت مسلم ہے اور ان سے صرفِ نظر ناممکن ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو اور ہندی زبانوں کا منبع ہند آریائی خاندان سے ہے لیکن براہ راست ان کا رشتہ کھڑی بولی کے ساتھ ہے۔ جب ہند آریائی خاندان کا حوالہ آتا ہے تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ دونوں زبانوں کا شجرۂ نسب سنسکرت اور اس سے بھی پہلے ویدک زبان سے جا ملتا ہے۔ ہند آریائی لسانیات کی روشنی میں یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اردو نے کھڑی بولی کی کھوکھ سے جنم لیا اور کھڑی بولی کا براہ راست تعلق شورسینی اپ بھرنش سے ہے جو بشمول پنجاب، دہلی اور شمالی ہندوستان کے ایک وسیع علاقہ میں رائج تھی۔ کھڑی بولی کا ارتقا دہلی اور شمال مشرقی علاقے میں ہوا، جس نے بعد میں نکھر کر اردو کا روپ اختیار کر لیا، جو ابتدا میں 'ہندی' اور 'ہندوی' کہلایا اور 1193ء میں جب نو وارد مسلمانوں نے دہلی پر فتح کا علم نصب کیا تو ان کا واسطہ اسی زبان سے پڑا، بعد میں اس زبان کو 'ریختہ' بھی کہا گیا اور غالباً اٹھارہویں صدی کے ربع آخر میں اس کا نام 'اردو' پڑا جب کہ لفظ 'ہندی' اردو زبان کے قدیم ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس لفظ کے معنیٰ 'بھارتی' یا 'بھارت' سے متعلق ہے۔ ہندی زبان انیسویں صدی کے اوائل میں اردو سے بنائی گئی۔ انگریزوں کی نفسیاتی پالیسی 'بانٹ کر حکومت کرنا' کے تحت اردو زبان سے اردو- فارسی الفاظ نکال کر ان کی جگہ سنسکرت کے الفاظ رکھنے سے ہندی زبان وجود میں

آئی۔ برصغیر کے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اردو ایک نئی زبان ہے اور اس کے مقابلے میں ہندی ایک قدیم زبان ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اردو اگرچہ بہت پرانی زبان نہیں بلکہ ہندی بالکل ایک نئی زبان ہے اور اس کے وجود میں آئے ہوئے مشکل سے دوسو سال ہوئے ہیں۔ قدیم عہد میں ہندوؤں کی زبان سنسکرت تھی لیکن، عوامی سطح پر بول چال کی زبان کے طور پر رائج نہ ہوسکنے کے باعث جب یہ ختم ہونے لگی لگی تو ہندوؤں نے اپنی زبان کے تحفظ کے لیے اردو کو ہندی بنالیا۔ اور اس میں سے اردو- فارسی الفاظ نکال کر اس کی جگہ سنسکرت کے بعض الفاظ ملا لیے اس طرح ہندی زبان کا وجود ہوا۔ انیسویں صدی کے اواخر میں ہندی کو اردو سے الگ کر کے ہندوستانی کی ایک معیاری شکل کے طور پر اسے مزید ترقی دینے کی تحریک کا آغاز ہوا، جب کہ ابتدا میں یہ وہ زبانیں تھیں جسے بلاتفریق مذہب وملت ہندو اور مسلمان بولتے تھے اور ملک کے طول وعرض کی بول چال میں یہی زبانیں استعمال کی جاتی تھی حتیٰ کہ مہاتما گاندھی بھی اسی کو تسلیم کرنے کے حق میں تھے۔ کھڑی بولی کے اس نکھرے ہوئے روپ کو جس کا ارتقا دہلی میں 1193ء میں مسلم حکومت کے قیام کے بعد عمل میں آیا۔ ہندآریائی لسانیات کے ماہر ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی ''ترقی یافتہ اپ بھرنش'' کے نام سے موسوم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ اس دور میں شمالی ہند کے میدانی علاقوں کے عوام کی مشترکہ زبان تھی۔

اردو اور ہندی برصغیر کی سب سے اہم زبانیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ برصغیر اپنی تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے ہمیشہ سے ہی بہت متنوع حیثیت کا حامل رہا ہے، جس کی مضبوط ترین دلیل مذکورہ زبانیں رہی ہیں لیکن جب مذہبی بنیاد پر شناخت کو اہمیت دی جانے لگی تو خطے کی اہمیت ثانوی ہوگئی اور ثقافت کی سانسیں بھی دم بخود ہونے لگیں۔ تبدیلی کے اس عمل نے زبان کو سب سے پہلے مجروح کیا۔ وہ زبانیں جو کئی صدیوں تک پورے برصغیر میں رابطے کا ذریعہ رہیں، وہ مذہبی اور سیاسی اختلافات کے زیر اثر اردو اور ہندی میں تقسیم کردی گئیں۔ آج ہم خواہ چلاّتے رہیں کہ اردو اور ہندی دو الگ الگ زبانیں نہیں بلکہ ان کا منبع وماخذ ایک ہے، پھر بھی پوری دنیا انہیں دو الگ الگ زبانیں تسلیم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

16.2.2 لسانی پس منظر میں اردو- ہندی کا لسانی رشتہ

ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ زبانیں ایک دوسرے سے الفاظ مستعار لیتی ہیں اور بسا اوقات انھیں مستقل طور پر اپنے اندر ضم بھی کر لیتی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ کبھی بھی کوئی زبان کسی دوسری زبان کا قواعدی ڈھانچہ اختیار نہیں کرتی۔ لسانیات کے باب میں بنیادی اہمیت اس کے صرفی ونحوی ڈھانچے کی ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر کسی زبان کا دوسری زبانوں کے ساتھ اشتراکی رشتہ کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ کسی زبان کے ماخذ کی نشاندہی بھی اسی ڈھانچے کی بنا پر ہوسکتی ہے۔ اس کے بعد اصوات اور بنیادی لفظیات کی اہمیت قائم ہوتی ہے۔ لسانی مطالعے میں دخیل الفاظ اور رسم الخط کی اہمیت سب سے آخر میں آتی ہے۔ زبانیں دوسری زبانوں سے الفاظ مستعار لیتی رہتی ہیں، اسی طرح ایک زبان ایک سے زیادہ رسم الخط میں بھی لکھی جاسکتی ہے لیکن کبھی بھی کسی زبان کا بنیادی لسانی ڈھانچہ تبدیل نہیں ہوتا۔ عموماً ایک زبان جب دوسری زبان سے کوئی لفظ مستعار لیتی ہے تو اسے اپنی صرفی خصوصیات کے مطابق ڈھال لیتی ہے۔ اسی لسانی اشتراک کو پیمانہ بنا کر اردو- ہندی کے آپسی رشتہ کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اس پیمانے کی تین سطحیں ہیں: (1) صوتی (2) قواعدی (3) لفظی

(1) صوتی: 'صوتیات' لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں آوازوں کا سائنسی مطالعہ کیا جاتا ہے، اس میں آوازوں کی بنیاد پر ہی مختلف زبانوں کی تخصیص کی جاتی ہے اور آوازوں کی درجہ بندی کے لیے ان کے مخارج کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے مصوتے اور مصمتے میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مصوتے (Vowels) وہ آوازیں ہیں جن میں آواز کے اعضا گونج کے خلا بناتے ہیں اور جن میں سانس کی ہوا بغیر کسی رگڑ کے گزر جاتی ہے جبکہ مصمتے

(Consonants) وہ آوازیں ہیں جن میں سانس کی ہوا کو اپنے راستے میں کوئی رکاوٹ ملتی ہے اور رگڑ پیدا ہوتی ہے۔

اردو مصوتوں کی تعداد بھی ہندی مصوتوں کے برابر ہے بس فرق اتنا ہے کہ اردو میں اعراب کے استعمال اور بعض حروف کے ضمنی استعمال سے مصوتوں کو نمایاں کیا جاتا ہے جب کہ ہندی میں دس مصوتوں کے لیے باقاعدہ علامتیں موجود ہیں جن میں ماتراؤں کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔اردو اور ہندی کے مصوتوں کا ماخذ خالصتاً ہندآریائی لسانی روایت پر مبنی ہے اور ان دونوں زبانوں میں مصوتوں کی سطح پر مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے۔اسی طرح اردو مصمتوں میں سے ہکاری آوازیں [بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ] خالصتاً ہندآریائی ہیں اور ہندی میں بھی اسی طرح رائج ہیں۔اس کے علاوہ معکوسی آوازیں ٹ، ڈ، ڑ بھی اردو اور ہندی دونوں میں مشترک ہیں۔دیگر مصمتوں میں ب، پ، ت، ج، چ، د، ر، س، ش، ک، گ، ل، م، ن، و، ہ، وی وغیرہ دونوں زبانوں میں مشترک ہیں حالانکہ 'ن' کی ایک سے زائد آوازیں ہندی میں موجود ہیں جبکہ اردو میں اس کی صرف ایک آواز ہے۔اردو کی بعض آوازیں مثلاً ث، خ، ز، ژ، غ، ف، ق، خالصتاً عربی ہیں، یہ ہندی میں موجود نہیں ہیں اور ان کی جگہ بالترتیب س، کھ، ج، گ، پھ، ک کی آوازیں مستعمل ہیں۔گویا گنتی کی چند آوازوں کو چھوڑ کر اردو اور ہندی کے مصمتوں کا ڈھانچہ تقریباً یکساں ہے۔مصوتوں میں تو صوتی ہم آہنگی یقینی ہے۔ہندی اور اردو دونوں کے بنیادی مصوتے دس ہیں اور ان میں کوئی تفریق بھی نہیں ہے۔اگر دونوں کے درمیان حد فاصل کھینچا جا سکتا ہے تو دخیل الفاظ اور رسم الخط کی بنیاد پر۔ورنہ اردو اور ہندی کی اصل ایک ہی کھڑی بولی ہے اور دونوں صرفی ونحوی اعتبار سے متحدالاصل ہیں۔

(2) قواعدی:

کسی بھی زبان کے قواعد کو دو بڑی شاخوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔(i) صرف (ii) نحو۔اردو اور ہندی کی صرف ونحو، افعال، ضمائر اور حروف وغیرہ تمام کے تمام یکساں ہیں۔اسی طرح مشتقات کے اصول، مرکبات کے قاعدے، اضافت کے طریقے سب کے سب مماثل ہیں۔

(i) صرف:

علم صرف (Morphology) میں زبان کی چھوٹی سے چھوٹی بامعنی اکائی کا مطالعہ کیا جاتا ہے جب کہ علم نحو (Syntax) میں فقروں اور جملوں میں الفاظ کی ترتیب کا مطالعہ زیرغور ہوتا ہے۔اردو اور ہندی میں صرفی خصوصیات کا کچھ فرق ضرور موجود ہے لیکن وہ بنیادی ذخیرۂ الفاظ میں نہیں بلکہ دخیل الفاظ کی صورت میں واضح ہوتا ہے۔دونوں کے بنیادی الفاظ مشترک ہیں تاہم کبھی کبھی جغرافیائی اور تہذیبی اثرات سے ان کے الفاظ میں فرق آجاتا ہے، جب کہ نحوی اعتبار سے دونوں زبانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اس ضمن میں سب سے پہلے جب اسماء (Noun) پر نظر ڈالتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ کسی ایک زبان کے اسمائے خاص یعنی اشخاص کے نام، خطابات، القابات یا ملکوں اور شہروں کے نام وغیرہ دوسری زبان میں تبدیل نہیں ہوتے۔جبکہ اسمائے عام مثلاً انسان، جانور، قلم وغیرہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اردو اور ہندی میں صرف اسمائے خاص میں لسانی اشتراک پایا جاتا ہے اس کے علاوہ اسمائے عام بھی کافی حد تک مشترک ہیں۔کسی زبان کا بنیادی ذخیرۂ الفاظ انہی عام چیزوں کے ناموں مثلاً انسانی اعضا کے ناموں، بنیادی افعال، ضمائر، اعداد، رشتوں کے ناموں اور حروف وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔اردو اور ہندی کے اسماء میں باہمی اشتراک کو تین سطحوں پر دیکھا جا سکتا ہے۔یعنی جنس، تعداد اور حالت۔جنس سے مراد تذکیر و تانیث ہے جو ہندی اور اردو میں یکساں رہتے ہیں۔یعنی:

☆ جن اسما کے آخر میں /ا/ یا /ہ/ آتا ہے وہ مذکر اور جن کے آخر میں /ی/ آئے اسے مونث سمجھا جاتا ہے جیسے لڑکا اور لڑکی۔ان کے بنانے کا

قاعدہ بھی دونوں زبانوں میں یکساں ہے یعنی /ا/ اور/ ہ/ کو/ ی/ میں تبدیل کر کے مذکر سے مونث بنا لیتے ہیں جیسے، بچہ سے بچی اور لڑکا سے لڑکی۔

☆ بعض مذکر اسماء ایسے ہوتے ہیں جن کے آخر میں /ا/ یا/ ہ/ نہیں آتا ہے پھر بھی ان کی تانیث /ی/ کا اضافہ کر کے بنالی جاتی ہے جیسے کبوتر سے کبوتری وغیرہ

☆ اسی طرح اسم کے آخر میں /یا/ کا اضافہ کر کے یا آخری حرف کو/ یا/ میں تبدیل کر کے تذکیر سے تانیث بنانے کا قاعدہ اردو اور ہندی میں یکساں ہے۔

☆ مذکر اسم کے آخر میں/ ن/ کا اضافہ کر کے یا آخری حرف کو/ ن/ میں تبدیل کر کے بھی تانیث بنانے کا اصول دونوں زبانوں میں ایک ہی ہے۔

اس کے علاوہ پیشوں کے نام مثلاً فوجی، کاریگر وغیرہ اردو ہندی میں مذکر اور مونث استعمال ہوتے ہیں۔ زبانوں کے نام جیسے عربی، فارسی، ہندی، نیز اوقات کے نام جیسے صبح، شام، رات وغیرہ ہندی اور اردو وغیرہ مونث ہی استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح کتابوں کے نام جیسے رامائن، بائبل وغیرہ مونث لکھے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سے اسماء ایسے ہیں جن کی تذکیر و تانیث بنانے کے اصول وضوابط اردو- ہندی میں ایک ہی ہیں اور ایک ہی قاعدے کے تحت بنائے جاتے ہیں۔ اس طرح اردو اور ہندی میں اسماء کی جنسی حالتوں میں صرفی یکسانیت دونوں کے لسانی اشتراک کی دلیل ہے۔

جب ہم اردو اور ہندی کے اسماء کی تعداد (Number) پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں بھی صرفی اشتراک اس طرح دیکھنے کو ملتا ہے کہ اگر اسم عام ایک ہے تو اصطلاحاً واحد اور ایک سے زیادہ ہے تو جمع کہلاتا ہے اور اس کے بنانے کا طریقہ بھی دونوں زبانوں میں یکساں ہے۔

☆ عموماً /ا/ یا/ ہ/ پر ختم ہونے الفاظ کے آخری حرف کو/ ے/ بدل کر جمع بنا لیتے ہیں جیسے لڑکا سے لڑکے۔ اس کے علاوہ جن لفظوں کے آخر میں /ی/ موجود ہوتی ہے انہیں/ یاں/ میں بدل دیتے ہیں جیسے لڑکی سے لڑکیاں۔ ان کے علاوہ دیگر الفاظ کے آکر میں/ وں/ یا/ یں/ کا اضافہ کر کے جمع بنانے کا رجحان عام ہے جیسے شہر سے شہروں۔ مذکورہ تینوں اصولوں کے مطابق ہندی میں جمع بنانے کا قاعدہ رائج ہے البتہ اردو کے بہت سے واحد الفاظ کی جمع بنانے کے لیے عربی اور فارسی کے اصولوں کی پیروی کی جاتی ہے۔

☆ چیزوں کی متعینہ تعداد کو شمار کرنے کے لیے اردو اور ہندی میں اعداد ترتیبی بھی میں لسانی اشتراک پایا جاتا ہے جیسے ایک، دو، تین، دس، لاکھ، کروڑ وغیرہ۔ یہ اعداد ترتیبی سنسکرت الاصل ہیں اور اردو- ہندی نے پراکرتوں سے اخذ کیے ہیں۔

☆ اعداد توصیفی (پہلا، دوسرا، دسواں سوواں وغیرہ) بھی دونوں زبانوں میں یکساں مستعمل ہیں البتہ اردو میں فارسی کے اثرات سے ان اعداد کو اول، دوم، سوم بھی لکھا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ عدد مکسور یعنی جن سے عدد صحیح کا کوئی حصہ بتایا جاتا ہے' دونوں زبانوں میں مشترک ہیں جیسے پاؤ، ایک تہائی، سوا، ڈیڑھ وغیرہ۔ یہ اعداد بھی سنسکرت الاصل ہیں۔ اسی طرح تعداد اضافی یعنی ایک سے زیادہ تعداد بتانے کے لیے، مثلاً دوگنا، چوگنا، سوگنا اور پیمائش کے لیے انچ، گرہ، میٹر، میل وغیرہ دونوں زبانوں میں یکساں استعمال میں لائے جاتے ہیں۔

☆ اسی طرح اشیاء کی غیر متعین تعداد کے لیے اردو- ہندی میں بہت سے، تھوڑا سا، کئی، زیادہ سے زیادہ، کم سے کم وغیرہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

☆ ذاتی صفات کے بیان کے لیے اردو- ہندی میں مشترکہ طور پر بیان ہونے والے الفاظ: چھوڑا، بڑا، کمزور، چست، ٹھنڈا، کھرا، کھوٹا، نرم،

سیدھا، پیارا وغیرہ رائج ہیں۔

☆ کسی ایک شے کی دوسری سے نسبت دینے کے لیے عام طور پر اسماء کے آخر میں یائے معروف بڑھانے یا آخری حرف کو/ وی/ میں بدل کر یہ اسماء بنالیے جاتے ہیں جیسے لکھنوی، حیدرآبادی، پنجابی وغیرہ۔لیکن ہندی میں مذکورہ قاعدہ کے علاوہ اسماء کے ساتھ لاحقہ/ک/ لگا کر بھی ایسے اسمائے نسبتی بنالیے جاتے ہیں جیسے اتہاسک، ادھیا پک وغیر۔

☆ کسی بھی زبان کے افعال کو اس زبان کی ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے۔ان کی کئی قسمیں ہیں: وہ فعل جس کا تعلق براہ راست فاعل سے ہو اسے فعل لازم کہتے ہیں۔ایسا فعل جس کا تعلق فاعل اور مفعول دونوں سے قائم ہو اس کو فعل متعدی کہتے ہیں۔ان بنیادی اقسام کے افعال اردو- ہندی دونوں زبانوں میں مشترک ہیں اور ان کا استعمال بھی ایک ہی انداز میں ہوتا ہے۔اردو- ہندی کے مشترک افعال میں اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، آنا، جانا وغیرہ شامل ہیں۔

☆ بعض افعال مرکب استعمال ہوتے ہیں جیسے کھاجانا، چلے جانا، ماردینا، پڑھ لینا وغیرہ۔اس طریقے کے مرکب افعال میں بھی ہندی-اردو دونوں زبانوں میں اشتراک نظر آتا ہے۔

☆ ضمیر کی تین قسمیں ہوتی ہیں: متکلم، مخاطب اور غائب جیسے، میں، ہم، مجھے، تم، تجھے، تم کو، اس کو، ان کو، ان کے وغیرہ بھی اردو اور ہندی میں لسانی اشتراک کی حامل ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سے قواعد جو اردو میں استعمال کیے جاتے ہیں، عین وہی قاعدے ہندی زبان میں بھی استعمال میں لائے جاتے ہیں۔اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ قواعدی سطح پر دونوں زبانوں میں لسانی اشتراک پایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ دونوں زبانوں کی صرفیات میں تعلیقے کا اہم کردار ہوتا ہے اور الفاظ کی ایک کثیر تعداد اردو- ہندی میں ملحق تعلیقوں سے فعلی بنیاد پر اسماء اور دوسرے الفاظ کے ذریعہ تشکیل پاتے ہیں۔قدیم اور وسطی اردو- ہندی تعلیقے میں خاص طور پر تین ذرائع یعنی سنسکرت یا قدیم ہندآریائی، پراکرت اور اپ بھرنش یا وسطی ہندآریائی اور فارسی وعربی سے ارتقاپذیر ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ ترکی زبان سے بھی تعلیقوں کی آمد ہوئی گرچہ ان کی تعداد انگلیوں پر شمار کرنے برابر ہے۔پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو تعلیقے اردو میں مستعمل ہیں تقریباً وہی ہندی میں بھی رائج ہیں۔اس طرح دونوں زبانوں کا لسانی رشتہ ہمیشہ سے استوار رہا ہے۔یہ تعلیقے دو قسم کے ہوتے ہیں (1) سابقے (Prefixes) اور (2) لاحقے (Suffeixes)

'سابقے' ہند-یورپی خاندان کی زبانوں میں سابقے اپنی ترقی کی ایک طویل داستان کے حامل ہیں۔ابتدا میں یہ آزاد ہیئتوں میں استعمال ہوکر اپنے معنی دیتے تھے لیکن سنسکرت کے ارتقاء کے دوران ان کی آزادی محدود ہوگئی اور یہ محض پابند ہیئتوں میں استعمال ہونے لگے۔'لاحقے' بھی براہ راست سنسکرت سے آئے ہیں اور خصوصاً تتسم الفاظ سے جڑے ہوئے ہیں۔سابقوں اور لاحقوں کی بے شمار مثالیں اردو- ہندی میں مستعمل ہیں جو اپنی اصل کے اعتبار سے سنسکرت، عربی اور فارسی زبانوں سے ہیں لیکن اردو اور ہندی بول چال میں نہ صرف مستعمل ہیں بلکہ ان زبانوں کا مستقل حصہ بن چکے ہیں۔محض سابقوں اور لاحقوں کی حد تک ہی نہیں بلکہ ہندی کے مستقل الفاظ کو فارسی الفاظ کے ساتھ ملاکر اور عربی فارسی کے مستقل الفاظ کو ہندی الفاظ کے ساتھ ملاکر نئے مرکبات بنانے کی روایت بھی اردو- ہندی کے صدیوں پر محیط ارتقائی عمل کا حصہ ہے۔اس کے علاوہ ایسے مرکب الفاظ بھی دونوں زبانوں میں رائج اور مستعمل ہیں جو خالص ہندی لفظوں کے آپسی ملاپ اور خالص عربی وفارسی الفاظ کے آپسی اختلاط سے بنے ہیں۔

زبان میں 'محاورات' کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہوتی ہے۔محاورے دو یا دو زائد لفظوں کی ترتیب سے بنتے ہیں اور لغوی معنی کے علاوہ ایسے مجازی معنی بھی مہیا کراتے ہیں جس سے ایک تو مختصر پیرایے میں مافی الضمیر ادا ہو جاتا ہے اور بولنے والے کے کلام میں سلیقگی اور وزن در آجاتا ہے۔اسی طرح روزمرہ بھی دو یا دو سے زائد الفاظ سے بنتا ہے لیکن محاورے کے برعکس یہ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اسی طرح بول چال کی سطح پر بعض کہاوتیں بھی وضع کر لی جاتی ہیں،جن میں ایک وسیع معانی پنہاں ہوتے ہیں۔اس طرح محاورہ،روزمرہ اور کہاوتوں کے استعمال سے کلام میں شستگی اور سلیقگی کا عنصر پیدا کیا جاتا ہے۔اگر ہم اردو-ہندی کے محاوروں،کہاوتوں اور ان کے روزمرہ پر نگاہ ڈال کر دیکھیں تو چوپٹ ہونا،دھجیاں اڑنا،کوڑیوں کے مول بکنا،منہ پر تالا لگنا،آ بیل مجھے مار،آم کے آم گٹھلیوں کے دام،خواب دینے سے کیا ہوگا؟/ سپنے دیکھنے سے کیا ہوگا وغیرہ ایسے مصادر سے مل کر بنے ہیں جن میں مکمل یکسانیت موجود ہے۔ایسے تمام محاورے اردو-ہندی کے گہرے لسانی رشتے کی دلیل بننے کے علاوہ ہندوستان میں کئی صدیوں کی تہذیبی ہم آہنگی کے بھی عکاس ہیں۔

(ii)نحو:

دیگر زبانوں کی طرح اردو-ہندی کی نحو کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر کے سمجھنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔(1) نحو تفصیلی: جس میں اجزائے کلام اور ان کے تغیرات و تبدلات زیر بحث آتے ہیں جب کہ (2) نحو ترکیبی میں جملوں کی ساخت اور ان میں درپیش ترکیب کا جائزہ لیا جاتا ہے۔نحوِ تفصیلی میں کسی جملے میں اسم (Noun)،ضمیر(Pronoun)،صفت(Adjective)،مصادر (Word Roots)اور حروف (Prepisitions)وغیرہ کی ترتیب اور اس کے استعمال ہونے کی جگہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

نحوِ تفصیلی اور نحو ترکیبی کے ضمن میں اردو-ہندی مشترک خصوصیات اس بات کی دلیل ہیں کہ اپنی نحوی اور صرفی ساخت کے اعتبار سے دونوں زبانوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔

(3)لفظی:

ماہرین لسانیات کا ماننا ہے کہ زبانوں کی وسعت اور ان کی بقا کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ کس حد تک وہ اپنے اندر گرد و نواح میں بولی جانے والی بولیوں کے الفاظ اپنانے اور اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔اس تناظر میں دیکھا جائے تو اردو اور ہندی میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے کیوں کہ ابتدا سے ہی یہ دونوں زبانیں غیر شعوری طور پر ایک ایسے مشترکہ لفظی سرمایے سے مستفید ہوتی رہی ہیں جو نہ صرف سنسکرت اور پراکرتوں کے الفاظ پر مشتمل ہیں بلکہ عربی اور فارسی کے بھی ہزاروں الفاظ اپنے دامن میں سمونے کی وسعت رکھتی ہیں۔اردو-ہندی اپنی اصل اور بنیاد کے اعتبار سے کئی سطحوں پر ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وابستہ ہیں کہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتیں لیکن رسم الخط اور اردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کی کثرت کے سبب دو آزاد مستقل بالذات اور الگ الگ زبانیں ہو گئی ہیں۔چوں کہ دونوں زبانوں کا بنیادی ڈھانچہ ہند آریائی ہے اس لیے ان کے ذخیرۂ الفاظ کا بیشتر حصہ ہند آریائی ماخذ پر مشتمل ہے۔یہی وجہ ہے کہ قدیم اردو کے سرمایۂ الفاظ کو تتسم،تدبھو،دیسی،عربی فارسی،ترکی اور دراویدی الفاظ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

تتسم سے مراد سنسکرت الفاظ سے ہے یعنی سنسکرت یا کسی غیر زبان کے الفاظ جب بغیر کسی تبدیلی اور ردوبدل کے استعمال ہوتے ہیں تو تتسم

کہلاتے ہیں، جب کہ اس کی بدلی ہوئی رائج مقامی شکل کو تدبھو کہتے ہیں۔

تتسم الفاظ قدیم ہند آریائی دور (500 ق م تا 1500 ق م) سے تعلق رکھتے ہیں۔ قدیم ہند آریائی عہد میں زبان کی دو مختلف شکلوں کا ارتقا عمل میں آیا، جنھیں ویدک سنسکرت اور کلاسیکی سنسکرت کہتے ہیں۔ سنسکرت زبان کا ارتقا 500 ق میں آریاؤں کے ورود ہندوستان سے ہوتا ہے جو 1500 تک آتے آتے زوال پذیر ہو گیا اور اس کی جگہ پراکرتوں نے لے لی۔ وسطی ہند آریائی میں شمالی ہند کے مختلف خطوں میں مختلف قسم کی پراکرت بولیاں رائج ہونے لگیں۔ اس بات سے انکار ناممکن ہے کہ ان دونوں زبانوں یعنی ہندی اور اردو کے بول چال کا روپ ایک ہے کیوں کہ ان دونوں کی فعال لفظیات ایک ہی ہیں، جس میں پراکرت سے آئے ہوئے تدبھو الفاظ کی بہتات بھی ہے اور دخیل الفاظ جو فارسی اور عربی کے راستے آئے، انہیں اردو- ہندی نے اس طرح اپنایا کہ یہ بدیسی الفاظ ان کا جزو بن گئے۔

قدیم اردو میں بے شمار سنسکرت کے الفاظ بالکل اپنی اصل حالت میں استعمال ہوئے ہیں مثلاً سندر، گیان، جل، بالک، سنسار، پیا وغیرہ۔ دکنی تصانیف میں تتسم الفاظ کا استعمال کثرت سے ہونے لگا اور ایک خاص مرحلے تک پہنچنے کے بعد رفتہ رفتہ تتسم الفاظ کی تعداد اردو میں کم ہونے لگی اور اس کی جگہ عربی و فارسی الفاظ نے لے لی۔ شاہ ظہور الدین حاتم اور مرزا مظہر جان جاناں کی تحریک اصلاح زبان سے متاثر ہو کر شعراء نے اٹھارویں صدی کے وسط میں تتسم اور تدبھو الفاظ کی ایک بڑی تعداد کو اردو زبان سے خارج کر دیا۔ شمالی ہند کی قدیم اردو تصانیف میں بھی تتسم الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے تھے۔ ''بکٹ کہانی''، ''دیوان فائز'' اور ''قصہ مہر افروز دلبر'' میں تتسم الفاظ ملتے ہیں البتہ ''عاشور نامہ''، ''کربل کتھا'' وغیرہ میں تتسم الفاظ کی تعداد نسبتاً کم ہے۔ تدبھو الفاظ کی بنیاد بھی اگرچہ سنسکرت ہے لیکن وقت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان کی شکل وصورت اور شکل میں بھی تبدیلی در آئی۔ اردو میں ایسے الفاظ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کا ماخذ سنسکرت یا قدیم ہند آریائی ہے اور جو درمیانی ہند آریائی ہے۔ اردو کے لفظی سرمایے کا انحصار زیادہ تر وسطی ہند آریائی (پراکرت اور اپ بھرنش) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تتسم الفاظ کے مقابلے میں اردو میں تدبھو الفاظ کی تعداد زیادہ ہے۔ اردو نے پراکرت اور اپ بھرنش سے کثیر تعداد میں ایسے الفاظ لیے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو کا لفظی سرمایہ بھی شاہ حاتم کے عہد تک ایک بڑی حد تک ہند آریائی تھا لیکن تحریک اصلاح زبان کے زیر اثر اس عہد کے شعرا نے زبان کے ایک کثیر سرمایۂ الفاظ کو متروک قرار دے دیا اور اس کی جگہ عربی اور فارسی کے الفاظ نے لے لی۔

اردو- ہندی میں پائی جانے والی بے شمار مماثلتوں کے باوجود ان دونوں زبانوں میں تلفظ، روزمرہ، محاورات، ضرب الامثال، ذخیرۂ الفاظ، مرکبات لفظی، تعلیقوں یعنی سابقے اور لاحقے، قواعدی زمروں یعنی تعداد وجنس، حروف اور بعض نحوی ساختوں کا نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ دونوں زبانیں اپنی روایات، تلمیحات، اشارات، اصناف شعر، اوزان وبحور، ادبی رویوں اور تاریخی وتہذیبی حوالوں نیز لسانی مزاج کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں۔ مزید یہ کہ دونوں زبانیں اپنی علمی وادبی اصطلاحات اور تہذیبی لفظیات بھی الگ الگ ماخذوں سے لیتی ہیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ اردو اور ہندی کا الگ الگ رسم الخط ان دونوں کو ایک امتیازی حیثیت عطا کرتا ہے۔ موجودہ صورت میں اردو اور ہندی دونوں معیاری زبانوں کا درجہ رکھتی ہیں اور اپنی علاقائی حدوں کو عبور کر کے ایک وسیع تر لسانی دائرہ بناتی ہیں۔

اردو اور ہندی کا صرفی ونحوی ڈھانچہ ایک ہے کیوں کہ دونوں زبانوں کی اساس ایک ہی ہے۔ دونوں زبانوں میں مماثلت اسماء کی مختلف اقسام،

جنس، تعداد، فاعلی اور مفعولی حالتوں اور اسمائے صفات کی تمام اقسام کی یکسانیت میں نظر آتی ہے۔ افعال کے سیاق میں دیکھیں تو اردو اور ہندی کے مفرد اور مرکب افعال کا بڑا ذخیرہ مشترک ہے۔ ضمائر کی تمام اقسام اور حروف کا استعمال اور بنیادی لفظیات جیسے رشتوں کے نام، اعضائے جسمانی کے نام، جانوروں کے نام، مخصوص آوازیں، خوشی اور غمی کے الفاظ، عام جگہوں کے نام، اشیائے خوردنی، سبزیوں، پھلوں کے نام سب مشترک ہیں۔ مشترک فعلی مادوں سے ایسے سینکڑوں مشتق الفاظ بنائے جاتے ہیں جو دونوں زبانوں میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ مفرد اور مرکب الفاظ کا وافر ذخیرہ، ضرب الامثال، روزمرہ اور محاورات کی کثیر تعداد بھی اردو اور ہندی کا مشترک سرمایہ ہیں۔ جملوں میں اسم، اسم صفت، حروف، ضمائر، مصادر کا استعمال دونوں زبانوں میں ایک ہی طریقے سے کیا جاتا ہے۔ جملے کی بُنت دونوں زبانوں میں ایک ہی رہتی ہے بس فرق یہ ہے کہ اردو میں فارسی اور عربی الاصل الفاظ کو استعمال کیا جاتا ہے اور ہندی میں سنسکرت یا برج بھاشا کے لفظ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دونوں زبانوں میں نمایاں فرق ان کے رسم الخط کا ہے۔

16.2.3 سیاسی پس منظر میں اردو- ہندی کا لسانی رشتہ

بارہویں صدی عیسوی میں جب دہلی اور اس کے قرب وجوار میں ہندی یا ہندوی کا خمیر تیار ہو رہا تھا، عین اسی وقت ترک مسلمان شمالی ہندوستان میں وارد ہوئے اس طرح جدید ہند آریائی زبانوں کے وجود میں آنے کا زمانہ اتفاق سے ایک ہی ہے۔ یہ وہ عہد ہے جب سبھی ہند آریائی زبانیں اپ بھرنش عہد سے نکل کر جدید عہد میں داخل ہونے لگیں۔ ایسے وقت میں مسلمانوں نے شمالی ہندوستان میں داخل ہو کر شہر دہلی کو فتح کر کے اسے اپنا پایہ تخت بنالیا، جس سے یہاں ایک نئی تہذیب اور تمدن کا خمیر تیار ہوا، جس کے دوررس اثرات نمایاں ہوئے اور ان کے اثرات یہاں ارتقا پانے والی زبان پر بھی پڑے۔ مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی تھی اور فارسی حکومتی انتظام وانصرام نیز عوام کی عام بول چال کی زبان تھی۔ اس کے علاوہ سلاطین اور ان کے مقربین، رؤسا اور امرا کی زبان ترکی تھی۔ یہ تینوں زبانیں مسلمانوں کے ساتھ شمالی ہندوستان پہنچیں اور مقامی بولیوں میں ضم ہو گئیں۔ خاص طور پر کھڑی بولی جو اردو اور ہندی کی اصل واساس ہے۔ مذکورہ تینوں زبانوں سے مل کر جو ایک نئی زبان وجود میں آئی وہ ہندی، ہندوستانی، بھاکا، برج بھاکا، کھڑی بولی اردو، اردوئے معلّٰی کے نام سے مشہور ہوئی۔

قیام سلطنت دہلی سے عہد عالمگیری کے ابتدائی ایام اس لیے بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ اس عرصہ میں فارسی نے کئی جدید ہند آریائی زبانوں سے ربط میں آ کر ان پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ دکن کے مقابلے شمالی ہندوستان میں اردو اور ہندی کو پوری طرح سامنے آنے میں اچھا خاصا وقت لگ گیا کیوں کہ اس وقت سرکاری زبان فارسی تھی اور وہی تہذیب اور معاشرت نیز شعر وادب پر تسلط قائم کیے ہوئے تھی۔ پھر بھی عوامی سطح پر اس کی نشو ونما جاری رہی اور بعض صوفی اور سنتوں نے اسے گلے لگا کر پند ونصائح اور اپدیش کے لیے اسی زبان کا استعمال کیا۔ اسی زمانہ میں محمد تغلق نے جب دیوگری کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور دکن میں پہلی بار اجتماعی سطح پر کھڑی بولی کے بیج بوئے گئے اور یہ زبان فارسی کے غلبہ نیز برج اور اودھی کے ادبی اثرات کے دائرے سے باہر نکلی تو جلد ہی پھلنے پھولنے لگی اور اس میں ادبی تخلیقات کا کام تیزی سے ہونے لگا۔ اس عہد کو کھڑی بولی کا سنہرا دور کہا جاسکتا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دہلی سلطنت سے عہد عالمگیری کے ابتدائی چند برسوں تک برج، اودھی اور دیگر ہندوستانی زبانوں کے ساتھ ساتھ کھڑی بولی کے ارتقا کا زمانہ نہ تو موجودہ ہندی کے ارتقا کا زمانہ ہے اور نہ زبانِ اردو کی ترقی کا زمانہ بلکہ ان دونوں زبانوں کی قدیم شکلوں

کے ارتقا کا زمانہ ہے۔ اس عہد تک اردو اور ہندی الگ الگ زبانیں قرار نہیں دی گئی تھیں بلکہ عہد عالمگیری کے ابتدائی برسوں تک نہ تو اردو کی موجودہ شکل متعین ہوئی تھی اور نہ ہی اسے کسی ایک نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس کے کئی قدیم نام جیسے زبان دہلوی، ریختہ، ہندی، ہندوی، ہندوستانی، زبان ہندوستانی، دکنی اور گجری رائج تھے لیکن بعد میں شمالی ہندوستان میں اس مشترکہ زبان کے لیے عربی فارسی رسم الخط کا باقاعدہ استعمال تیرہویں صدی عیسوی سے امیر خسرو کے ہاتھوں ہوا۔ اس ملی جلی زبان کے لیے عربی فارسی رسم الخط اختیار کیے جانے کے تاریخی اسباب ہیں، جس میں مسلمانوں نے ورود ہندوستان کے ساتھ اپنے ساتھ عربی فارسی رسم الخط کا لانا بھی قابل ذکر ہے۔ چوں کہ اس زبان کے ارتقائی دور میں شمالی ہندوستان میں دوسرا ایسا کوئی بھی رسم الخط نہیں تھا جسے عربی فارسی رسم الخط پر ترجیح دی تھی، حالاں کہ ہندوستان کا ایک قدیم رسم الخط دیوناگری موجود تھا جس کا استعمال سنسکرت جیسی زبانوں کے لیے کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد کے تمام مصنفین نے بلاتامل عربی فارسی رسم الخط کو اختیار کرنا شروع کر دیا۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اردو رسم الخط عربی فارسی رسم الخط کی توسیع شدہ شکل ہے۔ اردو نے اس کو اپنی ضرورتوں کے مطابق ڈھال لیا۔ ہندی کے تئیں اردو مخالف نظریات، اردو کو ہندی کی 'شیلی' قرار دینے اور اس کے رسم الخط کو تبدیل کرنے کی تجویز پیش کرنے اور اردو اور ہندی کو ایک زبانیں قرار دینے کی ابتدا ایودھیا پرساد کھتری سے ہوتی ہے۔ کھڑی بولی ہندی سے عربی فارسی الفاظ کا خارجہ اور اس کی جگہ سنسکرت الفاظ کے اندراج کا رجحان انیسویں صدی میں ہی پروان چڑھنے لگا تھا۔ اس رجحان کو پھیلانے میں آگرہ کا راجا لکشمن سنگھ پیش پیش تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ہندی اور اردو مختلف زبانیں ہیں۔ اس کے ملک کے ہندو 'ہندی' بولتے ہیں جب کہ مسلمان اردو بولتے ہیں۔ جس طرح اردو میں عربی اور فارسی الفاظ کثرت سے پائے جاتے ہیں، اسی طرح ہندی میں سنسکرت الفاظ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ انہیں خیالات و نظریات کے تحت ہندی کی شناخت ہندوؤں کی زبان کے طور پر ہونے لگی اور اردو کو مسلمانوں کے ساتھ منسوب کیا جانے لگا۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج (1800) کے قیام کے بعد شمالی ہندوستان کی اس زبان کو جو اپنے زمانۂ قیام سے ہی فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی، اب ناگری حروف (رسم الخط) کا لبادہ پہنایا جانے لگا اور ناگری رسم الخط میں ملبوس اس زبان کے لیے کھڑی بولی 'ہندی' کا نام تجویز کیا گیا تاکہ اسے اودھی، برج بھاشا، راجستھانی اور دوسری بولیوں سے ممیّز کیا جا سکے۔ اس کے ساتھ ہی فارسی اور عربی الفاظ کے اخراج اور ان کی جگہ سنسکرت الفاظ کے اندراج کا طریقۂ کار اختیار کرنے سے جو زبان وجود میں آتی گئی، اسے آہستہ آہستہ غیر مسلموں کی اکثریت نے اپنانا شروع کر دیا اور اردو بولنے والوں اور اسے اپنی زبان کہنے والوں کی تعداد بتدریج کم ہوتی گئی، جس کے سبب سرزمین ہند میں جو اس کی جائے پیدائش ہے، اقلیتی زبان بن کر رہ گئی۔ انیسویں صدی کے اوائل سے ہی اس نئی زبان یعنی کھڑی بولی ہندی کو ادبی زبان کی حیثیت سے استعمال کیا جانے لگا۔ اس کا بین ثبوت فورٹ ولیم کالج میں للولال جی اور سدل مشر کی 'جدید ہندی' میں نثری تصانیف ہیں۔

جدید ہندی کا بیج فورٹ ولیم کالج میں بویا گیا اور 1850ء کے بعد اسے ترقی حاصل ہوتی گئی، جس کا مقصد سیاسی بھی تھا اور مذہبی بھی۔ اردو-سنسکرت آمیز کر کے جدید ہندی کی تحریک للولال جی کے بعد بنگال اور پنجاب میں نوین چندر رائے اور دیانند سرسوتی نے شروع کی، جس کی بنیاد کٹر مذہب پرستی تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب مذہبی بنیادوں پر اردو کے مقابلے کھڑی بولی ہندی کی تحریک کا آغاز ہوا۔ اردو زبان اور اس کے رسم الخط کے خلاف منظّم کوششیں کی گئیں۔ چوں کہ کھڑی بولی کے اردو روپ کا تعلق ابتدا سے ہی مسلمانوں کے ساتھ رہا اس لیے بیشتر ہندو اسے حقارت کی نظر

سے دیکھتے تھے البتہ جب ’کھڑی بولی اردو‘ مقبولِ عام زبان کی حیثیت سے رائج ہوگئی تب ہندوؤں نے بھی ’کھڑی بولی ہندی‘ کی جانب توجہ مبذول کی۔اس طرح کھڑی بولی ہندی میں سلسلہ وار نثری نمونے انیسویں صدی سے ہی ملنا شروع ہو جاتے ہیں، جب کہ شاعری کا آغاز بیسویں صدی سے ہوا۔

الغرض 1947 میں آزادیٔ ملک کے ساتھ ہی ہندوستان کے آئین میں ’ہندی‘ کو سرکاری زبان کا درجہ دے دیا گیا اور اس طرح مذہب اور زبان کی بنیاد پر ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔حالاں کہ لسانی حقیقت یہ ہے کہ اردو اور ہندی ایک ہی زبان کی دو شکلیں ہیں اور آئین ہند کے آٹھویں شیڈول میں اردو اور ہندی کو دو مختلف زبانوں کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے لیکن موجودہ منظر نامے نے ان کو دو الگ الگ زبانوں کی حیثیت دے دی گئی۔اس طرح اردو زبان جسے بلا تخصیص مذہب وملت ہندو اور مسلمان بولتے تھے اور رابطے کی حیثیت سے ملک کے طول وعرض میں بول چال کی زبان کی شکل میں مروج تھی۔مہاتما گاندھی نے بھی اردو کے قدیم نام ’ہندی‘ کو تسلیم کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس بھاشا کے لیے اردو شبد شروع ہونے سے پہلے ہندو اور مسلمان دونوں اسے ہندی ہی کہتے تھے۔

16.2.4 تہذیبی پس منظر میں اردو- ہندی کا لسانی رشتہ

اردو- ہندی خطۂ برصغیر کی اہم زبانیں ہیں۔ یہ خطہ تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے بہت متنوع رہا ہے،جس کی مضبوط ترین دلیل کے طور پر مذکورہ زبانوں کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ماہر لسانیات کے خیال میں زبانیں ایک دوسرے سے الفاظ کا تبادلہ کرتی ہیں اور الفاظ کے تبادلے کے نتیجہ میں تہذیبیں اور ثقافتیں بھی در آتی ہیں۔زبانوں کی ایک دوسرے کے الفاظ کے لین دین کی کہانی اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسانی تہذیب وثقافت۔الفاظ کا یہ لین دین دو سطح پر ہوتا ہے: ثقافتی اور اتصالی۔ثقافتی لین دین سیاسی دباؤ کے تحت نہیں ہوتا اور نہ ہی یک طرفہ ہوتا ہے،جب کہ اتصالی عاریت عموماً یک طرفہ ہوتی ہے۔فاتحین کی زبان دین دار اور مفتوحین کی زبان لین دار ہوتی ہے۔جو ایسے غیر ملکی الفاظ بھی مستعار لیتی ہے جن کے ہم معنی الفاظ اس میں پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔فارسی اور انگریزی ایسی دو غیر ملکی زبانیں ہیں جنھوں نے ہندوستان کے عہد وسطیٰ اور عہد جدید کی زبانوں کو کافی حد تک متاثر کیا۔فارسی ایک ایسی زبان تھی جس نے ہمارے ملک میں سات سو برسوں تک سرکاری اور تعلیمی زبان کی حیثیت سے غالب رہی۔ان حالات میں یہ کیسے ممکن تھا کہ ہندوستانی زبانوں میں فارسی الفاظ کی آمیزش نہ ہوتی۔انگریزی زبان کو ہمارے ملک کی سرکاری زبان قرار پائے ہوئے ابھی سو برس بھی نہیں ہوئے ہیں پھر بھی اس کے سینکڑوں الفاظ ہماری زبان کا حصہ بن چکے ہیں۔

ہر زبان کسی تہذیب وثقافت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔اس تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ اردو اور ہندی ہندوستان کی مخلوط تہذیب کا مظہر ہے جو ہندوستانیوں،عربوں،ترکوں اور ایرانیوں کے میل جول سے وجود میں آئی۔اس کا برسوں پر محیط تہذیبی پس منظر اس بات کا متقاضی تھا کہ اس میں ہندی،عربی،فارسی،ترکی الفاظ ملے جلے ہوں چوں کہ مختلف قوموں کے الفاظ کی فطری طور پر عمل میں آتی ہے،اس لیے اردو اور ہندی میں ان زبانوں کے الفاظ اسی نسبت سے ہیں جس نسبت سے ان کے بولنے والوں کا اس مخلوط تہذیب وثقافت میں حصہ ہے۔

زبان اور تہذیب وثقافت کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔قوموں اور تہذیبوں کے میل جول سے زبانوں کا میل جول بھی بڑھتا ہے،چوں کہ تہذیب کا دار و مدار اور اس کا ارتقا متعدد اسباب کا متقاضی ہوتا ہے،جو ظاہر ہے کہ زبان میں بھی در آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پسماندہ تہذیب والوں کی

زبان مفلس نیز ترقی یافتہ تہذیب والوں کی زبان متمول ہوتی ہے۔ جو قومیں معاشی اور مادی اعتبار سے عروج حاصل کر لیتی ہیں ان کی زبان بھی اتنی ہی ترقی کر جاتی ہے۔ اپنے اپنے عہد میں سنسکرت، یونانی، عربی وغیرہ بہت اہم زبانیں تسلیم کی جاتی تھیں، جبکہ عصر حاضر میں انگریزی، جرمن، روسی اور فرنچ وغیرہ جدید تقاضوں پر پورا اترنے کی زیادہ حامل ہیں۔

زبان کے توسط سے ہم قدیم تہذیب وثقافت کا احیا کرنے کا کام بھی لے سکتے ہیں۔ قوم پرستی کا جذبہ اور تہذیبوں کو زندہ کرنے کا کام کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ فارسی اور ترکی نے اسی جذبہ کے تحت عربی الفاظ کو خارج کر کے اپنے کلاسیکی سرمایۂ الفاظ کا استعمال ازسرنو شروع کیا جو تہذیبوں کے احیا کی زندہ مثال ہے، اسی طرح سنسکرت کے تتسم الفاظ جو دو ہزار برسوں تک مستعمل نہیں ہوئے اب انہیں ازسرنو ہندی میں استعمال کر کے قدیم تہذیبوں کو زندہ کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔

تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے اردو- ہندی زبانیں اس لیے زیادہ متنوع اور وسعت کی حامل ہیں کیوں کہ انھوں نے ایک دوسرے کے لفظی اثرات قبول کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر زبانوں کے اثرات بھی قبول کیے۔ اردو اور ہندی زبان اپنے اندر اتنی وسعت کی حامل ہے کہ یہ دونوں آسانی سے اپنے آغاز سے ہی دوسری زبانوں کے الفاظ آسانی سے قبول کرتی آئی ہیں۔ جب ایک زبان دوسری زبان کے الفاظ مستعار لیتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس زبان اور زبان بولنے والی قوم کے تہذیبی اور ثقافتی عناصر بھی در آتے ہیں۔ اس طرح تہذیبی اور ثقافتی سطح پر اردو اور ہندی کثیر تہذیبوں سے مالا مال ہیں۔ لیکن جب تہذیبی اور ثقافتی شناخت کی جگہ مذہبی شناخت نے لے لی اور ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنی شناخت کو اہمیت دینے لگے تو تہذیب وثقافت کی اہمیت ثانوی ہو گئی اور ثقافتوں کی اس تبدیلی نے سب سے زیادہ منفی اثرات زبانوں پر مرتب کیے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق اردو ہندی نے پچپن ہزار الفاظ کا سرمایے میں چالیس ہزار الفاظ سنسکرت اور پراکرتوں سے مستعار لیے ہیں اسی طرح غیر زبانوں کے الفاظ کو اردو کا جامہ پہنا کر اردو کا بنا دیا گیا ہے۔ گویا محض ایک چوتھائی الفاظ ہی اردو میں عربی، فارسی اور ترکی کے سرچشمے سے آئے ہیں۔ اردو- ہندی کا رشتہ اتنا مضبوط ہے کہ اردو میں مستعمل ہندی الفاظ کی فہرست تیار کرنا محال ہے۔ اردو کا سرمایۂ الفاظ کھڑی بولی اور سنسکرت کے ساتھ ساتھ غیر ملکی الفاظ پر بھی مشتمل ہے جنہیں اردو- ہندی نے اصل کے مطابق نہیں اپنایا بلکہ اس شکل کو اپنانے میں ترجیح دی جو عوام میں رائج تھے۔ سید احمد دہلوی نے ''فرہنگ آصفیہ'' میں لکھا ہے کہ اردو زبان کے 54009 الفاظ میں سے ہندی کے (بشمول پنجابی اور پوربی زبانیں) 21644 الفاظ اور سنسکرت کے (تتسم) 554 الفاظ شامل ہیں۔ اردو میں شامل عربی الفاظ کی تعداد 7584 اور فارسی الفاظ کی تعداد 6041 ہے۔ گویا عربی اور فارسی کے الفاظ کل ملا کر بھی ہندی الفاظ سے بہت کم ہیں۔ فرہنگ آصفیہ کی ترتیب کو ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور اردو ہندی دونوں زبانوں کے دامن میں وسعت بھی آ چکی ہے۔ اردو اور ہندی کے بعض بنیاد پرست عناصر نے انہیں تہذیبی بنیادوں پر تقسیم اور تفاوت نمایاں کرنے کی کوششیں ہمیشہ جاری رکھیں لیکن ان زبانوں کے مشترک سرمایے کو کوئی بھی منقسم نہیں کر سکا بلکہ نوآبادیاتی اثرات سے انگریزی الفاظ کے استعمال کا رجحان بھی اس مشترک ذخیرے میں مسلسل اضافے کا باعث بنا ہے کیوں کہ یہ زبانیں اپنے اندر اپنی وسعت رکھتی ہیں کہ غیر ملکی زبان کے الفاظ کو بلا چوں وچرا اس طرح اپنے میں ضم کر لیتی ہے کہ پیوند کاری کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا سیاق میں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اردو- ہندی کا رشتہ اتنا مضبوط اور گہرا ہے کہ اردو میں مستعمل ہندی الفاظ کی فہرست تیار کرنا

ناممکنات میں سے ہے۔ اردو کا سرمایۂ الفاظ کھڑی بولی اور سنسکرت کے ساتھ ساتھ غیر ملکی الفاظ پر مشتمل ہے۔ کبھی اردو زبان میں ہندی الفاظ کی آمیزش ہوئی تو کبھی ہندی نے اردو الفاظ کو اپنایا۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اردو- ہندی الگ الگ زبانیں نہیں بلکہ دو الگ الگ روپ ہیں۔

16.3 اکتسابی نتائج

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ اردو- ہندی زبانیں خالص ہند آریائی زبانیں ہیں۔
☆ اردو- ہندی زبانیں مشترک المنبع زبانیں ہیں، جس کی ماں کھڑی بولی ہے۔
☆ زبان کی سطح پر اردو- ہندی میں سے کسی ایک کو تقدم زمانی کی حامل گردانا احتیاط کا متقاضی ہے۔
☆ بارہویں صدی عیسوی سے لے کر اٹھارہویں صدی عیسوی تک کے ادبی ذخیرہ پر اردو اور ہندی کی یکساں ملکیت ہے۔
☆ امیر خسرو اردو- ہندی زبان کے مورث اعلیٰ کے طور پر جتنے معتبر اردو والوں کے لیے ہیں، تقریباً اتنے ہی ہندی والوں کے لیے بھی ہیں۔
☆ اردو- ہندی عام بول چال میں ایک زبان ہیں لیکن دونوں کے تحریری روپ جدا جدا ہیں۔
☆ جب سرکاری زبان کے طور پر 'ہندی' اور اس کا رسم الخط 'دیوناگری' رائج کرنے کا مطالبہ منظور ہوا تو اردو زبان اور رسم الخط بھی اسی حیثیت سے رائج رہا۔
☆ انگریزوں نے اردو- ہندی کو جو مساوی درجہ عطا کیا تھا وہ آزادیٔ ہند تک برقرار رہا۔
☆ اردو- ہندی کو ایک دوسرے کے رسم الخط میں لکھا جا سکتا ہے لیکن اس حوالے سے کسی ایک کا رسم الخط اتنا مکمل اور جامع نہیں ہے کہ ایک دوسرے کی تمام صوتیات کو ظاہر کر سکے۔ یعنی اردو رسم الخط میں لکھی گئی ہندی کو اس وقت تک درست پڑھنا ممکن نہیں ہوگا جب تک کہ اعراب کی سختی سے پابندی نہ کی جائے۔ اسی طرح اردو کی مخصوص آوازوں: ص، ث، غ، خ کو ظاہر کرنے کے لیے دیوناگری رسم الخط میں بعض ماتراؤں اور اضافی نقطوں کی مدد لینی پڑے گی۔
☆ اردو- ہندی میں تفریق کی ابتدا دخیل الفاظ سے ہوئی لیکن تفریق کا بنیادی سبب رسم الخط قرار پایا۔
☆ انگریزوں نے اپنے زمانہ اقتدار میں کسی ایک زبان کے رسم الخط کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی۔

16.4 کلیدی الفاظ

الفاظ		معنی
اساس	:	بنیاد، جڑ، اصل، ماں
صوتی	:	آواز، لہجہ، صدا، آہنگ، لحن
متنوع	:	مختلف قسمیں رکھنے والا، قسم قسم کا، طرح طرح کا، عجیب وغریب
قرب وجوار	:	آس پاس، اردگرد، نواحی علاقے
معدوم	:	ختم، غیر موجود، غائب، فنا کیا گیا، ناپید، عنقا، کالعدم

لسانی	:	لسانیات یعنی زبان سے متعلق
ساخت	:	بناوٹ، ڈھانچہ، ترکیب، ہیئت، شکل
مصمتہ	:	ہم آہنگ، صوتی مناسبت رکھنے والے الفاظ
مصوتہ	:	جن آوازوں کے لیے منہ کو نسبتاً زیادہ کھولنا پڑے۔
مرورایام	:	مرور= گزرنا، چلا جانا، بیت جانا، پورا ہونا۔ ایام= یوم کی جمع بمعنی دن یعنی دنوں کا گزر جانا
السنہ	:	لسان کی جمع، بمعنی زبانیں
مستشرقین	:	مستشرق کی جمع، علوم وفنون شرقیہ کے مغربی ماہرین
مستحکم	:	مضبوط، جسے استحکام حاصل ہو، پائیدار، پختہ
متون	:	متن کی جمع بمعنی عبارت، Text
ایجاد	:	کسی نئی بات یا چیز کی تخلیق، اختراع، نئی پیدا کی ہوئی چیز
سیاحوں	:	سیاح کی جمع بمعنی بہت زیادہ سیاحت کرنے والا، بڑا سفر کرنے والا، جا بہ جا پھرنے والا
جزولاینفک	:	ایسا حصہ جو اس کی اصل سے جدا نہ کیا جاسکے
وثوق	:	پختگی، یقین کے ساتھ
متنوع	:	مختلف قسمیں رکھنے والا، قسم قسم کا، طرح طرح کا، عجیب وغریب
مستعار	:	مانگا ہوا، ادھار لیا ہوا، عارضی طور پر لیا ہوا
مافی الضمیر	:	دل کی بات، نیت، غرض، مطلب، مدعا، مقصد
ضم	:	ملانا، شامل کرنا، دو چیزوں کا ملنا یا ملایا جانا،
پراکرت	:	وہ زبانیں جو سنسکرت سے نکلی ہیں
اپ بھرنش	:	پراکرتوں کی بدلی ہوئی غیر معیاری شکلیں
قبل مسیح	:	حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے قبل
ورود	:	کہیں سے آنا
اپدیش	:	تعلیمات
مشترک المنبع	:	سوتا یا چشمہ، نکلنے کی جگہ، زمین کے اندر سے پانی نکلنے کی جگہ

16.5 نمونہ امتحانی سوالات

16.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات:

1۔ اردو- ہندی کا تعلق کس ہند آریائی عہد سے ہے؟

2۔ 1000ء کے آس پاس دہلی اور قرب و جوار میں رائج ان پانچ بولیوں کے نام بتائیں جنھیں 'مغربی ہندی' سے تعبیر کیا جاتا ہے؟
3۔ کس بولی کو اردو اور ہندی کی اساس قرار دیا جاتا ہے؟
4۔ اردو اور ہندی کی پیدائش کہاں اور کس صدی میں ہوئی؟
5۔ اردو- ہندی اور کھڑی بولی کے درمیان کس طرح کا رشتہ ہے؟
6۔ کیا اردو- ہندی کا رسم الخط ایک ہی ہے؟
7۔ 'ہندی' اور 'ہندوی' کس زبان کے نام ہیں؟
8۔ ہندآریائی کو کتنے ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے؟
9۔ دخیل الفاظ سے کیا مراد ہے؟
10۔ رسم الخط کسے کہتے ہیں؟

16.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات:

1۔ کھڑی بولی کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے ماخذ کی نشاندہی کیجیے۔
2۔ اپ بھرنشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جدید زبانوں کی درجہ بندی کیجیے۔
3۔ عہد قدیم کے اردو- ہندی کے مختلف ناموں کی وضاحت کیجیے۔
4۔ کیا اردو- ہندی کے مصوتے اور مصمتوں میں اشتراک پایا جاتا ہے؟ وضاحت کیجیے۔
5۔ اردو رسم الخط اور دیوناگری رسم الخط سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

16.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات:

1۔ اردو- ہندی کی تہذیبی پس منظر پر روشنی ڈالیے۔
2۔ اردو- ہندی کے لسانیاتی اشتراک پر بحث کیجیے۔
3۔ اردو- ہندی کے رسوم الخط پر ایک نوٹ لکھیے۔

16.6 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	اردو کا ابتدائی زمانہ	شمس الرحمٰن فاروقی
2۔	اردو کی لسانی تشکیل	مرزا خلیل احمد بیگ
3۔	ہندآریائی اور ہندی	سنیتی کمار چٹرجی
4۔	تاریخ ادب اردو (جلد اول)	جمیل جالبی
5۔	مقدمہ تاریخ زبان اردو	مسعود حسین خاں

نمونۂ امتحانی پرچہ

وقت: 3 گھنٹے Time:3 hours | نشانات : ۷۰ Marks : 70

ہدایات:

یہ پرچۂ سوالات تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ ہر جواب کے لیے لفظوں کی تعداد اشارۃً ہے۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہیں۔

1۔ حصہ اول میں 10 لازمی سوالات ہیں، جو کہ معروضی سوالات / خالی جگہ پُر کرنا / مختصر جواب والے سوالات ہیں۔ ہر سوال کا جواب لازمی ہے۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہیں۔ **(10x1=10 Marks)**

2۔ حصہ دوم میں آٹھ سوالات ہیں، ان میں سے طالب علم کو کوئی پانچ سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کے لیے 6 نمبرات مختص ہیں۔

(5x6=30 Marks)

3۔ حصہ سوم میں پانچ سوالات ہیں، ان میں سے طالب علم کو کوئی تین سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔

(3x10=30 Marks)

حصہ اول

سوال:1

(i) ''لسانیات'' کس زبان کا لفظ ہے؟

(a) لاطینی (b) فارسی (c) اردو (d) عربی

(ii) صوتیات کی کتنی شاخیں ہیں؟

(a) دو (b) تین (c) چار (d) پانچ

(iii) لسانیات کی وہ شاخ جس میں کسی خاص زبان کے اصوات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ کیا کہتے ہیں؟

(a) صوتیات (b) علم اصوات (c) مارفیمیات (d) نحویات

(iv) وہ مارفیم جو اپنے معنی و مفہوم کے لیے کسی دوسرے الفاظ کا سہارا نہیں لیتے۔ کیا کہلاتے ہیں؟

(a) آزاد مارفیم (b) پابند مارفیم (c) لاحقہ (d) مادہ

(v) لفظوں کے مرکزی حصے کو کیا کہتے ہیں؟

(a) سوابق (b) لواحق (c) وسطیہ (d) مادہ

(vii) ''عمومی قواعد'' کا تصور کس ماہر لسانیات نے دیا؟

(a) رومن جیکبسن (b) نوم چومسکی (c) محمد اسد (d) پاننی

(vii) کس بیماری کا تعلق پڑھنے کی خرابی سے ہے؟

(a) Dysgraphia (b) Dementia (c) Dyslexia (d) Aphasia

(viii ایک ہی شخص کے اندر دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے نظام عمل کو کیا کہتے ہیں؟

(a) تاریخی لسانیات (b) عصبی لسانیات (c) سماجی لسانیات (d) ذولسانیات

(ix) ہند آریائی کو کتنے ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے؟

(a) چار (b) تین (c) دو (d) پانچ

(x) ''اُردو برج بھاشا سے نکلی ہے۔'' یہ کس کا نظریہ ہے؟

(a) محمود شیرانی (b) محمد حسین آزاد (c) حالی (d) شوکت سبزواری

حصہ دوم

2۔ صوتیات کی شاخوں کے بارے میں اپنی معلومات کا اظہار کیجیے۔

3۔ زبان اور ادب کے درمیان تعلق پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

4۔ تعلیم اور اس سے متعلق کاموں میں رکاوٹ ڈالنے والی کسی ایک بیماری پر مختصر نوٹ لکھیے۔

5۔ زبان کی سماجیات سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

6۔ زبان اور بولی کے درمیان فرق کو واضح کیجیے۔

7۔ آریا اپنے ساتھ زبان کے علاوہ کیا لائے؟

8۔ کھڑی بولی کا اردو سے کیا رشتہ ہے؟

9۔ اپ بھرنشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جدید زبانوں کی درجہ بندی کیجیے۔

حصہ سوم

10۔ لسانیات کی عمومی تعریف کرتے ہوئے اس کی اہمیت اور افادیت بیان کیجیے۔

11۔ الفاظ کی ساخت سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ مثالوں کے ساتھ وضاحت کیجیے۔

12۔ ادب میں استعمال ہونے والی زبان کی مختلف صوتیاتی تبدیلیوں پر ایک وضاحتی مضمون قلم بند کیجیے۔

13۔ اردو کی ابتدا سے متعلق مسعود حسین خان کے نظریے کی وضاحت کیجیے۔

14۔ اردو-ہندی کے لسانی اشتراکات پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔

Notes/اہم نکات

Notes/اہم نکات

یہ کتاب مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے ڈی ٹی پی سیل کاؤنٹر پر دستیاب ہے۔

ملنے کا پتہ:

ڈی ٹی پی سیل کاؤنٹر، ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، گچی باؤلی، حیدرآباد-500032 (تلنگانہ)

DTP Sale Counter, Directorate of Translation & Publications

Room No. G-09, H. K. Sherwani Centre for Deccan Studies
Maulana Azad National Urdu University, Gachibowli,Hyderabad-500032
M: 9394370675, 9966818593, Email: directordtp@manuu.edu.in

Account Name: DTP Sale Counter **Account No.:** 187901000009349
Bank Name: Indian Overseas Bank **IFSC:** IOBA00001879
Branch: Gachibowli, Hyderabad

Counter Timings

Monday To Friday
09:30 a.m. To 05:30 p.m.

کتابوں کی قیمت پر رعایت کی شرح:

1۔عام قارئین کے لیے 25%
2۔طلبا، کالجز اور دیگر اداروں کے لیے 30%

کتابیں ڈاک سے بھی منگوائی جاسکتی ہیں۔

نوٹ: -/500روپے سے زائد کے بل پر ڈاک خرچ نہیں لیا جائے گا۔